

معاشرتی بگاڑ کا سید باب

حضرت مولانا محمد یوسف : لدھیانوی شہید

مکتبہ لدھیانوی

معاشرتی بگاڑ کا سدباب

حضرت مولانا محمد یوسفؒ لدھیانوی شہید

مکتبہ لدھیانوی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ و صلوات علی سیدنا محمد و آلہ الطیبین

معاشرتی ناہمواری وہاں ہوگی، جہاں سفادات کا کھراؤ، خود غرضی، مفاد پرستی، اعتبارات کا بے جا استعمال، چوری، ڈاکہ، رشوت، بھوت و فریب، خوشامد، چال بازی اور اقربا پروری کی لعنت ہو اور ایسا معاشرہ کبھی، کبھی تان و شکن سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہاں بے چینی، بے اعتمادی، بدگمانی، بدعالی، قتل و سزا، شکستہ سالی اور انواع و اقسام کے امراض و انتقام ہوں گے وہاں خوف و ہراس، حسد، بغض، عناد، کینہ و اہد، تعسب کی آگ ہوگی، جس کی آتش سے پورا معاشرہ آتش زریا ہوگا، کسی کو کسی کی پرہیز نہیں ہوگی، ہر ایک، دوسرے سے اسی طرح نظر رکھ کرے گا، جیسے دوسروں سے انسان یا انسانوں سے ملتا ہے!

لیکن جہاں اتحاد و قربانی کا دورہ ہو، چھوٹے، بڑے، عالم، جال، آخر اچھے، راعی رعایا اور حاکم و مملوک، اپنے اپنے حقوق و فرائض پہنچائیں، وہ معاشرہ رشک و بلائیک ہوگا۔ وہاں معاشرتی ناہمواری اور بگاڑ کا دور دورہ نہ کہیں گے، نام و نشان نہیں ہوگا، وہاں اسلامی اخوت و محبت اور مواصلات و مودت کا رائج ہوگا، بلائیں وہاں "المؤمنون

فہرست

۷ حکم الہی کی تنظیم اور حقوق خدا پر شفقت
۲۳ اہل عقلیت کے لئے تازیانہ
۳۰ فتنوں سے حفاظت
۳۵ چہر باتیں دوسرے جہان کی
۵۰ ہماری قابل فخر تاریخ
۵۶ ایک ناروا جسارت
۶۷ معاشرتی فتنوں کے خلاف جہاد
۷۳ حقوق و فرائض اسلام کی نظر میں
۷۶ بے جا لہائش اور فضول خرچی
۸۳ نفرت اور محبت کا مدار... اللہ کی خوشنودی
۸۶ وصیت کے احکام
۹۰ میاں بیوی کے حقوق
۹۴ اسلامی اخوت اور شیطانیت مذاہیر
۹۹ جرم و سزا کا قانون الہی
۱۰۷ تعلیم برائے تعلیم نہیں
۱۱۱ معاشرتی برائیوں کی اصلاح
۱۱۷ احساب ذمہ داری
۱۲۴ دور جدید کی مظلوم ترین صنف!
۱۲۹ دین و شریعت کا کھلا مذاق
۱۳۲ خدا! اس کا تذکرہ کیجئے
۱۳۹ اصلاح معاشرہ، لائحہ عمل
۱۴۳ خاتونِ جنت کا پیغام

”مجسّد واحد“ کے مصداق ہر ایک، دوسرے کے دکھ درد اور خوشی غمی کو اپنا دکھ درد اور اپنی خوشی غمی تصور کرے گا۔

ہمارے موجودہ معاشرہ میں مادی اعتبار سے کسی شئی کی کمی نہیں، مگر کچھ کمی اور قلت ہے تو ان اسلامی اقدار کی پاسداری کی اجس کا ”ثمرہ“ ہے کہ آج ہمارا پورا نظام زندگی ٹکپٹ ہو چکا ہے اور سارا معاشرہ بگاڑا اور ناہمواری کا شکار ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنی ذات سے لے کر متعلقین، خاندان اور پورے معاشرے سے اس قسم کی ایک ایک برائی اور خرابی کو دور کرنے کی کوشش کرے، بلاشبہ ہمارے اسلاف و اکابر نے اس فریضہ سے کبھی غفلت نہیں برتی، چنانچہ ہر دور کے اکابر علماء اور اہل قلوب نے اس میدان میں حتی الامکان بھرپور سعی و کوشش کی ہے۔

پیش نظر کتاب: ”معاشرتی بگاڑ کا سدّ باب“ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں حضرت اقدس حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے معاشرے میں پائی جانے والی ان ناہمواریوں، بگاڑ اور اس کی اصلاح کی طرف نشاندہی اور راہنمائی فرمائی ہے، اس کتاب میں حضرت شہیدؒ کے اس موضوع سے متعلق تمام مقالات و مضامین کو رسائل و جرائد سے باحوالہ ماہ و سال، سن و نقل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے رکھائے کار کو جنہوں نے نہایت خلوص و اخلاص اور تہدی سے اس مجموعہ کی ترتیب میں تعاون فرمایا، اسی طرح بارگاہِ الہی میں درخواست ہے کہ اس مجموعہ کو ہمارے حضرت شہیدؒ کے رفیع درجات، قارئین کی ہدایت و راہنمائی اور ہم خدام کی نجات و مغفرت کا ذریعہ بنائے و آمین!

سعید احمد جلال پوری

نفاذی حضرت لدھیانوی شہیدؒ

۱۳۲۲ھ

حکم الہی کی تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا ”استظیم لامر اللہ
والشفقۃ علی خلق اللہ“ کے نام سے فارسی زبان میں ایک بہترین
مقالہ ہے جس میں آپ نے نہایت خوبصورت انداز میں حکم الہی کی
تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت کے مضمون کو بہترین انداز سے بیان کیا
ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اس کی اہمیت و
افادیت کے پیش نظر اس کا اردو میں ترجمہ کیا جو قریب قریب ۳۰
سال قبل ماہنامہ ”الصدیق“ مکتان میں شائع ہوا تھا اسے پیش نظر
کتاب میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (سعید احمد جلال پوری)

معظم الرحمن الرحمن الرحمن
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

استظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ وہ شہید باروے دین مسلمانوں کے جزی
یہ قوت آن بندہ را بمقام قرب و رفعتی مولیٰ تعالیٰ رسیدن محال است۔ و تفاوت
ساکنان این طریق در معرفت سیر و قوت سلوک و قرب زمان و صولی بجانب حق بر اندازہ

۱۳۷	پندرہویں صدی کا استقبال
۱۳۹	بادشہ کا سیلاب اور ہماری حالت
۱۵۱	اسلام اور انسانی حقوق
۱۵۵	نئی صدی... کیا کھویا؟ کیا پایا؟
۱۶۸	سیاہ فام لوگوں کی اسلام کی طرف رغبت
۱۷۰	اتحاد و اتفاق کی برکت
۱۷۷	خواتین کا مطالبہ... حق طلاق
۱۸۳	پاکستان میں تعلیم یافتہ خواتین
۱۹۲	فتنوں کے مقابلہ میں علم کی ذمہ داری
۱۹۹	صحت و مرض... دو نعمتیں
۲۱۱	شامت اعمال
۲۲۷	موجودہ حالات کے اسباب
۲۳۵	بد امنی کے اسباب
۲۵۴	انگریز کی معنوی اولاد
۲۶۰	پاکستان کے حالات اور ہماری سنگ و لی
۲۶۳	کراچی کا الیہ اور اس کا حل
۲۷۱	خون کے آنسو
۲۷۸	ایک عبرت ناک بیماری
۲۹۲	گمناہ اور خلافی گمناہ کی صورتیں
۲۹۹	اسلام کا انتہا پسندی سے کوئی تعلق نہیں
۳۰۵	علم کی ذمہ داریاں
۳۰۹	اسلام وین فطرت
۳۱۳	علماء اور خطباء کے لئے چند تجاویز

بکند و از آنچه باز داشته اند که ممکن باز ماند، پس بنائے اسلام بر او و رکن آمد، احتشال او امر و
اجتناب از نواهی، باز این اجتناب نواهی اہم و اذلل است و در سلوک طریق حق و وصول
به مقام قرب از احتشال او امر، بر مثال پرہیز مر بیمار را کہ اگر آنرا نکند ہر چند ہزار ادویہ
شائی بخورد، فائدہ ندارد و شفا نیابد، اما اگر در پرہیز احتیاط کند و در رعایت آن مبالغہ
نماید اسید داری صحت تمام است اگر چند شاید کہ دیرتر افتد، ولیہ پرہیز استعمال ادویہ و
استقصاء در آن سودمند نبود، و اگر ہر دو جمع شود (لا بد کار تمام تر بود و حصول شفا زودتر
ہست و ہذا، مثلاً کج طریقیت قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم گفتہ اند کہ مبالغہ و استقصاء در تقویٰ
و اجتناب از محرکات و مکروہات و مشتبہات اہم و اذلل است در حصول مقام قرب و
وصول، و اگر در باب احتشال بر فراغش و واجبات و منن رواتب اقتضار نمایند، و در احراز
و تکثیر نوافل و عبادات کوشند در حصول مقصود کافی است، اما تکثیر نوافل و مستحبات با
اجتناب محرکات و مشتبہات چیزے نیست، و ترک فراغش و مبالغہ در آن با قید مبالغہ
و مبالغہ و استقصاء در آن از غرور نفس و فریب شیطان شرورہ اند۔

و بالجملہ تعظیم امر الہی با احتشال او امر و نواہی است یعنی کار کردن با آنچه امر فرمودہ
و باز ماندن از آنچه نمی کرده، اما نقلی نمائند کہ در تعبیر ^{عظیم} امر اللہ اشارتے کردہ کہ میباید
فہمید، یعنی با وجود عقل و تقویٰ بر حسب طاقت آن قدر کہ قواعد تعظیم امر الہی و بزرگ
داشتن آن و بہ عزت نظر کردن در حصول قواعد شریعت و عبادت و عظمت و اعزاز
و احرام اہل دین کہ مستہبان و مقبولان حضرت نبوت اند، و خوار داشتن ویس انگشتان
و انگشتان نمودن و اعتبار نہ کردن اہل بدعت و شذائات و الجاہ و اباحت را کہ در دوران
و مرد و در این دگاہ اند، ہم تر و ضرور تر از آن است اشارۃ التعظیم لامر اللہ بدین
است۔

احمد دین رضوان اللہ علیہم گفتہ اند کہ نقل ملاحظہ و تدارقہ حکم زندہ گردانیدن
پیغمبران دارد، کہ دین و شریعت نہادہ ایشان است و ہر کہ سکے از عباد را خوار داشت

قوت این دو بازوست، هر که زور این دو بازو بیشتر و قوی تر رسیدن او به مقام قرب
آسان تر و زود تر و تأخیر از این به قوت بازو کردیم، اشارت بر آنکه قوت سلوک و بر خست
وصول به سلطنت این دو صفت بعد از مساعدت عقاید و توفیق، بجائے رسد که سیر و رفتار
بعضی و هر دو ال بمشابه طیران آند که در طرفه اطمینان مسافرائے بعید بدان قطع کنند و در یک
ساعت و یک لمحہ بجائے رسد که دیگران بمدت عمر باشند میابد و قوت عمل میخوانند
رسیده

مردان حق، بهال محبت چو بر پرند
اول قدم بکنند؛ عرش چاکند

باز هفت اولی از این دو صفت که تنظیم الامر الله است رعایت آن اتم و
اقدام است و سهیم آن در حصول قرب اتم و اکمل، گویا بمشابه بازوئے راست از جانور
دست راست از آدمی است و قدرت بر عمل و قوت در سلوک بدان سخت تر و استوار تر
بود.

”العفة علی خلق الله“ اگر چه در تحصیل نسبت الفت و محبت و استحباب فیض و
رحمت و رعایت علاقه جنسیت و سلوک طریقه انصاف و شکرگزاری مولی تعالی و تقدس
مقام عالی و مرتبه رفیع دارد و دلیل است بر مایست نظرت و علو همت و ذکا و طبیعت و
موجب ثواب بزرگ و ذکر جمیل در دنیا و آخرت و باعث قرب و رضائے خداوند است
تعالی، اما مقام التحظیم لامر الله تعالی تر و شان و مرتبه و در احکام کلمه اعلام و تهمید و
تائید امر دین و ملت بالاتر از این است.

و بحقیقت هیچ صفت و هیچ کاره که باعث قبول و سفید روی، مرد درگاه عزت و
درگاه نبوت تواند شد بالاتر از این نیست که در تقویت دین و ملت و ترویج و تائید سنت
کوشد و در این بذل مجهود نماید و در مواد آن لشکر اگر چه تن تنها باشد بیوراید
و تحظیم امر الله باقتضای او امر و نواهی شریعت باشد که آنچه فرموده اند که بکن،

اما مردی و بدی درمی جا آنتست که در آخرت موجب ثواب و عقاب گردد
 این معنی جز بحکم شرع نتوان دانست و عقل را درمی جا و غلط نیست اگر کارے بود که
 مردم آن را بدستند و کمال دانند و شرع از آن نمی کرده موجب عقاب آخرت گردد، و اگر
 ایشان ناپسندیده دارند و شارع بدان امر کرده موجب ثواب آید۔

عقل را در دریافت آن دغله نبود "عسی ان تکرهوا شیئا و هو خیر
 لکم و عسی ان تحبوا شیئا و هو شر لکم" شامل این حکم نیز تواند بود و ترتیب
 ثواب بر صفات مذکوره از علم و عدل و جود که گفته شد بنا بر آنست که شارع تعالی و تقدس
 بدان امر فرموده است، و عقاب بر اضداد آن صفات بجهت نهی اوست، و اگر نه آن
 بودست عسین و تکیح عقل ثواب و عقاب بدان باز بکشتی عقل چه دریا بد که اگر در روز
 بست و غم و مضمان بخورند عامی شوند، اگر فرداے آن روز که روز عید باشد بخورند آثم
 گردند، حکم حکم شرع است چیزے دیگر نیست۔

الصبر و ریاح القضاء و سر حیث سارت

و سلم لعلی و حیث دارت

و این جا گفته دیگر است که واجب است ممال حبیه کردن و آن آنست که
 باید آنتست و مدار تمامه کمالات و حوائی و شامل سائر حسنات این دو چیز است، نیت صحیح،
 و عمل صحیح، اگر این هر دو جمع گردد، و نیتی نادر افتد که جمع گردد، کار تمام بود، و دین مسلمانی
 کمال پذیرد، نیت صحیح همان بود که کارے که کنند برائے خدا کنند، و بصد تقرب و طلب
 رضا و بامید ثواب آخرت کنند، و این در اکثر خلق از فرق و رویاها و اقسام و طوائف
 ایشان پیدای شود، حتی که ملنگان و آتش افروزان که هم درد نیا بحداب آتش گرفتار آمد
 و بر ملنگان که بحکم حدیث نبوی "لعن الله الناظر و المنظور" محل طرد و لعن الی الله
 و غیر ایشان همه بر نعم خود و اعتقاد فاسد خویش نیت صادق دارند و سلوک طریق قرب حق
 میفایند، و تقرب حق میجویند، اما عمل صحیح گویا بقصد برسد و دروے مقصود به بینند۔

وہابی سادہ گویا ظہورِ عزت و ذاتی عمر پیدا ہے جو ظاہر سے کہ ہر کہ
محاسب اور روش و طریقہ کسی عزت و شہرت و تقسیم کردہ گویا انگلیس و خوار داشت
و تحقیق ہو۔ و چ کہ موافق حال و اتفاق طریقہ سے و تقسیم داشت گویا اور تقسیم داشت
چنانچہ گفتہ شد کہ "است و است و است و است و است و است"

مسمان نیست، ذاتی عوی - بل سب - ہر باب محرمات ۱۰
شرعاً و احکامات بہت بخل ندارد کہ "پند سب کی معصوم نیست کہ چیست و میت نیک پیدا
عمل بخیر ندارد نعم اصل میت نیک است و میت نیک سب برادر و سب ۵ نیک بہتر
میت نیک و کار پیدا ہے چہ؟

۱۰ باید دانست کہ نیکی و بدی حکم شرع سے مرچہ مرچہ ۱۰ شرع سے نیک
و ہر چہ نامرود و بد و رعایت دین و شہرت و "الحسن ما حسبه الشرع" و نصیح
ما فیہ الشروع یعنی فعل نیک جمال کہ شرع گفت کہ نیکی و بدی ہاں کہ گفتہ گویا و
بہ کہ نیکی شہرت فعل و احسن و گویا ہو و عقل و سب حادثے چیست و جسے کہ کہ گویا
ایک کار نیک بہت و ایک بد

اگر گویا کہ این سخن خلاف عقول سے و معادہ نفس الزمرچہ ہر کسی و مد کہ
عمر و بعد و جو و تواضع و شفا: نیک است و بخل و ظلم و بخل و بکبر و بدی میں معنی را بہ شک
بکہ عقل معنی نیست و حکم وی بہ شہادت و بدی چنانچہ سے بے توقف بہ شرع و فرضاً
کہ شریعت خود سے این حکم عقل بجائے جو و بد۔

جو بخت سے کہ ۱۰ باید دانست کہ معنی نیکی و بدی چنانچہ تا دانش
مرد کہ سب حکم شرع سے بہ حکم عقل نیکی و بدی و معنی و بدی کے آں کہ عقل سے
کار سے در حد و ات موجب نام بود مریم آں را بتاید و متعلق بدن گرد و و یا
موجب نقصان بد و خلق سب را کائنات کنند و متعلق دم گرد و میں معنی حکم عقل و عقول سے
توب و است۔

میں بارہ سو سی تے ایسے آئندہ کے شل کہا چا سکتا ہے، در عمل پہ قدرت در
سوتے میں تو بے رے سرتھو مضبوط و رفوی تہو جانے۔

مرید کے حقیقی خدا پر شغف کا بھی نسبت امت و محبت کے حاصل
پہ فیضِ رحمت کی کشش، تعززِ حسی کی رعایت، طریقہ اصلاح پر چلنے اور حق چل
میدہ کی سرگردانی میں مقامِ عالی و مرتبہ بلند لکھتا ہے، وہ سلامتِ فطرت، بلند
ہمت اور پاکِ طہیروں میں ملے، اور ریاضتِ محنت میں ثوابِ جزئی اور اُکرتِ جلیل کا
مربوب ہے اور قرآن و احادیث کی رعایت کا باعث ہے، لیکن مرائی کی تعظیم و مقام
نہیں ملے۔ اور اس کی شان و مرتبہ کھلے انداز سے ملنے کے، اس وقت کی
مستحق اور امید میں اس سے بالکل ہے۔

و حقیقت کوئی صحت اور فوٹ عمل خود کی ہی تقدیرت ہار گاہ رہے، اعتراف
عمل میدہ، ہار گاہِ ثبوت میں نہ جرنی کا، عفت ہو اس عمل سے نہ ہار نہیں کہ آدمی
اس وقت کی تقدیر اور عفت کے چھوٹے اور بڑے کرنے میں کوشش کرے، اپنی
سنت لگا دے، اور شکرِ سلام کی قدردانی میں چہ حیران تھا ہو اصداف کرے۔

امرائی کی تعظیم شریعت کے ادا کر دہی کے قتل کا نام مرائی کی
تعظیم سے یعنی جس کام کا صلہ دیا جائے کہ اس کو کہہ کر ڈسے اور جس چیز سے
روک دیا جائے کہ امت کو اس سے باز رہے اس سلام کی نیا کے اور کہ ہیں
ادکار کو ہی انا اور حسن کاموں سے منع کیا یا ان سے رکھنا، لچہ سوک طریق حق
و وصول سے قرب میں مصوعات سے پرہیز کرنا، امتثال اور سر سے زیادہ ضروری
ہے، اس کی مثال جو سمجھو کہ بیمار گرچہ مر رہا ہو وہیں عمدہ سے عمدہ کھاتا ہے لیکن
جب تک پرہیز نہیں کرے گا کچھ فائدہ نہ ہوگا اور شعیاب نہ ہوگا، در گھر پرہیز
حیثیت کرے دراصل رعایت میں پورے ہمت کرے تو شعیاب فائدہ کی میدہ سے مرچند کہ
ایسے میں حاصل ہوگی، اور مدد پرہیز کے و مستجاب کے جانا فائدہ مند نہیں، در گھر

ہیں کفہ مرزیر کاں را این میں مت
یا نگ دو کروم گلا را در کسی مت

حق سبحانہ عاقبت تمام کارہائے دنیا و آخرت شدہ اند و دنیا کو ہم
راہ ناما شود و جہاں معصومانہ و ہر "اللہ علی کل شیء قدیر" و بحاجہ دعا
اللہ حبیب جمیل و حبیب اللہ علی محمد و آلہ و صحبہ وسلم

ترجمہ : "ظہر الیہ فی عظم" اور "خلق حدیث شفق" ہر دوئے مسلمان کے
رو کھچ میں کہ جس قوت کے بغیر بدد کا قرب و رضا خداوند کے مقام میں پہنچنا
محال ہے۔ ہر گیس طریق و نیز قوت نہ ہو۔ ملوک و درجہوں ان لہ کے رعایے
میں قدرت انہی اور ان قوت کے بقدر ہوتا ہے جس کے یہ دونوں ہاند جس
قد معصوم اور قوی رہوں گے۔ کسی قدر متعارف ہے کہ اس کی رسائی آسان اور جلد تر
ہوگی۔ ہم نے ان وصفتوں کو قوت ہر دوئے تعبیر کیا ہے وہ اس میں اس طرف اشارہ
ہے کہ عنایت و توفیق شامل حال ہوتا ہے۔ ان میں مستجاب کی بدولت قوت ملوک اور
برعت و معصوم میں یہاں تک آتی ہو جاتی ہے کہ جس سالکین کی رفتار انوں سے
ہوتی ہے جس کی حد سے انکو کے چھکے میں مسامتہ عیدہ سے پیتا ہے اور یہ
ساعت ان ایک لمحہ میں وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں وہاں سے وہاں و خواست محبت نور
ہوئی میں سے ہم ہم نہیں پہنچ سکتے جا رہے ہیں

مرزبان حق ہاں محبت چو پند
اوں قدم بلنگہ و عرش چا کند

ترجمہ : "مرواں حق جب محبت کے پوں کے

ساتھ پرا اڑتے ہیں تو ان کا پہل قدم کنگرہ عرش پر ہوتا ہے۔"

پھر ان دو معتد میں پہلی صفت یعنی "مرالہ" تعظیم و رعایت ہم و مقدم
ہے اور حصوں تربت کے لئے اس کا سبب ہونا دیکھا گیا ہے، اس کو پوندہ کے

میں سے پیغمبر کی عزت کی اور اس کو باقی رکھا، یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ جس نے کسی کی روٹ سے مخاطب کی عزت کی، اس نے کوئی صاحب طریقہ کی بے عزتی کی اور اسے ریل کیا اور جس نے موافق حال و موافق طریقہ کی تعظیم کی گویا اس نے خود صاحب طریقہ کی عزت کی شکر مشہور ہے کہ دوست کا دوست بھی درست ہوتا ہے اور دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے۔

ابھی مسلمان ہے ہاتھی نرا دھوئی ہے دیل ہے۔ اور حرہ اور ناجائز چیزوں میں ہیئت کا کوئی خل نہیں کہ ناجائز فعل کر کے کوئی یوں کہہ دے کہ میری ہیئت اچھی تھی۔ جگہ کہہ کرتے ہیں کہ کسی کی عین معلوم نہیں کہ کیا ہے؟ ”ہیئت اچھی چاہئے، اس کا تہا نہیں“ اس کا جواب یہ ہے کہ۔ ہاں اصل ہیئت نیک ہے لیکن نیک ہیئت وہی ہوگی جس سے نیک عمل کرے، نیک نیک ہو، اور عمل بد ہو تو اس کا آخر کیا مطلب ہے؟

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کسی عمل کا نیک ہونا یا بد ہونا، حکم شرع پر موقوف ہے۔ جس کام کا شریعت سے حکم دیا ہو، نیک ہے اور جس سے منع کیا ہو، برا ہے، عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ”الحسن ما احسن للشرع، والقیح ما قبحہ للشرع“ یعنی ”نیک کام“ وہی ہے جس کے متعلق شارع نے کہہ دیا کہ کرو، اور ”بد“ وہ ہے جس کے باب میں فرمایا کہ نہ کرو، شارع کے کرو اور نہ کرو کہے بغیر۔ کوئی عمل نیک ہے نہ بد، عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں کہ وہ فیصلہ کر سکے کہ یہ ”نیک“ ہے اور یہ ”بد“۔

مگر کہا جائے کہ یہ بات غیر محققات ہے اور واقعہ کے خلاف ہے، اس لئے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ علم و عدل اور سخاوت و تواضع مثلاً اچھے کام ہیں، اور جہل و ظلم اور بغل اور تکبر برے فعل ہیں، جہاں تک یہ بات عقل کے فیصلے سے معلوم ہو سکتی ہے اور یہ فیصلہ بلا شبہ بدوں شرع کے صحیح ہے، بالضرر اگر شریعت نہ ہوتی تب بھی عقل کا یہ فیصلہ اپنی جگہ تھا۔

دونوں جملہ ہوا میں (پریس ہن اور بھی) تو شعلہ جلد سے نکل ہوئی۔

مشروع صحت جسم اللہ کا رشتہ سے۔ تقویٰ میں مہم رہنا؛ اور
 ضرورت اور مشترک چیزوں سے پناہ مقدم قریب واصل میں رہنا، ہم اور جملہ ہے۔
 اگر حکام کی ہی آدوں میں صرف لفظی، جہالت اور سنا سنا کر پرانے کی حد سے
 یاد سے رہنا، عقل و ادب میں ویش۔ بھی نہ جانے یہ بھی حصوں مستند کے
 لئے کافی ہے، نہیں ایک طرف سے عقل اور مستند بات کی تاب نہ لے، اور اس سے ساتھ ہی
 حرم اور ممنوع چیز کا ارتکاب بھی کیا جائے تو یہ کچھ حقیقت نہیں رہتا، ہی طرح
 فرائض کو چھوڑ دینا ورائے میں جتان نا۔ واصل کی پابندی کر اور خوب خلق کے
 ساتھ اس کی تہنیش رہا یہ بھی نفس کا غرور، شیطان کا دیر ہے۔

حرم ورائے کی عقیم، مرہن کی عقل و رائے کا کام سے جتنی در کام
 کرنا جس کا حکم ہوا، ورائے کام سے چھٹا جس سے ممانعت ہوئی، لیس یہ کہ "مر
 لہی کی عقیم" کی جہر میں یکے شہ ہے جس کو سمجھ بیٹا ضروری ہوگا، مطلب یہ کہ پٹی
 مقدور جہر میں آتے وقت کی تہذیب و تربیت کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی جہریت ہمہ اور
 ضروری ہے کہ حکم حد و حد کی عقیموں سے اس کی رائے اور میں جگہ نہ جائے،
 شہریت مصرعہ سے صوبہ وقت مد میں جس کے ساتھ نظریں سے اور جو مل رہا
 درگاہ دست کے حد تا شہر میں ان کی میت عظمت اور عورت اور عورتوں
 جائے، اور اہل بدعت و غلطی اور ان کی بدعت جو درگاہ نبوت میں ان کے
 وکیل رہا رکھ جائے، ان کو درجہ اقدس و تقی سے سادہ رہا جائے اور ان کی
 کی عقیم کے عنوان میں سترہ کی طائفہ شامل ہے۔

انہی میں جسم اللہ کا نشانہ کہ محمد و پوینہ و جوں کو قتل کر پیچھے کر
 مددوں و حفاظت کا حکم کہتا ہے، انہی کے ان و شہر مت نبیاً علیہم السلام کے پیش
 کردہ ہیں جس سے دین میں جہنم نہ رہی کرے و ان کو ذلیل کی در متناہی مگو

الجمع رباح بفضاء و سر حیث سادرت

رسم لسمی و شری حیث سادرت

ترجمہ ”تقانی“ دو میں سماں چ نہیں ان کے
پہچے ہو رہو پتے کو محبوب کے سپر کردو، جہاں سکی گردش ہو
وہاں ٹھہرتے رہو۔“

یہاں یکہ اور کثہ پر تعبیر کرنا بھی ضرور سے وہ یہ کہ یہ بات پیش نظر رکھنی
چاہئے کہ تمام مکاتبات کا بھی مدد و تمام حسنت و دو چیزیں ہیں میت صحیح اور عمل
صحیح۔ یہ دونوں جمع ہو جائیں اور ایسا بہت نادر ہے کہ یہ دونوں جمع ہوں، تو کام چار
ہو گا، اور یہاں مسلمانوں میں پھر ہوگا، میت صحیح سے پہرہ اوسے کہ جو کام بھی کرے نکس
خدا کے لئے کرے قرب و رضا خداوندی حاصل کرے کہ سے کرنے در ثواب
”حرمت کی سید پر کرے“ اور یہ کثہ نام نہاد و بدوشوں اور ان کے قہر و طوفان میں
بھی مایوس ہے حتی کہ یہ ”خدا کی عطا“ کے ملنگ جو مسکین کے رینہ کی میں آگ
کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ ”یہ تک دھڑکی لو“ جو یہ نیکو حدیث اللہ کی حسنت
دیکھنے والے، اور حسرتوں طرف دیکھنے والے حب اللہ کے مستحق میں و رہا سے
عدوہ اور سے لوگ سب اپنے خیال عام اور اعتقاد فاسد میں بہت صادق کہتے ہیں
اور سنو کہ طریق حق ظاہر کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتے ہیں، لیکن عمل
صحیح کہاں سے؟ تاکہ مستفید رہ سکیں۔ اور مقصود کا پیرہ دیکھنا نصیب ہو۔

عمل صحیح وہ ہے جو حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہو وین و شریعت کے موافق ہو، اور
فرمان شاریع کے مطابق ہو۔

”ریا حسین“ اور ”مجاہد“ وہ اختیار کئے جائیں جو طریق حق در مرضیت
اللہ کے موافق ہوں تاکہ اس کا کچھ اثر ہو و در قابل اعتبار ہوں، ریاضت اور محاذہ کے
کی معنی ”بھی نفس کو بہت اور مشقت سے ساتھ حق کے موافق کرنا اور شریعت کا مطیع

ن کا جواب یہ ہے کہ وہ یہ معلوم کرنا چاہے کہ نیکی اور بدی کے معنی
 یہاں کیا ہیں تاکہ وہ صحیح ہو جائے کہ وہ حکم شرع ہیں اور حکم عقل نہیں۔ نیکی اور بدی
 کے دو معنی ہیں، وہ یہ کہ وہ صفت یا کوئی کام، اپنی ذات کے اعتبار سے موجب کمال
 ہو اور لوگ اس کی تعریف کریں اور وہ کل مباح ہو یا وہ موجب نقصان ہو، مخلوق اس
 کو ناپسندیدہ سمجھے اور وہ کل دم ہو یا چھاتی اور رائی پائیں معنی عقل کے معلوم
 ہو سکتی ہے۔

لیکن یہاں نیکی اور بدی سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل آخرت میں موجب
 ثواب یا عذاب ہو، یہ معنی بڑے حکم شرع معلوم نہیں ہو سکتے اور عقل کو یہاں داخل
 نہیں فرض کیجئے کہ ایک کام کی بڑی تعریف کرنے میں اور اس کو کم کر دیتے ہیں، لیکن
 شریعت میں وہ ممنوع ہے، تو یہ موجب عذاب و سزا ہوگا۔ درحقیقت کام مخلوق کی نظر
 میں ناپسندیدہ لیکن شارع نے اس کا حکم دیا ہے تو وہ موجب ثواب ہوگا۔

انفرض ثواب و عذاب کے موجب ہوں۔ میں عقل کی پسند، ناپسند و عقل
 نہیں حق تعالیٰ کا ارشاد: "عسی ان تکرهوا وحببنا وھو خیر لکم وعلی ان
 تحبوا وھو شر لکم" (بعد نہیں کہ تم کی چیز کو ناپسند جاؤ وہ تمہارے لئے
 بہتر ہو اور بعید نہیں کہ تم کی چیز کو پسند کرنا اور تمہارے لئے ہمارے ہمارے حکم کو
 بھی شامل ہو سکتا ہے، حدیث مذکورہ یعنی علم و عمل پر ثواب کا مرتب ہونا اس وقت سے
 ہے کہ حق حل مجدد سے ان کا حکم لیا جائے۔ رحمت اور عقلم پر عذاب اس لئے ہے کہ ان
 سے منع لیا جائے، اگر حق تعالیٰ کی طرف سے مراد فیہی۔ ہوتا تو عقل کے پسند اور
 ناپسند۔ ان امور پر ثواب و عذاب کا ہونا معلوم نہ ہوگا۔

۴۔ عقل کیسے جانتا ہے کہ یہ مقصود کی اس میں کو کھائے والا نافرمان ہے؟
 اور اس سے گلے نہ جو عید کا ان ہے نہ کھانے والا مجرم ہے؟ معلوم ہو کہ قصد
 صرف شرع کا مستیر ہے، وہ کوئی چیز مطلق تقبیہ نہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

رفت رننا، اور ان کی عزت کرنا محض، یہاں کے ساتھ نفقت اور سستی کی وجہ سے کوئی معقول بات ممکن ہے۔

اور جو شخص مسلمان ہے کلمہ شہادت کا اقرار کرتا ہے، ساری شکل و شہادت میں ہے اور طریقہ مسلمان پر چلتا ہے، اس سے اگر موعیب بھی لگا ہوں ان پر پردہ سنا جائے اور اس کی عزت اسلام و رحمت ایمان کو نہ چھوڑنا چاہئے، کیونکہ مالہ اللہ اللہ کا امر کرنے والے سب اہل عزت ہیں ہر چند کہ سیر شہوت و رقیہ معصیت میں رقت رہوں، غایت یہ کہ بن پر احکام اسلام کو جاری کیا جائے اور شریعت کی حدود قائم کی جائیں، ہاں اگر یہ بہت عیب درست ہوگی تو ہرگز آلودہ معصیت نہ رہے گی، اور اگر معصیت سے آلودہ ہو جائے تو سحر کار لور ایمان غالب آکر رہے گا اور مغفرت حد ہندوں اور شفاعت نبوی اس دغ معصیت کو دھوائے گی، حضرت علیؑ کے ساتھ وہی و آشنائی پیدا کی جائے، کریم لوگ ہرگز پادشاهی دینی اور سستی سے قائل نہیں کرتے تو گو ہمارا شاد بار نیست

پر مگر خیال نگار باد شوار نیست

ترجمہ ”یہ مت کہو کہ ہماری ساری اس بادشاہت تک

نہیں، کہ ہمیں کے لئے کام دشوار نہیں۔“

اور یہاں بھیت با عظمت ہے اس کو حقیر نہ سمجھ جائے لطف وقت شیخ ابو الحسن شہسوار رحمۃ اللہ علیہ رہاتے ہیں مگر کشف کر، شود لور ایمان مومن عاصی پوشند و پرند آسمان و میں، چہ چاہے مومن مطیع۔“ اگر گھر گروہ جائے تو مومن عاصی کے ایمان کا نور بھی آسمان و زمیں کو ڈھانپے گا ورنہ کو بھرے گا، مومن مطیع کا تو کیا ہی پڑھنا۔

”سب کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اہل ایمان کی، خواہ وہ بدکار ہی ہوں، عزت سزا اور ان کو نیک کاموں کا حکم اور برے کاموں سے منع کرے، ہی اور بدکار لوگوں کی

حس طرح نیت صحیح کی بد عمل صحیح، کوئی صورت نہیں، اسی طرح بہت ممکن ہے کہ ایک شخص کو عمل صحیح ہاتھ لگ جائے کہ بظاہر وہ ایمان کے موافق کام کرے لیکن چونکہ وہ نیت صحیح نہیں رکھتا بلکہ ریا اور تکبر کے لئے عمل کرتا ہے اس لئے یہ شخص بھی ثواب آخرت اور رصائے خداوندی سے محروم رہے گا، حدیث میں ہے کہ 'لا عمل بالنیاب' یعنی اعمال کا رُخ نیت پر ہے۔

اس نیت بھی صحیح ہو اور عمل بھی صحیح ہو تب مقصود حاصل ہوگا، حق تعالیٰ توفیق

دے۔

اور یہ جو ہم سے کہا 'مجاہدہ و ریاضت بدوں موافقت حق کچھ اثر نہیں رکھتے' اس کا مطلب ہے کہ وہ ذریعہ ایمان کی زیارتی، حصولِ رضا کے حق اور معرفت میں سرخ روئی کا سبب اور عذاب سے نجات کا موجب اور باعثِ جبر و ثواب نہیں ہے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ یہ ریاہتیں اور محنتیں جس کو جوگی اور کامیاب (چنڈت) لوگ اختیار کرتے ہیں ان سے اور بعض سے ریاضت بھی نہ کر، استدراج کی وجہ سے بعض امور کے مشکف ہو جائے گا اثر ظاہر ہو اور خفایا عادت چیزیں، اور جن و انسان کی رذائل جہت کا مسخر کر لیں کہ اس کے لئے ایمان و عمل صانع شرم نہیں، ظہور پذیر ہو، جیسے چہرہ پانی میں بھی نظر آتا ہے وہ پیشاب میں بھی، باوجودیکہ پانی پاک ہے اور پیشاب ناپاک، اسی طرح حدیث شرع امور باوجودیکہ وہ غضب خداوندی کا سبب ہیں بعض رند کشف و تسخیر کا اثر ان پر مرتب ہو جاتا ہے، اس وجہ سے ان "خطاکاروں" کو اپنی گمراہی میں اصرار و اسہاک ہے اور بعض نادان، سادہ لوح اور خام عقیدہ لوگوں کو ان سے حقیقت ہے

"خیر سابقوں کو رہے دیجئے، تقویٰ اور صلاح تو بڑی دور کی چیز ہے، کم از کم ایمان و اعتقاد کو تو محفوظ رکھنا چاہئے" چنانچہ ان کی طرف

اہل غفلت کے لئے تازیانہ

تنبیہ الغافلین بفضاء الدنیا ودریائہا
واعتذار العاجلین بوجہ غفلتہا و سببہا
لنعم الرسول مولانا عبدالغنی شہر قلعہ علی گڑھ

میر بادشاہ کی وفات کے موقع پر حضرت مولانا عبدالحق
محدث، طوی نے نوے لایہ مرتضیٰ خاں کے نام تحریر کیا جس
میں انہوں نے یاد دلایا کہ اس کتاب میں جو عارفیہ و سہیبیہ کے حوالے
ہیں انہیں نہایت ہی موثر و محکمہ حس کو ملا سنا اہل غفلت کے لئے
تازیانہ و عبرت کا نام ہے۔ یہ جانا مناسب ہے۔ ہمارے حضرت شہید نے
اس کی قادیان کی خاطر اس کا رد و ترجمہ کر کے "الصدق" میں
شائع کیا جسے پیش نظر کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔
(سید محمد حلال پوری)

۱۔ "اللہ محمد رسول اللہ" سبحانہ الملک الہی۔ یہ لایموت و لا
یہوت، عمار محنت و کدہ کرتے کہ ان کی جگہ میں وقت و عظیمہ و وسیعہ شدید و برصحات حماطر
خلاقیت نکست و حیرت و دوشیہ کہ ان کا ایک واقعہ شدہ میں حاشہ رائے و دودہ اور حیطہ
تقریر و تحریر بیرون مست چہ تو ان سرور، سخت الہی بریں جاری ست، تاج و چشیں بود، چہ

صحت سے بچ لیکن اس فوج پر اور اپنے نو بڑا کھتے ہوئے ہیں۔

ایسا اصل سے باقی سب اس کی فردا میں، یہاں کی فکر کی جائے بظاہر
ایسا اور اس کا باقی رہنا اس نظر آتا ہے۔ یقیناً واقعہ میں بہت مشکل ہے، بجز فضل
حدائق اس کی کوئی صورت نہیں، اسی سے تو حضرت شیخ حیدری رحمہ اللہ فرمایا

ایسا چو سلامت بپ گور یہ

صحت رہے چستی و چال

ترجمہ: جب تم اب گور تک ایسا سلامت لے

جائیں تو آفرین چر ہمارے چستی و چالانی قابل صد مبارک باد

ہے۔

اور اگر اور ایسا کے ساتھ، طاعت بھی جمع ہو جانے پر تو اور بھی
کرتے۔ پناہ پر شاہ، اسی سے

بہدی اللہ لنورہ من بشاء ویضرب اللہ لامثال

للناس واللہ مکل شئ علیہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے نور کی

طریقہ دیتے دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کے سے سبائیں

جس سے کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جو چیرے چاہتے ہیں۔

بات اولیٰ حاتی ہے، قابی کالی ہے، میں سے کرتا ہوں، داناؤں کے

نے اتنا ہی کالی ہے، میں نے آدیں کالیں مگر کوئی ہر دے تو میں نے کہ،

حق بھانہ آخرت کے قمر کاموں کا ہی مکیہ کہے اور دیا سے دل کی سرہ کھلے بغیر اور

جس مقصود، یکے بھی۔ لے جائے، اور چن پکارے۔ اور میدانوں کی دعا قبول

کرنے کے سزاوار ہے۔

رحمہم اللہ صلی علیہم وسلم و آلیہم وسلم

(دائرہ صدیقی ص ۱۱۳، اشعار ۹۳)

ست پہ یقین ہے کہ مدد رسیدی ست، ماچناں نہ گالی میکہ دیکھے سے روند کہ
گوئے دے۔

تبارک اللہ ایسے قدرست دیا ہے پردہ کہ بروئے آدمی اور فروشت نمود
یہ چ غفلت و غریب ست کہ دے سے حور ہاں شکل شیر و سر آریزہ مدد و پیش او
ست۔

حکایت سے آمد کہ شیرے در بیاباے مدیاں مردے قنود بود، دے ز پیش
شیر گرینک صمدت چوں محاسن مرید نگ آمد حکم اضطرر حق را، خراب چاہے ردیم دور
ثانی رہ بٹاچہ و تہائے گیا کہ در آں چاد بود ست و مطلق مالد و پایاں چاد نگا
مکدہ اژدہا سے چیدہ دہاں ہار کردہ شستہ کہ گرینک ہم در نفس فرو بردہ شیر کہ در
دہاں بود آمدہ بروئے چاد بیت دہر اگر بر آید نامہ در ساعت کاوش تمام کند، ساعے
عطیف متعلق آں حشیش دے رود، نفسے راست کردہ بود کہ سوشے چند رسیدہ
ورشتہائے گمبہ را کہ مثاں رشتہ عمر آدمی ست و جال متعلق ست بریدوں گرکند، بچارہ
حیراں ماند کہ چہ کند؟ اگر پایاں اللہ ژدہ شستہ کہ یا رود شیر استادہ تن پہ بلاد
دا و ملنگ ہاک شستہ، ناگاہ نظرش بر آید بھلے اللہ کہ در کجے ریوار چاد شہدے قے
کردہ، مر آں ہمداد موش رو بہم شیر و ہم اژدہا موش چشم پرست و انگشتے باں
شہد بود و باں ہواحت نکساں و نیش ز بودں شدہ سیدں گرفت دوسہ انگشت شہد نہ
لیسیدہ بود کہ رشتہ عمر گزشتہ در چاد وخت و نمودہ بکام ژدہائے مرگ فروخت، انکوں
شہد یساں آں چاہیم کہ شیر قصہ در قفا، ست و امروہ فروست کہ چادہ ہاک کہ دنیا
ست بکام ژدہائے مرگ فروختہ اے

کاشکے ست حیات ہمیں بودے و امتداد ایں مسافت معلوم کشتے کہ چہ
ست تا موافق آں رہ و روشی بخود قرار و ندی، قطع ایں مسافت تائی و تہرتاج
نہ ندی و یک قسم فراتھے و قرار نہ دیکھتے و نفسے چند براحت روندے۔

شاد و چنگد بھر ہمیں رہا است۔

مرگ آئے جہاں تل نہ خواہد بود

و گنگہ پائندہ ہا نہیںست خدا نواہد بود

حق جل و عل بدولت و شوکت یں ہا شاد و درویش شود قوی و دولت حو بہ بخت
بد اللہ جل و عل فی مرصعہ ملک و قبا۔ تمامہ بر بار از خام و عام خصوصاً مراد اہل
اسلام ر رکف یمن و بات و سایہ عدل و خصال ر جمیع اوقات و کمروہات محفوظ
و مسکون و اردو انہم اہل صلح لایمام والامۃ والراعی والرعیۃ و اہل قلوبہم فی
العباد یں دعا از عظماء مشائخ قدس اللہ اسرارہم مراست و دست یں مشر
سعادت یں شریعت و باعث یمن و بات ظاہر و باطن ست ر بگردیں دعا

لَہُم صَلِّ عَلٰی اَمَّةِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)

و سلم۔ اللہم ارحمہ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)

انہم اعقر لائمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم

گفتہ کہ ہر کہ رال دو مہر در دست پیادہاں شہید و اللہ لموفق
نوں رقا و نیا و سہ شہائی ر چہ گوید و چہ بوسد۔

کاب بعض اہلک الدین اشری ثنی و بظاہر العباد و لوم ہا نہ مگوید و تبا نہ
سایہ برست کہ ر ہا مے گرد و ہا مثل خواب شیطان ست کہ مرا باخ مے بندہ ر تھیکہ
و خا و بے ثباتی یں ر ادا مہر و در ثانی حقارت و قلت متاع آئندہاں کرو

گفت یا خواہست یا باوے ست یا نہایت

مثل مرگ عا دہ در میاں کہ بیشک و شہ رسید نیست و آئی رار وں غافل
شد و پید ہمت و حیرت گرد گرفت و پرستہ غفلت قبا و پروا نہارو کہ چہ کارے سخت و
نہی صاحب در پیش رارد و مگوید کہ یقین مشکوک کدام است جی چہ کہ ادی بقیہ
و اللہ ہا و جو یقین در اں شک دارد گویا نے دعا مے چہ چیز ست گفت نہ کہ آں مرگ

و بود و در راه پیش نبود، و گوی خدای کرد، دیگر را چو گوید من ز خدا به خبر
 بدست که حد آفریدگار آسمان و زمین باشد تو خود کھوخته یا منکس در عام پیدا نه کرده
 و برین دغون چیست و چون نه هم نبود تا ایها مرد دیو کی گفتند باشد، اگر دیوانه بودی و
 سوسو پیغمبر علیه اسوم بدلت وے چماے فرستادند دعوت انبیاء صلوات الله وسلامه
 علیهم عقد را بودند بجا نین، این نه بود مگر غرور و مستی دنیا و ملک و سلطنت که او را بدین
 مدیانات مبادشت، در سرشت بجھے غرور و ساقط خیر کرد، اندک فہم و تہیہ را پیشانی بر
 ن آید نزد باد جو عقل و عری کار و دیوانہا میکشد و غن و یو نہ میگویند دیو نہ میگوید با دیوانہ
 صفت اند۔

یکے دیگر بر سے جز و دعوی تو پیغمبری میکنم و چچاے و اندک معنی پیغمبری
 چیست، پیغمبری میری شدن است میاں خدا و خلق، خدا فیض سے گیرد و خلق میرساند،
 و پیغمبر ولی عمر تا آخر از گنہاں معصوم بود و بدنام قدس ملک متصل، و رشتہ بروے
 پیدا و پیام حق بگذارد و تجزات نماید، و در زمین و آسمان تصرف کند و قرص باد را با شاره
 انگشت رو پا رہ سار و چشمہ ہار نگشاں رواں گرد و درختاں دور احمد و بر بند و سنگ و
 گیا و بروے سماں کند، ہاے کتابے باشد کہ اگر جن، اس ہمہ جمع شود، مانند سورۃ
 راں خوانند آورد، و مرتبہ علیا عقد عام و تفسیر کنند بپایان نواقہ آورد، و پیغمبر
 شریعہ جمہ و عام و جو علم، میاں مورد گرد، کافراں را ر کفر اچا بدں را ر جہل
 بیروں آورد و دوراں نزدیک گرداند، و گنہاں بر بدہارست بر، در تمام خوبی ہائے
 ظاہر و باطن و صورت و میرت را ہمہ کس لڑوں تر و بدتر باشد، چچاے کس و ر چچاے خوبی
 مانند وے بود، و بیضا میر، مت بود بصراح و فلان راستہ و کتبہ محبت و خدا و ہر راستہ
 بر یکاں وے در علم و عمل و زہد و تقوی و نوریت از ہمہ چشتر و بیشتر و بیاعت دے
 جامع کدات و مظهر حوائق، امرات گشت، پیغمبری نہ مجرد دعوی و عقیدہ و سلطنت و شوکت
 است، ہمہ رشتن است، یا مت چ توں گفت، نورد با الله من لغبوة

یہ معلوم نہ کہ مدت عمر چند ست و بعد ازیں مساحت چہ قدر در ہر گام و در ہر
نفس خطر ست و چنانکہ ہمیں نفس سحر باشد در و بعد ایاہر خود کہ داند و اگر
مرضا معلوم بودے و دراز بودے ہم چہ بودے؟ چوں فتنی ست و گزشتی چہ معلوم و چہ
نام معلوم و چہ دراز و چہ کوتاہ؟

چوں قامت ما بجائے غرق ست

کوتاہ و دراز را چہ فرق ست

اگر صید سالانی در یکے روز

باید رفت از ہم کارخ وں افروز

دوین خندان سربازے آبیوی

کجے ماتم بود گاہے غمروی

چوں بھر شدن و غم جائے روزند

بجائے سر و بجائے پایے کو بند

دیا اگر دائم بودے و اسباب دیہتم و عیش و راض خاطر و آسائش دقت
متصل آنگاہ اگر کے یہ محبت موعے و شوق آں عام زان صبر موعے و بر خار فتن
الذات نہ نمودے کارے بود کنوں کہ قال ست و سر و مشقت و کمبودت و محنت و
مشقت و صمد بیا رہانے ہم فتادہ ترک آں چہ مقدار کار ست کہ بدان غارند۔

و بر لوت آں حسرت جو رہا کر کے بقدرے زان دست ہر را و کا مے چند
قرار ہر تمام خود ممکن نیست صرف روزگار جو کردہ باشد و جیتے ہر جان وقت خود نہا رہ۔

خاصیت میں شراب چنیں فتادہ ہر جہ کہ انہاں بخور د و ہر تھڑا کہ اراں
بخوشد و محض زیادتی کند و ششہ تا سار و تا مستی آرد و بے خود بے جہر گرداند آنگاہ نصیحت
ر گھوٹ اور و تا شد و اندیشہ عاقبت را در سر و جانے نہ سستی و در و تیا و حکراں بجائے
مقد کہ دعویٰ حدائی پیغمبری کنند و دیگر چہ توان گفت فرعون پاک سرحد میں مہر کہ ملک

لیکن جس حکمت ہمدئے وقفہ الہی اقتصاد میں کردہ کہ اس عام راہ نظر ہائے پیشہ
 ، اور پردہ خیب داشتہ ست، و آنچه سے سیند سے یا بند عین عالم ظہر ست زمین
 چاہریت جور دند و مرشد گم کردہ کہ "یعلمون ظاہرا من الحیوة الدنیا و ہم عن
 لا حرة ہم غافلون" تخرین صادل کہ حضرت انبیاء اند صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم
 بعین خبرت عالم میر ساندو و علم و ہدایت سے نماید ، مردم چنان در غفلت نفس و
 میجب افتادہ اند کہ قطعاً گوش غم نمید ، قدم غم از حد حقیقت صاب بعد از مردان
 مختلف کرد کہ چھست

باش تا پردہ بردارد جہاں از رویے کار
 آنچه ، مشب کردہ قرأت گردد آشکار

"انسان صام فاذا ماتوا استہوا" فرمود مرام ، خوب غفلت غم چوں
 بیدار شود و آگاہ گردند۔

خلق تا در چہاں اسباب اند
 بندہ در کشی اند و اور خواب اند

بالا الہ اللہ محمد رسول اللہ اکبر اگر گویند جس چہ کار باید کرد ، و کجا باید رفت
 سخن ، نفی ترک دنیا سے فرمایند و تخریر از خلق و خلاف طبیعت و مخالفت نفس سے
 خود مند و وجود این صاب محال و درست آمدن این کار مشکل ، آوی روتا رقیہ حیات
 ست ، در خیاست از اسباب دنیا و معیشت ہائی نوع ، آسانش طبع و قید نفس چارہ ندارد
 و در حیات دنیا و انتظام کار عالم بریں ست ، جو ایش بداند تا سخن را فیک نہ لہند و بکت
 ک در زند و نشین نہ گردد و جز حیرت و سرانگی بی رود مقصود از انگ گویند ترک دنیا باید
 داد و از خلق پر کرانہ باید بود و برادر مخالفت نفس و طبیعت رفت جست کہ خلاف حق تکسر و
 از جاہ بیروں نزد و در و دوشے کہ در دین و شریعت قرار دادہ اند از دست ندیند ، ہائیں
 نور کہ بظاہر با خلق باشند و با حق اند و اگر بصورت در دنیا باشند بمعنی تارک دنیا

در آدمی سه چیز است، نفس و قلب و روح، حیلت نفس ہم از میں عام کون و فساد است و ہمیں مذات جسموں و مستلذات حسی کس او است۔ نفس رہی مت و ظلمات و اراجہ آمدن است، عایت آنکہ بہت با جزا و دیگر اس قدر لطافت و نورانیت پیدا کردہ کہ چیزے ز محسوسات تو نہ دریافت، و مادہ سمع و بصر و شہ و ذوق و مس گشت و نفس از لذات عقلی و روحانی خبر ندارد، ہمیں نفس ست کہ آدمی ر گرفتاریں عام ساختہ ست۔

روح خیف ست و پوری محض و از عام با است و تواتر و ہمیشہ بعلم قدس و لذت اسے بعلم و معرفت ست و محبت مولیٰ تعالیٰ شانہ و شناخت رات و صغرات و تعالیٰ و تقدس نصیب او ست، لیکن بہت لطف کہ او را بیدار دارد و اندوختہ و اردو راجے کہ در او نفس واقع شدہ گرفتار عشق و محبت نفس گشتہ و سرشت گم کردہ است، و تعلق روح بر با نفس بیدار مثل تعلق مر با آن گشتہ نہ کہ از او روح تنہا بطریق تقلید پیدا شدہ و قلب متقلب بود میان روح و نفس و اگر بر یکے حاکم روحانی غالب آید و نفس اقلب تابع او شود و ایں ہے تا در فتنہ ایں جا ہمہ خیر و صلاح آید کہ نفس غالب آید و روح و قلب تابع، فتنہ خیر و فساد خیر۔

ایں سخن مشہور ست در کل خود شرح ترازیں بیان یافتہ است، مقصود ایں جا بیان تذبذب و در کش کش فتنوں آدمی را است کہ از یک طرف عکسش بجا ہے سے خود و ر طرف دیگر حوا بہ جانب دیگر سے برو بعد محنت و شدت گرفتار ست، از ایں محنت و شدت آدمی عالم ست کہ بر سر آدمی زان افتادہ ست و اگر احوال آخرت و شدت آن عالم تہ تبصیر پتہ نشود و تصور کند از خود رود و از مہم پاشد و در حدیث آمدہ ست "لو تعلمون ما اعلم لصحکتکم قلبلا و لیکتیم کثیرا" فرمود اگر بدانید آنچه من را مہم از حوال میداد و خود آخرت کہ چہ لذت و چہ عیش آمدنی ست کم بخندید؛ بسیار مگر نید،

ترجمہ "مبھان بھلک الحی الدی لایموت ولا یھوت"۔ اس قدر غظیر اور آفت ناکہائی کی وجہ سے جو غار محنت و کدورت، حقوق کے سب و دمار، پر جم گیا ہے اور جو حیرت اور دہشت اس حد و حد کے اچانک واقعہ ہونے کی وجہ سے پیش آئی ہے اسے کیا کیا جاسکتا ہے، ملت لٹ پھٹ چلائی ہے یہ کارخانہ جب تک رہے گا یہی طرح رہے گا، شاید وہ گدا سب کے لئے یہی راستہ ہے، شاعر کہتا ہے

آیہ جو دینی میں ہوگا وہ اہل فنا

والہا ہوتی ہے بس ذات خدا

حق تعالیٰ اس ہاد شدہ (غائب) جہانگیر مراد سے (گراؤں شکوہ، قوی راست اور یوں بخت کی عدوت تمام مخلوق خاص و عام یا خصوصاً اہل اسلام کو پناہ امن و امان اور یہ عدل و احسان میں تمام سہارا، انکار، ہت سے محفوظ رکھے اے اللہ! ادم اور امت، دینی و دنیوی کی اصلاح فرما، و حیرت میں ان کے قلوب جمع فرما، یہ دعا کا، مشرک سے منقوس ہے اور کہ پر ہفتگی کرنا سعادت انبی و آخرت کا وسیلہ، اور امن و امان عام و باطن کا باعث ہے ایک اور دعا ہے، "انھم اصبح مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللھم رحمہ مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم انھم اصبح مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اے اللہ! امت محمدیہ کی آمد پر فرما، اے اللہ! امت محمدیہ کی آمد پر فرما، اے اللہ! آپ کی امت کی بخشش فرما۔ مشائخ و مشائخ سے کہ جو شخص سب سے پہلے وہ کرے گا، مرتبہ ابدال میں بخشے گا اللہ تعالیٰ سے کہ پوری امت کی صلاح و فلاح کے لئے چھیل ہو جانا بھی مشکل کام ہے۔

سب دیکھ کے فنا اور اس کی ناپائنداری کے باب میں یہ کہنے اور کیا لکھئے!

ایک دانہ کا کہنا ہے کہ دنیا بابت سہا پہر ہے (جس کو دور قرار نہیں) بلکہ بہت جلد گزر جاتا ہے، مثل حواء۔ شیطانی ہے جو بالغ و نظر آتا ہے (اور بجز ضعف و ضعیف اور دوسرے و تشویش اس کا کچھ نتیجہ نہیں) تشبیہ اہل میں دنیا کے فنا اور بے ثباتی

ہے، چپے جائے، پٹ پٹھانے ہو کر پر جائے، تیر لڑا ہے، جھلکے جا
 - جو جانتے تھے، اچانک اس کی نظر کھلیں۔ کہ چھتے پر پڑی جو اسی کنوئیں کی دیوار
 کی طرف جھک رہی تھی، چنانچہ وہ شہد کو دیکھ کر تباہ قاصد کو بھول گیا، شہ کو بھی، اور دہا
 وشی اور چوہوں کو بھی سب سے غمزدہ کر کے اس نے انگلی شہد میں لٹکائی اور کھلیوں
 کی خواست اور بھڑوں کی جھڑپوں کے ہوجہ شہد چاروں طرف سے دھمکیاں لگائیں نہ
 چاہا ہوں گی کہ رشتہ عمر ٹوٹ گیا اور محبت و غم کے کوئیں میں تروا کا قہر بن گیا، شہد
 جائے کی۔ مٹا ٹھک، ہم پر معین ہے کہ شیر قہر سے ترقیب میں ہے، سچ ہی یہ
 قل چاہے ہاگ میں جسے دنیا کہتے ہیں مسات کی سوغوں میں پہنچنے والے ہیں۔

کائنات حیات معلوم ہوتی، دریں مسافت کا طوں و عرض معلوم ہوتا کہ
 ستارے نامہ اس کے سوا حق، درویش پے سے تجویز کر سکتے اور اس مسافت کو پورے
 اطمینان و تسلی کے ساتھ طے کیا ہے اور ایک گورہ راغ درویش پاتے، در چند
 سال مسافت کے ساتھ ہیں

کچھ معلوم نہیں کہ مدت مگر کتنی ہے، در اس مسافت کا طوں و عرض کتنا ہے،
 - قدم در ہر لمحہ یہ خطرہ اور قتال لگا ہوا ہے کہ شاید یہی آخری سال ہو، بہت دور
 یہ کی خبر تو بھلاں کو ہے، مگر مقرر معلوم بھی ہوتی، دور یہ بھی معلوم ہوتا کہ درانہ ہے
 تب بھی کیا ہوتا جب جائے کی سی ٹھہری، تو معلوم ہوتی تو کیا؟ یہ معلوم ہوتی تو کیا؟
 رہائی تو کیا؟ کوئی تو ہوتی تو کیا؟ بقول مجھے

جب ہمارے قدموں پر گئے تھے، پھر انے در چھوٹے میں کیا فرق،
 اگر سال بھی یہاں رہو، بالآخر ایک دن اس دن امر و مکل سے جانا ہوگا، اس آہنی
 صندوق میں بھی ماتم ہے، کبھی عروسی ہے، حب شادی و غم کے سنے حکم صاف
 کہتے ہیں، کسی جگہ سرور کسی جگہ پاؤں پیٹتے ہیں۔

دینا اگر مرہ ہوتی، اور اسباب دینا بھی دائم ہوتے اور بیش و فراغ حاضر اور

کو اور تشبیہ دوم میں اس کے قلع کی قلت اور حقارت کو بیان کیا، عارف مانتے ہیں، دنیا کی حقیقت خواب پر ہوا یا الہ سے زیادہ نہیں۔

غیب بات سے کہ موت جیسا چارہ دیشش ہے، جو بہر حال پیش آکر رہے گا لیکن بن آدم ہے کہ اس سے یکسر غافل، دیدہ عبرت برد، ہست غفلت پر دراب، سے کچھ پروہ ہیں کہ کہا کچھ کار مشکل اور مہم دشوار اس کو درپیش ہے، اگر بہ سوں کیا جائے کہ یقین مشکوک کیا ہے یعنی یہی چیز جسے آدمی بالیقین جانتا ہے ہاوجود یقین اس میں شک کرتا ہے کہ گویا کہیں جاتا کہ وہ کیا چیز ہے؟ تو جواب یہ ہوگا کہ وہ ”موت“ ہے۔ سب جانتے ہیں، اور یقین جانتے ہیں کہ وہ بہر حال آکر رہے گی، لیکن زندگی ایسی بسر کرتے ہیں اور رہش کی اختیار کرتے ہیں کہ حوی موت کے آئے کو بالکل نہیں جانتے۔

اللہ کی شان یہ کیا قدرت ہے، یہ بیا پروہ ہے، جو اس آدم کے سامنے لٹکا ہوا گھمبیر ہے، یہ کیا غفلت و فریادے جس میں آدمی جمل ہے، یہ بالکل وی مثال ہے جو اس حکایت میں بیان کی گئی ہے کہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک بھال میں شیر ایک آدمی کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا، وہ بے چارہ شیر کے خوف سے آگے آگے بھاگ رہا تھا، جب بھاگنے سے ہمت جواب دے گئی ناچار ایک ویران کنوئیں میں گرے کا قصہ کیا، گھاس کی جو شاخیں اور جڑیں کنوئیں میں ٹپک رہی تھیں، اس کو قہم کر لٹک گئی، کنوئیں میں نیچے نظر کی تو دیکھا کہ ایک بھاری اڑدہا منہ کھوے میٹھا سے کہ اگر نیچے گرے تو فوراً اس کے منہ میں جائے، شیر جو اس کے لعاب میں تھا، کنوئیں پر آکھڑ ہو گیا، کہ گر باہر نکلے تو اسی وقت اس کا قصہ ختم کر دے، تھوڑی دیر اس گھاس کے ساتھ لٹک کر دم یا تھا، اور سانس درست کی تھی کہ چند چوہے پہنچ گئے، اور انہوں نے گھاس کے ٹکڑوں کو (جو آدمی کی عمر کی مثال ہے جس سے وہ لٹکا ہوا ہے) کاٹنا شروع کیا، مسکین حیران ہو گیا کہ کرے تو

نے ہیں وہ روح۔ کہیں بلکہ پرانہ سنت ہیں۔

ایک احمق احمقا ہے اور دھن نبوت نرال ہے، اسکین چھ نہیں چاہنا کہ
 'نبوت' کے معنی یا میں 'نفسوں' حلق اور مخلوق کے برسوں پندہ رساں فانام ہے
 جیسہ حد سے وحی کا فیض لینا ہے، ہر مخلوق کو پہنچانا ہے، پیغمبر کی تمام عمر گناہوں سے
 بے پروا ہے، ہوتی ہے پیغمبر کا تعلق عام قندس و ملکوت کے ساتھ جزو ہوتا ہے، اس کا
 دوسرے پیغام الہی کے کرنا مل ہوتا ہے پیغمبر ہاں لگی معجزات رکھتا ہے، زمین و
 آسمان میں اس کا عادی تصور ہوتا ہے پیغمبر کے اشارے، انگشت سے چاند، مگر
 ہو جاتا ہے، اس کی انگلیوں کے میوں سے جسے بہہ نکلتے ہیں، اسے حنن مجدد
 کہتے ہیں (اس کا عدد ٹکویا سے غیر مطلق ہے، اس کے عمل سے کمال نہیں ہے)
 شجر و حجر پیغمبر کو سلام کرتے ہیں (میں نے) پیغمبر کی کتاب لاتا ہے جس کی شکل اسے
 سے زمین و آسمان میں اس کا چرچا ہے، اگر کل عقد و عدا جمع ہو کر اس کی تفسیر چاہیں
 تو اس کی نصیحت سے قاصر رہیں، پیغمبر پاک شریعت پیش کرتا ہے، روحانہ کو نور علم و
 ایمان سے سوز کر دیتا ہے، مظاہرین سے طرہ چاہوں سے چہل کامرین کاں دینا ہے
 دو دور و دوں کو، ایک سے کہتا ہے اور مراقبوں کو اور مست پرستے کہتا ہے، وہ خدا ہے
 جس اور صورت و سیرت کی تمام خوبیوں میں تمام کمالات سے باہر اور بڑھ کر ہوتا
 ہے، کوئی شخص بھی اس کی کسی خوبی میں متاہ نہیں ہوتا پیغمبر کے لئے یہاں مست ہوئی
 ہے جو صلاح، ملاح اور روح رحمت و اعتقاد کے ساتھ رہا، تہذیب و اخلاق ہے، اس کے
 صحب یا نہ علم و عمل رہہ و تقویٰ و پورائیت میں سب سے خوشتر و بیشتر اور اس کی
 منہایت کی برکت سے جامع کمالات اور مظاہر خورق و کمالات ہو جاتے ہیں، پیغمبر کی
 تھیں دعویٰ بطلان سلطنت اور شہادت کا نام نہیں، یہ تمام امور باطل واضح ہیں لیکن امت
 کا کیا کیا جائے حق تعالیٰ مذاقت اور گری سے بچائے

ای میں تین چیزیں ہیں نفس، قلب، روح۔ نفس کی سرشت اسی کوں و فناء

”سرس وقت سر میٹھ رہا کرتے پھر سر یک سر حد مہدی کی صحبت اور عام فطرت کے شوق میں اس سے سر کرتا اور متاعِ دنیا کی طرف التفات نہ کرنا تو بڑی بات تھی۔۔۔ جب کہ وہ سر پہاڑی محفل وحشت و حمت شملت اور بے۔۔۔ کا مجموعہ ہے اس کا ترک کواب بڑا کام ہے اس پر مار کیجئے؟

اور اس کے فوٹ یہ ہے۔۔۔ پر سر ت کیجئے سر کسی نے اس کے کچھ حصے ہاتھ دھو لیا اور چند قدم چلا پورا ترک و سب ممکن ہے اس نے اپنی عمر دھنکے لگایا اور پٹی۔۔۔ پر حساب کیا۔

نیلں سر سے لی حاسبت یہی، قلع موٹی ہے کہ اس کا حوقطرہ حلق سے نیچے اُچھلے اور جو حوصت پی یا۔۔۔ نے وہ حص میں اصناف و تشنگی میں رہا دتی کرتا ہے۔۔۔ جب یہ کسی کو مست اور بے عاں ہو، اسے خبر کی ہے اس وقت اس کے کان میں نصیحت سننے کے لئے رستہ رہتا ہے۔۔۔ اس کے سر میں عاقبت اندیشی کی خواہش ہوتی ہے، یہاں کی مستی ضرور اور حکمرانی یہاں تک جتنی۔۔۔ جاتے ہیں کہ وہ پیغمبری اور خدا کی دعا و دعویٰ کر رہے ہوتے ہیں، فرعون سے سلطنت مصر (جس کا رقبہ چند مربع میل سے زیادہ ہے جو کلا) کے ملے پر دعویٰ خدائی کر رہا، دوسروں سے متعلق کیا کہا جائے؟ کیا وہ خدا سے بیٹا۔۔۔ ہیں خدا کہ حدادہ ہے جو آسمان زمین کو پیدا کرے وہ ہے اور تو اب تو ایب مٹی کا حید اور کبھی بھی پیدا نہیں کی، پھر یہ دعویٰ کیا، وہ یہ بھی نہ تھا کہ یہ تمام باتیں محض جنوں کی وجہ سے کہہ ڈالیں، اگر دیوانہ ہوتا تو حصر موی علیہ السلام کو اس کی دعوت کے لئے کیوں بھیجا جاتا، خلیفہ عظیم لہذا کی دعوت عقلا ہی سے سنے ہوتے ہے، مخالفین اور ایوانوں کے لئے نہیں ہوتی، اس کے دعویٰ خدائی کی بنیاد ۱۱ بونگی تھی بلکہ لہذا دین اور عروہ سلطنت ملے اس کو نون ہدایت میں متکا کر دیا تھا، بعض لوگوں کی فطرت میں غرور و حماقت کا ضمیر ہوتا ہے کہ فہم و تہیہ ان سے نکالی جاتی ہے وہ عقل طبی کے باوجود دیوانوں جیسے کام۔۔۔ میں اور دیوانوں کی سی بات

سے واقع ہوتی ہے یہی جسمانی لذت اور حسوں اور فطریوں اس کا معنی مال ہے۔
 نفس ریشہ اور ظہری ہے۔ درکنہ بعد جزا بدن کے ہے، اہل دین کے بدن بہت
 اس قدر لطافت اور ثوابت اسے حاصل ہے کہ عسوسات کو رہاقت نہ سستا ہے۔ وہ
 سننے، دیکھنے، سونگھنے، چھونے اور چمکنے کا کام نہیں کیا ہے۔ نفس کو عقلی اور روحانی لذات
 کی کچھ ضرورتیں، یہی نفس ہے جس نے آدمی کو اس عالم کا رقیب کر دیا ہے۔

اور روح عقیقہ سے اور نورانی نفس سے اور عالم پاک سے ہے، اس کی توجہ
 عام قدس کی طرف رہتی ہے، اس کی لذت علم، معرفت سے ہے اور حق تعالیٰ کی محبت
 اور لذت و مصافحہ مقدسین و معصومین کی کا حصہ ہے مگر چوں کہ اس کو بدن کے
 ساتھ تعلق ہے اور جس سے ہاتھ پاؤں کا عہدہ بنتا ہے، روح واقع ہوئے، اس لئے
 نفس کے عشق و محبت میں جلا کر رہتا ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ روح اور نفس کے
 تعلق کا مثال ٹھکڑا اور عورت کے تعلق کی بھی چائے روح اور نفس کے ادا و
 عہدہ قلب پیدا ہو۔ قلب اور روح اور نفس سے درمیان مٹ پڑتا رہتا ہے مگر کسی
 شخص میں رہائی کا کام غائب ہو گئے اور نفس و قلب اس نے تابع ہو گئے (یہ بہت
 نادر ہے) تو اس سے قسم قسم کی خیر و شر و صحت و بیماری اور اس کا غلبہ آگیا، اور
 روح و قلب تابع اور عدم میں گئے، اس سے ہر قسم کا شرف و ریا ہوتا ہے، یہ بات
 مشہور ہے اور بڑی جگہ مفصل بیان ہوتی ہے، یہاں مقصد ان کی سے مذہب و ورثہ کشی
 کا بتلانا ہے، کہ ایک طرف اس کی عقل میں کو ایک جانب چھوٹی ہے اور عقلی تقاضے
 دوسری جانب اور سو قسم کی حق اور محنت میں ہے چار سو ترقی ہے، یہ تو عقلی عام کے
 شدائد و دشمن ہیں جو ان کی کے سر پر آتے ہیں درگزر و سختی سے انہوں و شدائد کا
 ہر نفس میں کو شدائد و دشمنی اور ان کا قبضہ کرے تو حواس کی کچھ بیشمار حدیث میں
 آئے ہے "لو نعدموی ما اعلم نصحکم قلوباً و بکیم کثیر" "مراہم ما کہ مد اور
 معاد و آخرت کے جو حال میں جاتا ہوں کہ کیا کیا گزر چکا ہے اور یہ کیا پیش آنے

والوں سے ملے عیاب سے ساتھ لکھا اور محروم ہو گئے کہ ک اور تجزیہ میں مبادیوں کو یہاں
 ہٹانے کے ساتھ رکھا اور فقر و فاقہ کے ساتھ یکساں برطانیہ نے لئے ایک قاعدہ
 اور دستور عمل مقرر فرمایا تاکہ اس پر عمل کریں۔ کب چیز سے نکالے۔ فقر و معاشی سے
 نکالے۔ یا کسی سے ایک کو اسی درجہ میں رکھا۔ تمام معاوضوں کا سرچشمہ شریعت کی اطاعت
 و سلام کا عقائد ہے۔ اس بات کا یقین پیر ہوا چنانچہ سر عمل کا ایک بدلہ ہے اور
 مزہ و نجر ہے۔ یہ عمل کا اسامہ ٹیب و بدکاہ

اہل بیت تہا ضرور ہے۔ یہ شخص لڑکے تک عمل کا بدلہ دیا ہی میں چاہتے ہیں۔ اور
 امت سے غافل ہیں اور دوسری جماعت کا سطح نظر جز سے آخرت سے اور وہ کار یا
 کہ مسئلہ جانتے ہیں، اور جو شخص کسی مشروٹ کام و خدمت کے لئے رتناے اسکی اپنی بھی ہیں
 خاص ہے اور آخرت بھی، کیونکہ یہ اور آخرت انوں کا بدر النہ کے قطعہ میں ہے، خدا
 سے انتہا بخیر ہو۔

(صحنہ الرحمہ علیہ السلام محمد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(ماہنامہ الهدی، ۱۵ شعبان ۱۴۳۳ھ)

پایا جائے اس وقت تک وہ ہنسن نہیں ہوتی اور حیرت : یہ ریاضی الحق ہوتی ہے
 نبی علیہ السلام جو ترک دنیا و مخلوق کے کنارہ کشی کا حکم کرتے ہیں اور مخالفت نفس و
 طبیعت کی اجوبہ پیش کرتے ہیں نہ اسے مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کی عاف
 و رازی نہ کی جائے، اور جادو مستقیم کو نہ چھوڑ جائے، اور دینا، شریعت نے جو راہ و
 روش مقرر کی ہے اس کو ہم پھڑ جائے نہ میں صورت اگر کوئی شخص بظاہر، خلق
 ہوگا درحقیقت باخدا ہوگا، بصورت یہ میں ہوگا لیکن بمعنی تاک، یہ کہہ دے گا کہ تلہ
 اس صورت میں گرچہ بظاہر نفس کے موافق عمل ہوگا مگر درحقیقت اس کے خلاف
 ہوگا۔

اہل تحقیق کا ارشاد ہے کہ مقصد، موافقت حق ہے، صاف غرض مقصود نہیں یعنی
 سلوک میں جو نفس کی مخالفت کی جاتی ہے اور اس کی غم پر عمل کیا جاتا ہے، وہ صرف
 اس لئے ہے کہ حق تعالیٰ کی موافقت ہو جائے اور یہ سب پر چلنے والے گر نمود نفس
 ہی رہ رہت پر چلے جائے تا اس کی مخالفت کا کوئی معنی نہیں۔

دیباچہ کچھ قصید ہیں کچھ امیر، جو حاکم ہیں کچھ غلام، بعض مالک ہیں بعض
 مملوک بعض عوام ہیں بعض مہذب، میں فقر، امیر، دوسرے اور غنی و شکر و نظام و
 عدل و بری ہے اور عباد و اطاعت و مالکوں کو تم چاہتے اور مملوکوں کو خدمت و عار
 کے لئے اور اب و اب سے اور محمد و اس کے لئے غائب، جو شخص جس گروہ میں ہے
 اس پر اس سے کہ ہے وہ اس پر ہے اور طریقہ عدل، تھ سے نہ چھوڑے، ایسا
 شخص باطل، مقرر و مقبول، نگار ہوگا، اس لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ ہر
 جماعت کا سلوک اس کا پیشہ ہے، یعنی جس کام اور عمل میں مشغول ہے گرامر اور
 اب کے مشہور پر ہوگا مالک ہے شریعت مطہرہ کی دعوت بھی اس منہج پر واقع ہوئی
 ہے، چنانچہ مختصرت مختصر نے کسی حسن رفت میں وہ مشغول تھا کا سبب
 کا شکار کہ در غمت میں سے کام میں رکھا، تاجروں کو تجارت میں، مال و عیال

لد بیا

(مشکوٰۃ ص ۳۱۲)

ترجمہ: ہاں قتلوں سے بچے ہو شب تاریک کے ۔ یہ یہ کلزور کی مانند ہوں گے، اٹل میں سبت کرنا ان میں آدمی کی یہ حالت ہوگی کہ صبح کو سامنی ہوگا اور شام کو کافر اور شب کو موس ہوگا اور صبح کو کافر نصے گاویہ کے معمول سد کی خاطر اپنا عمل پچھتا پھرے گا۔

بعض روایات کے مطابق اس امت کی طبعی عمر ایک ہزار سال تھی، اس کے بعد سے سے ضعف پھری کا عارضہ لاحق ہوا اور وہ بتفاضلے عمر شدید امراض کا شکار ہوئے تھے، تاہم مصلحین و مجددین کی گمئی دل اور سورش باطن اس کو بہترین غذا پہنچا رہی تھی اور خود امت کے باطنی قویٰ مرض و سلام کی بداعت کا دم خم رکھتے تھے، مگر اسبہ اس کے تمام عطا شل اور باطنی قوی ملوث ہو چکے ہیں، اس کی قوت بد نصرت جواب دے چکی ہے، اب یہ امت قتلوں کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، بلکہ ہر موقع پر طوفان کے رخ بسے کی جوگر ہو چکی ہے، اس کے اندر معائنیں اس مریض جل بلب کی غلط چارہ سازی میں مصروف ہیں، اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس کا کیا کیا جائے۔ کبیں جمہوریت کے انجکشن سے اس کی بحالی صحت کی امید کی جا رہی ہے کبیں جمہوریت، معنویت کے تریاق کو اس پر آزما دیا جا رہا ہے۔ کبیں سائنس اور مانت کے کیپور اس کے حلق سے اُتارے جا رہے ہیں، کبیں موشرم کے دروازے سے چند لمحے تسکین دینے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر حیف کہ یہ بر خود غلط معائنیں نہ اس امت کے مزاج میں اس کے مرض اور اسبہ مرض کی تشخص کر پاتے ہیں، نہ اس کے علاج کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسے میں یہ مریض مرے گا جس تو، رہا ہوگا دکاں مہرہ قدر مقدور۔

فتنوں سے حفاظت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بن عبد اللہ و سلام علی عبادہ مدین صلی

محرم الحرام سے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے، گویا ہجرت نبوی (صلی صلیہا وسلم) سے اب تک زمانہ گروشِ ایمان کی حیرہ سو پانچویں مئیں طے کر چکا ہے اور آج سے ٹھیک ٹھہ سال بعد زمانہ حدِ سالِ مکوث بدر کر چودھویں صدی سے پندرہویں صدی میں منتقل ہو چکے گا۔ صدی کا آخری حصہ عموماً تیز و انحطاط کا دور ہوتا ہے، گزشتہ چند سالوں میں امتِ حقِ حوالہ سے دو چار بولے، انسانی قدریں جس چیز سے پہل ہوئیں، انسانیت کے آلام و مصائب میں جس سرعت سے اضافہ ہو اور ملتِ اسلامیہ پر انقلاب و تباہی کے جو پھڑپھڑنے اگر آئندہ ٹھہ سالوں میں عاتی و متزل کی یکی رفتار رہی تو ہمیں آہِ جا سکتا کہ چاروں صدی کے اہتمام تک دنیا انحطاط کے کس نقطہ تک پہنچے گی، بظاہر یہ آٹھ سال شدید فتنوں اور آزمائشوں کے سال ہوں گے جن کا نقشہ شہید وہ ہو گا جو صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آتا ہے

و دروہ لا عدل فیہ کقطع بسن المعظم

صبحِ الرحمن موم و یومی کافر و یومی

موم و یصبح کی قدر پیسہ دینہ نعرہ ص من

امن و امن کے عام حالات میں ایک سپاہی کو مقررہ وظیفہ دیا جاتا ہے مگر جب چاروں طرف بغاوت اور شورش کے شعلے بھڑک اٹھیں اور حکومت وقت سے سرکشی و سرکشی کی نفاذ عام ہو جائے اس زمانے میں کسی سپاہی کی جانب سے وفاداری کا مظاہرہ بڑی قیمت رکھتا ہے اور اس کا باقی فوج کے سامنے پیش کرکے ہو جاتا تو وہ مندرست سے دیکھا جاتا ہے، اسے ثلث شہس اور گرالظہر انعامات سے نوازا جاتا ہے اس کے منصب میں ترقی دی جاتی ہے اور اسے پیش بہ عہدہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

راج جب کہ بھڑی ہوئی انسانیت میں بے خالق سے بغاوت و سرکشی کی فضا عام ہے، احکام امیر کو توڑا جا رہا ہے، ہدایت کا قہہ اطراف عالم کو محیط ہے، ایسے حالات میں جو لوگ اپنے کریم آقا سے وفاداری و لطافت شعاری کا ثبوت پیش کریں گے انہیں پیش بہ انعامات کی دولت سے نوازا جائے گا۔ شخصرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

بعد دہ فی الہرج کھجرتہ سی

(مشکوٰۃ ص ۳۶۲ بروایت مسلم)

ترجمہ: ہجرت کے زمانے میں عبارت کرنے کا وجہ ایسا ہے جیسے

کوئی شخص ہجرت کر کے میرے پاس آئے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ”اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جس کو امت کے پہلے لوگوں (صحابہ کرام) جیسے اجر و انعام عطا کیا جائے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم کریں گے، اس کی نافرمانی سے منع کریں گے، اور ان لوگوں سے جو ہجرت میں جھٹلائیں، مقابلہ کریں گے۔“

(مشکوٰۃ ص ۵۸۳)

جن فتنوں کی طرف لوپر اٹھا کر کیا گیا ہے، ان کا آخری فتنہ دجال اعمور (کافروں کا فتنہ) کا فتنہ ہو گا جب سے اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کو پیدا کیا ہے دجال سے بڑا کوئی فتنہ آئندہ آئے گا یہ تمام فتنے جو آچکے ہیں یا نہیں گئے گویا دجال اعمور کے فتنہ کبریٰ کے لئے زمین تیار کر رہے ہیں، دجال کا فتنہ کب ہو گا؟ اس کا صحیح علم تو عظیم، صبر الہی کے پاس ہے، مگر نقشہ کچھ ایسا بن رہا ہے کہ شاید اب وقت زیادہ نہیں، یہ فتنہ سو مسلمانوں کا فتنہ اور غیث و طیب کے درمیان امتیازی نیکر ثابت ہو گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ ”جو شخص ہر جمعہ کو سورہ کف پڑھا کرے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا (مستدرک حاکم)۔“

ہر مسلمان کو اس کی فکر کرنی چاہئے، ہر جمعہ کو سورہ کف پڑھے گا خود بھی اہرام کریں، گھر میں بیوی بچوں سے بھی اس کی پابندی کرائیں اور بچے تمام متعلقین، دوست احباب اور عام مسلمانوں کو بھی اس کی دعوت دیں، حضرت علامہ کرامت اللہ سورہ کا درس دیں اور اس کے مضامین کی مسلمانوں کو تربیت دیں۔ اس سورہ کی مرکز کی دعوت یہ ہے کہ ایک مسلمان میں کم از کم صحاب کف ثابہ جندہ ایمان پیدا ہونا چاہئے۔ کہ ماسوا اللہ کی ہر دعوت کو شیعہ (یہودہ ملت) کہہ کر ٹھکرا دے اور وقت آنے پر حویش اقرباء و رشتہ دار کو جمع کر اللہ کے نام پر کسی کوٹ گنتی کی طرف ہجرت کر جائے۔ دنیا کی رنگارنگی کا سبب بدھ اس کے عقیدہ ایمان کو متزلزل نہ کر سکے، اس کے نزدیک آخرت کی ”باقیات صالحات“ کے مقابلہ میں متاع دنیا کی تمام رعنائیاں اور دلچسپیاں دروہیے مقدار سے بڑھ کر حقیر و ذلیل ہوں، اس کا عقیدہ یہ ہو کہ آخرت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر صرف دنیا کے لئے مرنے کیجئے دے امتحان کا ثوبہ ہیں جن کے ہاتھ حسرت و پشیمانی اور حسرت و نقصان کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

چند باتیں دوسرے جہان کی تین بھائی، تین قبریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

تاریخ میں عساکر میں صدقہ بن یزید سے صل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے
عربوں کی ایک جگہ تین قبریں دیکھیں جو بلند زمین پر واقع تھیں۔ ایک پر یہ قطعہ
لکھا تھا

وکیف یستعیش من هو موفی

بار المصابا منہ ستعجلہ

وتسبہ مدکا عظما وبعوہ

وتسکہ البیب المدی بو آحہ

ترجمہ: ایک ایسے شخص کو بذات پیش کیونکر نصیب ہے جسے یقین

ہے کہ موت عنقریب اسے اپنا تک واپس لے گی جس کی حکومت و

سلطنت عنقریب و غور اور کروفر خاک میں ملا دے گی اور اسے

اس پر فتنہ ملنے میں جن سہولت مندوں کو اپنے ایمان کی فکر اور حفاظت خداوندی کی نگاہ سے دور جو اس بطورف اور فی من اللہ کے ذریعہ امت کو ایمان و عمل کی لائن پر ڈالنے کی محنت میں کوشاں ہیں، وہ بہت ہی مہذبہ کہلو کے مستحق ہیں، انہیں قسماً سے گھبراتا نہیں چاہئے کہ یہ ان کے لئے نصیب الہی درجہ و ترقیات کا وسیعہ ہیں۔ مگر خود ملکیت کے گرداب سے نکل کر ایمان و یقین کی راہ پر پڑنا اور بد ملک خدا کو اس کی دعوت و تاغیر اس کے ممکن نہیں کہ وقفہ وقفہ کے بعد کچھ وقت نکل کر فقہ والوں کی پاکیزہ مجلسوں میں حاضری دی جائے، ہر فقہ کی مسجد کو فقہ و احکام کی رہی ضروریات اور ایمان و عمل کی دعوت کا مرکز بنایا جائے ہر گھر کو ذکر و تلاوت سے معمور کیا جائے، اور اس کے لئے جتنی محنت کی جائے کہ ہر مسلمان کا راہبہ مسجد سے استوار ہو جائے، اس یہ ہے آج امت کی سب سے بڑی ضرورت۔

”چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے اس لئے اس کی حفاظت فرض علی کفایہ ہے پس ہر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالوے جس سے حساب قمری ضائع ہو جائے، سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے (تو) دوسرے حساب کا استعمال مباح ہے، لیکن خلاف سنت سلف ضرور ہے، اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے واجب الفضل، احسن ہے“
(ضمیمہ باب ۶۔ حضرت حیدر علیؑ سے)

کہنے کو تو چھوٹی سی بات ہے مگر ہے بہت بڑی۔ انگریزیت کے ریر اثر ”ج“ کے رجدار حقوق میں بھی انگریزی تاریخ کا رواج ہیہ عام ہے کہ اسلامی تاریخ کی سنت بہت سے حقوق میں مٹ چکی ہے، ”یہ نئے نئے سل کے“ غلط پر اس سنت کے احیاء کا عزم کریں۔
ووفقاً للکمل حبیب و معاد۔

تین قبروں کے کتبوں کا ذکر کیا۔ ان پر غور کیا وہ بولے کہ ان کا قصہ اس سے بھی عجیب تر ہے، میری فرمائش پر انہوں نے بتایا کہ یہ تین بھائی تھے، ایک پادشاہ کا حاشیہ بردار تھا، رسول اور فوج کے متحدہ مناصب پر لازماً تھا، دوسرا ایک امیر کبیر سرحد پر تھا تجارت کا جال در در تک پھیل ہوا تھا۔ تیسرا عابد و زاہد تھا، دنیوی علاقے سے الگ تھلگ یاد مراد میں مشغول تھا، عابد کی موت کا وقت آیا تو اس کا وہ بھائی جو شہلا کا ہم نشین ہو ان دنوں قید وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے اسی صوبے کا گورنر تھا، ہرزہ سرا بھٹی جو تاجر تھا بدوؤں اس کے پاس آئے، اور اس سے وصیت کی فرمائش کی، اس نے کہا: نہ میرے پاس مل ہے جس کے خرچ کرنے کی وصیت کروں، نہ مجھ پر قرض ہے کہ اس کی لوٹگی کی تائید کروں، نہ کچھ سلطان چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اس کی تقسیم کے بارے میں کچھ کہوں، البتہ ایک ہت کا، وعدہ کرو کہ تم اس کے خلاف نہیں کرو گے، جب مروں تو مجھے کسی اونچی جگہ دفن کر کے میری قبر پر یہ قطعہ لکھ دو (پسہ قطعہ جو لوہے پر قفل کیا گیا ہے) بعد ازاں تین دن تک میری قبر پر آتے رہو تاکہ شہید حمیس اس سے عبرت و نصیحت حاصل ہو۔ دووں بھائیوں نے اس کی وصیت پوری کی، تیسرے دن جب گورنر صاحب نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت سے فارغ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا تو قبر کے اندر سے کسی چیز کے نذر سے گرنے کی آواز سنا لی جس سے وہ کانپ گیا، اور نہایت خوف اور وحشت کی حالت میں گھر لوٹا رات ہوئی تو مرحوم بھائی کو خواب میں دیکھا، اس سے دردمت کیا کہ یہ خوفناک آواز کیسی تھی؟ اس نے بتایا کہ یہ ہتھوڑے کی آواز تھی مجھ سے کہا گیا کہ تو نے فلاں وقت ایک مظلوم دیکھا تھا مگر اس کی مدد نہیں کی۔ صبح ہوئی تو گورنر صاحب نے اپنے بھائی اور دیگر خواص کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ اس نے اپنے قلم موجودہ مشاغل سے دست کش ہونے کا اہمہ کیا ہے، چنانچہ اس نے امارت و ریاست

آخری گھر میں قیام پر مجبور کر دے گی۔

تیسری قبر پر یہ قطعہ لکھا تھا

وکیف یلذذ بعیش من بوعالم
 ما الہ الحق لا سوائہ
 فیاحد منہ ظمہ لسانہ
 وسحرہ بالخیر الہی بو سعہ

ترجمہ :- اور ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہو جو چاہتا ہے کہ الہ العالین اس سے یقیناً محاسبہ کریں گے اس کی جانب سے بدگوئیوں پر جو ظلم ہوا اس پر مواخذہ ہوگا اور اس سے جو خیر کا کلام کہ ہوگا اس کی جزا دیں گے۔

تیسری قبر پر یہ قطعہ لکھا تھا،

وکیف یلذذ بعیش من بوحسانہ
 الی حدث نسی الشیاب مزلہ
 وتذہب حس الوحہ من بعد صونہ
 صریحا ویسی حسہ و معاصہ

ترجمہ :- اور ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہو جو ایک ایسے گزرمے میں پہنچنے والا ہے جس کی منزلیں اس کی جوانی کو تجارت کر دینے کی پہنچتے ہوئے چہرے کا سارا حسن چہرہ لحوں میں جاتا رہے گا اور اس کے جسم کے جوڑ ہٹ دیتا رہتا ہو جائیں گے۔

قریب ہی ایک بستی تھی جس میں شہزاد وہاں کے ایک بڑے میاں سے لڑن

جواب میں دیکھنا حالِ حال و ریاضت لپو پاس لے کر:

"بیٹا" تمکوڑے دوس بعد تو ہمارے پاس پہنچے کل سحاحہ چار خست تہاں
نے سول سفر پہ روانہ ہوئے کی تیاری جلدی کرو اور جس مہرے سے کوچ کرو
، ہے وہ وہاں سے پناہ ملے اس منزل میں منتقل کرو جس میں تم کو رہائش اختیار کرلی
ہے۔ لیکھو اس دور کے میں مت بڑو جو باطل کے پرستاروں کو لگا ہے، اسوں سے اپنی
پیدوں کو طوبیہ یا نور معاد کے معاد میں کو چھ لعلی سے کام لے، میں سرت سے
وقت مرست ہونی اور اساعت صبر پر اسوس ہو، مگر نہ تو موت کے وقت مرست میں
نے نئے سو مند ہوئی نہ اس وقت اپنی کوتاہی پر اسوس رہے سے انہیں فائدہ ہوگا۔
جس میں جلدی کرو جلدی کرو جلدی کرو۔"

بڑے مہل سے چلایا کہ جس رات اس بوجہاں نے جواب دے لیا اس رات کو
میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے اپنے جواب کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میرے
والد صاحب سے مجھے تین بار جلدی کرو جلدی کرو جلدی کرو کا حکم دیا ہے۔ اس لئے
میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کے میں مینے یا تمہیں ت باقی رہ گئے۔ چنانچہ جس میں
ہو تو اس سے اپنے اہل و عیال کو بدنام نہیں رکھتا، نہ ضرورت کی تو قبضہ رخ ہو
کر کلہ شہادت پڑھتے ہوئے جاں بھری کر کے سپرد روی۔

(اتحاد السلام، مشرق، ۱۰ فروری ۱۹۵۷ء)

سے، 'مشغول' یا 'بھگل' میں میرا کی اور عہدوت میں مشغول ہو گیا، اس کی وفات کا وقت
 یہ تو اس کا ماجر بھائی حاضر ہو اور اس سے وصیت کی درخواست کی اس نے کہا نہ
 میرے پاس مال ہے نہ قرض۔ البتہ میری درخواست ہے کہ جب مرنے لگاؤ تو بھائی کے
 پہلو میں مجھے دفن کرو اور میری قبر پر یہ قطع لکھو (یہاں دوسرا قطع درج ہے جو
 اوپر ذکر کیا گیا ہے) اور تین دن تک میری قبر پر آئے رہو، اس کا انتقال ہوا تو اس کے
 بھائی نے اس کی وصیت کی تفصیل کی 'تیسرے دن جب قبر پر حاضر دس کرواہیں
 ہونے کا ارادہ کیا تو قبر سے ایک خفاک آواز نکلی، 'ی س سے س کے حوس معطل
 ہو گئے' کانپتا ہوا گھر لوٹا، رات ہوئی تو بھائی کو خواب میں دیکھا اور حل احوال دریافت
 کیا، اس نے بتایا کہ مجھ شد ہر طرح خیریت سے ہوں اور توبہ بر خیر کو جمع کر رہی رہتی ہے
 پوچھا کہ دوسرے بھائی کا کیا حال ہے؟ کہا وہ تو بیمار کے ساتھ بست ہی بلند درجہ پر
 ناز ہے پوچھا کہ ہمارے ہمارے میں قصدے یہاں کا قانون کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ
 جس نے جو کچھ آگے بھجا ہوا ہے مل جانا ہے، اس کے تم بھاری سے قبل اپنی مال
 داری کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ صبح ہوئی تو اس تیسرے بھائی نے بھی توبہ
 کی دنیا کے پیش و آرام کو چھوڑ کر اس ملک و دولت و مساکین میں تقسیم کر دی اور
 تمام مضافات سے یکسو ہو کر عہدوت میں مشغول ہو گیا، اب کاویار اس کے لڑکے نے
 سنبھل لیا، اس کی وفات کا وقت کیا تو ساتھ اس کے لے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابا مل!
 کوئی وصیت فرمائیے۔ جواب دیا ایسا میرے پاس مال نہیں جس کی وصیت کروں،
 البتہ جب مرنے لگاؤ تو مجھے دونوں بھائیوں کے پہلو میں دفن کرو اور میری قبر پر یہ قطع
 لکھو (یہاں تیسرا درج ہے جو اوپر نقل کیا گیا) بعد ازاں تین دن تک میری قبر پر آتے
 رہو۔ بیٹے نے باپ کی وصیت پوری کی، تیسرے دن جب اس کی قبر پر آیا تو اندر سے
 ایک مہیب آواز سنی، 'خوب و ہر اس کی حالت میں گم'، اٹا اٹا ہوئی تو والد صاحب کو

میں ہم میں دس رات وہاں ٹھہرتے تھے۔

- ۴ حضرت مسیح موعودؑ کہتے ہیں کہ یہ قوم میری طرف سے
 ہے نہ ان کے۔ مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا ہے۔
 ۵ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت سیدنا محمدؐ کو شہر پر

وعدہ لدین بعدن فی کتبہم

و بعید فی کل کجند الاحرب

بعادہن معافہ و ملائکہ

و وعدہ فائزہم و ان لہ یثعب

میں ہم میں سے یہ سب پرچہ لکھا ہے۔ جب نہایت دور کے لوگوں کو
 پہنچتے تو ان پر یا مرقیٰ اور یا مرقیٰ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ رشتہ نقل کر کے
 دیا کہ موعودؑ نے ان سے دور کے لوگوں کو نصرت کا کیا حال ہوتا؟

۴ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر اس وقت کے پہلے
 لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے معصک کے کسی واقعہ میں نکلتا تو وہ لوگوں کے
 پاس اپنی حالت میں آئے کہ جس مقام پر وہ وہاں تھے ان میں سے کسی کو نہیں
 پہچانیں گے۔ تمام اہل بیت سے جو یہاں تھے وہ بھی یہ کہ حضرت اہل بیت
 و انہوں نے ہر ایک شخص پر ہر شخصیت پر ہر ایک شخصیت و ہر ایک شخصیت پر ہر ایک
 شوق و رغبت کا جو ایک تھا۔ اس کا مقصد بعد کے لوگوں سے کیا جائے تو بعد
 کے لوگوں سے کہ منہ سے میں خدا علی میں تھا۔ ان طرح حضرت بائیس نے
 خدا علی میں بائیس و ترقی سے بعد ان وقت کے حادثہ راہداری نے اظہار علی

تھا، اسکی بھی صحاح اور تالیفیں پر مشتمل مسرت ہے آپ دیا
 کے سامنے خیر کے ساتھ پیش کرتے ہیں تو فرما بنے کہ آپ کے
 پاس اس امر افس کا کیا جواب ہوگا؟ حضرت سید کا تقاب ۱۳۱ھ
 میں ہو رہا تھا۔ اور حضرت عائشہ کا انتقال ۱۳۱ھ تک (تو
 خلافت راشدہ کا زمانہ تھا۔) (ابن عساکر سلام ۱۳۵۵ء)

مطرح بالا میں امام عبد اللہ بن مبارک کے مقصد کی جو وضاحت کی گئی ہے
 اسے اچھی طرح سمجھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ معاصرین نے ہماری قابل فخر تاریخ پر
 غلطیوں کی ذمہ داری جو اسے افس ال رویہ سے خد کر کے کی کوشش کی ہے، اس کا
 میں موصوف کی خوش فہمی نے سوچا نہیں وہ خوش فہمی اس سے پیدا ہوں کہ عصر
 میں اپنے تحریر میں "چیراں کے رویہ ان اختیار کرنا بھولیں گے۔"

پہلی چیز، مانی قابل فخر تاریخ، اس کا صدقہ اس سے اسے اس تک
 تسلسل ہے۔ اس کی تاریخ کا آغاز "تکسیرت" سے ہوا، اس کا اختتام
 قیامت پہ ہوگی۔ اس میں ایک حد کے لئے بھی کبھی انقطاع ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ
 کا ایا مواد میں جس طرح کل مدد تھا "ج بھی رہا ہے۔ قرآن کریم پرے ہاتھ و
 معانی کے ساتھ جس طرح دور یوں میں محفوظ تھا، "ج بھی محفوظ ہے۔ آنحضرت
 ﷺ کے رسالت صحبات جس طرح دور صحابہ میں محفوظ تھے "ج بھی محفوظ ہیں اور
 پورے فچر میں جس طرح صدر اس میں محفوظ تھا، وہی طرح "ج بھی محفوظ ہے اور
 قیامت تک کے گا۔

پھر اس میں پر غلطی و اعتقاداً اور حالاً دو دو قائل کرنے والوں کا ایک جم غفیر
 بھی ہر زمانے میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور رہے گا، یہ ہے ہماری قابل فخر تاریخ جس کی

۵۔ مہاجرین یا جانے تو یہ لوگ ان کے مہاجرین کا لہجہ معلوم ہوں گے

یہ فتنہ جو امام عبداللہ بن مبارکؒ کے پیش کیا ہے بالکل فطری فتنہ ہے جس کا مدعو ہر شخص اس سے سبب، تمیز، ماں قبل کے حالات سے آج سے حالات کا مقابلہ کرنے کے بعد کر سکتا ہے۔ بالکل اس شخص کو حق نقول۔ ہاشم بصیرت و طہارت سے صاف نظر آئے گا۔ اس حلقہ و عمال میں ترس و حیرت اس خبری سے پھر رہا ہے کہ ہرگز شیعہ نقل آج سے بہتہ معلوم ہوتی ہے، قیام پاکستان سے رہا۔ میں لوگوں کے حقائق و حقائق کی جو بیعت تھی وہ آج کا حیرت نے بے یقینی میں موٹا کر دیا ہے بقول: ہر چیز گمراہی شیعہ۔ ایک معاصر نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے صندوق یا فتنہ سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے

”کون (امام بن مبارکؒ نے قور کے حقائق اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پچیس برس میں سال بعد یعنی حضرت لیدؒ کی وفات سے قبل دو صحابہ کے مسلمانوں کی وہ حالت ہو چکی تھی کہ انہوں نے حضرت لیدؒ سے شیعہ میں کہا۔ حضرت عائشہؓ سے ان سے چند روزوں میں بعد کے نوٹوں کو (پروسیہ) تا لیدؒ پر مشتمل تھے) حضرت لیدؒ کے زمانے سے ہی یہ سب ثابت ہو گیا۔ حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے اپنے عہد کے مسلمانوں کا دیکھا اور جناب امام زہریؒ سے اپنے زمانے کی حالت ان سے بھی پتہ چلتی۔

مگر جو یہاں پیش کردہ تاریخ کی روشنی میں حقائق تھے۔ انہیں یہ کہا جی تھا وہ انقلاب عظیم جسے قرآن کریم کی تعلیم و رسول اللہ ﷺ کی تربیت نے عہد میں۔ حالت میں پیدا کیا

میں یہ سمجھنے کے لئے پتے پتے اور نئے جھوٹے کاموں کا ہر سونڈا لے کر دوڑتا تھا، لیکن وہ
 یہاں اور ہر جگہ کے مقابلے میں جیت کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں وہاں کا ہر
 دنیوی صفت نہیں دیکھتا تھا۔ اس کے مقابلے میں اس کے ہاتھوں میں وہاں کا ہر
 سے وہاں کا ہر دنیوی صفت نہیں دیکھتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں وہاں کا ہر
 کوشش کی ہے۔

مجھے یہاں کوئی تاریخ کا دور نہیں ملتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں وہاں کا ہر
 تو وہاں کی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں
 خود اس کے مقابلے میں وہاں کا ہر دنیوی صفت نہیں دیکھتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں وہاں کا ہر
 کہ وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں

یہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں
 وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں
 وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں

(یہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں ملتی تھی، وہاں کوئی تاریخ نہیں)

نیام کا بتا رہا اگل جانے محو حش و معشی سے غربت کرسہ واپس ہی ختم ہو
جائے تو اسال اور پیوپ کے ار میں یہ فرق رہ جاتا ہے۔

۳۔ جس جہ دھرم کے شعائر نہ تھریخ و تماشا کا دریچہ بٹایا اور "نہ ظلم"
تیار کی تھی یہ خطرہ کی پہلی گھنٹی تھی کہ اب اسامہ کی وئی چیز ال اورندوں کی
دستبرد سے محفوظ نہیں رہتی۔

۴۔ چہ ایک در قدم عید اور "نجر اسامہ" کے چہ سے مجھ پہ کرم کی
تخصیصوں و ہونہ حب کا شان بدیا اور اس کی لغت پر نامہ ہر معنیوں پر اس کے
نوع و اصل کے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ فتنے کا یہ طوفان سمندوں
سے تھیل پراتے اور سب پر اور راست دات اقدس بیوی (صلی اللہ علیہ و سلم)
کی طوفان کی دیش سے تھر تھوکی کہ مسلمانوں کی بے بسی سے اس پر بھی
انگڑائی نہ لی۔

۵۔ یہ خرمہ و درہ آہن کیا کہ "تخصرت صلی اللہ علیہ و سلم کی ات مقدم
کو یٹھروں اور بکڑوں کے ٹھنڈے اور ناچنے کا تھا" مشق بن گیا اور یوں
سامرائی اپنے حدود سے منسوب میں کامیاب ہو گئے۔

۶۔ اور اس کے بعد اس ہتھکڑی ہٹا چکے کہ عوامانہ حد اعلیٰ کی دات کو بھی
رہو قلم پر نہ تھا۔ کادور مسلمان خدا اور فرشتوں کی غائبیں دیکھ دیکھ مراحس کو
مازہ در "حرمات اللہ کی مٹاؤں میں" رہیں گے۔ آف سے ہماری زندگی "اور
یہ سے ہماری مسلمان" ہر اسے جب جی کھر کو کہ جرات ہوئی کہ "محبوب" سودی
دین "محبوب" کے سامنے قدم بیوں کے ہم حضرت حمی وہ صلی اللہ علیہ
و سلم کی ات مٹا و مقدم کو پہنچا۔ عربوں کا شانہ ہمارے ہیں مچھن کو مل

دور کا جباری ہیں ہے جو روزگار جنگہ مریخی ۱۵ مئی ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں
 شائع ہوا۔

تیسرے مضمون حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع بکری مدظلہ العالی
 کے طویل خطاب مگر مئی ۱۹۷۵ء ہے جو حضرت سے مدظلہ العالی سے مولانا
 بن مدظلہ کے نام رسالہ فرمایا ہے

یہاں میں ترتیب وار قیومہ مضمون پیش خدمت ہیں

۱

مسلمانو! متحد ہو جاؤ

ناموس رسالت کے خلاف یہودی سازش اور میں لائق توجہ ہے۔

برادران اسلام! ناموس رسالت کی خاطر توجہ کا وقت یہ ہے۔
 عام اسلام کے خلاف یہودی سازشیں بے نقاب ہو چکی ہیں۔ عرب اور اسے
 یہودی پٹی مدوم سازش کے تحت خاتمہ ہر عیسائیوں والے مقدس میں گتہ فی
 ساریت ہر کے حیات طیبہ کو فتنے کی کوشش میں سرگرم عمل سے پہنچے ان
 ارادوں کو عملی جامہ پہانے کے لئے اب یہودیوں کے ساتھ 'توحید' بھارت'
 عربیہ اور ملی نے گتہ جوڑا۔ کے مل واک صد یکٹر ور یکٹر ہوں۔ دریغ
 صحیحہ میں "محمد رسول اللہ" کے نام سے دس ملین، امری ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۶ء
 میں نام تیار کر رہے ہیں ملک قریب "حکامہ" سے یہ رب کے مل واک کے یہ ایکٹر
 راضی میں سکات اور حکامیت کا مدار امریں کے 'سری' اور 'خار' سے
 بہت پہلے یہ انشکاف کیا تھا کہ جس طرح "توحید" حضرت میں مدظلہ العالی

نوٹ تمام علماءِ رام پور لطیف حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ اس اشعار کو خطبہ جمعہ کے موقع پر بیان کریں اور حالتِ مساجد میں یہ ساریوں کی سرشاری سے سکا کر لیں اور قلم کے خلاف نہ ہو۔ ہر اقدام کا سہرا دیتے کے لئے تیار کریں۔

۲

سیرتِ طیبہ پر قلم کی غرض امت مسلمہ پر ارشاد نہیں کر سکتی
اس اسلام دشمن سرشار کو ناکام بنایا جائے عالم اسلام کے مفتی شفیق
اور مولانا پوری کی اجیل

آئی ۱۴۱۱ھ کی شب رپور میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرور اور علوم
ہیں اور حضرت مولانا محمد یوسف پوری صاحب مستم ہر روز۔ جب یہ دونوں
آئی۔ یہ اشتراک بیان میں رہتے۔ بعض اعلیٰ و میر اعلیٰ اس سے
معلوم ہوئے۔ ہنری ایک لکھنؤ میں بھی محمد رساں خاں نام کے سیرت
طیبہ لکھنے والے شرمناک اشتغال تھے۔ اس پر موصوفہ پر مسلسل عمل
رہا۔ عالم اسلام کے شدید دشمن سے چونکہ یہ لکھنؤ کی تبلیغ کے
تائید کیا جاتی تھی۔ مخالفین میں ہر روز اس قسم کی کارروائی
و اشتراک تھا۔ جس میں بے شک مسلمانوں کی طرف سے شدید رد عمل کی
تائید۔ اس پر موصوفہ پر عمل کی حرمت نہیں ہوئی تھی۔ اب بیجا کی
سرشاری۔ یہ سارا دنیا سے اپنے ملک میں ہی لکھنؤ شوٹنگ کی چارٹ وے
کا ہے۔ اس پر صحابہ ہیں 'عالمِ دینہ' کے اعلیٰ علم اور مسائلِ مسلمانیوں
سے اس لکھنؤ کے خلاف آپ عم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس مسئلے میں رابطہ عالم

نہ جیسا کہ اس سے حضرت عیسیٰ کی عظمت کا دل سے ہی ظہور ہو رہا ہے۔
 فلسفہ یہ کہ انہوں نے مسیحیوں کے دلوں اور دماغوں سے ٹھٹھکاؤ نکالنا چاہتے ہیں۔ "اس
 سے۔۔۔ یہودی شہیدان حقیقت سے نا آشنا ہیں کہ ان پر تو انہیں اور قرآن کی
 حقیقت کا وہ بڑا اثر ہے جو یہاں ہے۔۔۔"

مسلمان! اللہ تعالیٰ کا ہر وہ پیارا بندہ۔۔۔ جس سے میدانِ عمل میں ہر وہ پاد
 اور اس روحِ آراش سے ہر غمخوار کے لئے پاد میں رسالت کی خاطر تنہا
 دشمنوں کی زبان بکھول دیتی ہے۔۔۔ انہوں نے محمد پر رہا ہے کہ محمد یہودی
 کھوہر ہے۔۔۔ تاہم یہ کہ وہ میں سے اور جس سینہ میں بھی اس فکر کی مائش کی
 ہے۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک جی صلیبی جیسی۔۔۔ منہ
 میں ہے۔۔۔ اس کے جسے جس مسلمان ہوتی ہے۔۔۔ علماء و مفسرین۔۔۔ ایک
 مائش ہے۔۔۔ اس کے تحت ان کی یہ کہ یہ دور جو وقت ہے۔۔۔ جسے جامع مسجد فراموش
 میں ہے۔۔۔ اس رسالت کی حاکم سے نام سے ایک عظیم الشان "کارہ" ہے۔۔۔ وہ
 انہوں نے اس میں ہر وہ دور اور یہودی و سامری سادشوں کو۔۔۔ ایک
 کریں گے۔۔۔ جیسے عام کے بعد یہ اہل ارتداد ہے ایک انتہائی مہربان ہے۔۔۔ وہ
 وہی منہ میں ہے۔۔۔ وقت۔۔۔ یہ کہ یہ اہل ارتداد ہے۔۔۔ وہی دور ہے۔۔۔
 اس سے عام میں۔۔۔ اس کے ہر وہ دور میں جس میں تیار ہو گا اور تاریخ مقرر
 ہے۔۔۔ وہی دور ہے۔۔۔ یہ کہ یہ دور میں جس میں شکل میں ہے۔۔۔
 اسلام میں، انہوں نے اہل ارتداد سے ان کو آگاہ کیا ہے کہ یہ ایک ایسے دور۔۔۔ انہیں
 بعد کے عام ہو گا۔۔۔ وہی دور ہے۔۔۔ انہوں نے قرآنی حاکم ماضی سے کہہ کر دے گا

کی محمد سے وہ ہے تو ہم ہیں
 یہ ہم چہ ہے کیا ہوتی و قلم تیرے ہیں

حاجہ کی کانفرنس میں پیش کرنے کا عزم بھی طبعیاً بخش ہے، لیکن چونکہ اس
 کام میں بھی دیر ہے اس لئے اس منصوبہ کے اندازوں سے ہر دست
 الگ قدم برے ہیں اس سے ہر رکھنے کی کوشش طائرانہ ہونا چاہیے۔
 نہ کہ مرنے والی فلم کا شہدہ مستقل طور پر پیدہ ہو جاوے۔ اس کا
 منصوبہ کا پہلا آزمائشی قدم تھا اور جس کی شدہ پکڑ فلم میں ہو تو اس طرح کی
 دسری فلمیں تیار کر سکی جیسا کہ ہوئی۔ یہاں۔ وسعت بھی ضروری ہے
 فلم کے اندازوں کی طرف سے یہ یقین دہانی، نقل و حرکت کے کہ فلم کا نام
 میں آئے گا اور رسوں۔ رم صلی اللہ علیہ وسلم اور حفصہ رضی اللہ
 عنہا کی شبیہ فلم میں نہیں آئے گی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بہت طبعہ کاکو بھی
 حصہ فنانس اور سی بھی محال با کسی بھی مقدس و حرمت و شجاعت و فلم
 سے برے پریش کرنا مسلمانوں کی شدید و آرزو اور سفارشی ہے حرمتی ہ
 موجب ہے۔ اس قسم کے ہر اقدام کی بڑھانے بغیر مسلمانوں کا مطالبہ پور نہیں
 ہو گا۔

درود و دعا

عزم و تحریر مولانا اعجاز محمد عسکری صاحب مدظلہ العالی رحمہ اللہ کو
 صحیحہ و الخیر و رحمہ اللہ و سعۃ خیر و سعۃ خیر و سعۃ خیر و سعۃ خیر۔
 اس ۲۱ ش کو طبرکہ محمدیہ کے بعد میں اہم کریم صاحب کے پاس
 سے آیا ہوا ایک اشتہار یہ کہہ رہی تھی کہ کچھ کردائیں مرد عیوب و دشمنوں میں سے
 سے اور رہو (یہ وہی اشتہار ہے جو وپر سر میں نقل رہا ہے)۔ محمد یوسف
 اس کے بعد میں نے عزیز مرحوم سے کہا کہ اس کی دس ہزار نو کپیال چاہئیں۔

اسلامی مسر کی جمیع بحث الاسلامیہ جامعہ زہر شیخ الدور ہمدردہ سورہ کے شیخ
 الخمد سورہ پائتاں کی اورات مدہ ہی سورہ بیانات کے احتجاجی حرامی شائع ہو
 چکے ہیں۔ معبود ہوا ہے کہ اس قلم میں یک غیر مسلم یکٹر حضرت حمزہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کا سورہ ۱۰۷ ہے۔ متعدد یکٹر مس مختلف صحیبات نے ردیہ میں
 پیش کی جارہی ہیں اور اس میں رقص سے منہ ہرے کے غے یف اسرائیل
 وقاصہ کی خدمت حاصل کی گئی ہیں امریکہ بھارت افلی اور اسرائیل اس
 فلم سازی کی عملی حوصلہ دہی کی ہے اور اس طرح دنیا بھر کے اسلام دشمن طبقے
 اس جھڑوہ چنارت پر گھی لے چرخ ہوا رہے ہیں غے میں کیا ہے کہ یہاں
 حکومت کے سامنے اس فلم کا دورہ پیدا کرنے کے لئے تبلیغ اسلام کا متحدہ خیر
 ہمد پیش کیا ہے ایک جو بڑے یہ سادہ پیش کرتے ہیں اور اس کو قبول کرتے
 ہیں وہ اسلام کی روح اور مزج سے بالکل بے سر ہیں۔ اور تو ہی شرمناک اور
 ناپاک فلم کو تبلیغ اسلام کا درجہ سمجھنا ایک السوساک مذاق منے سو کچھ نہیں
 در اسلام دہر کے سر شیعے کی طرح تبلیغ کے بھی کچھ اصول و رپ رکھتا
 ہے اس اصول کا حق سے مخالف ہے کہ بے منو و کی تعدد بڑھانے کے
 لئے ہر خطا طریقہ حقیر برتا جاوے اور اس مقصد کے لئے بچے مندس اکابر
 کی عظمت و تقدس اور اپنے دوسرے نیادی اصول کو بھی قرباں کیا جا سکتا ہے۔
 ہم دنیا ہر کے مسلمانوں سے بیل کرتے ہیں کہ وہ اس دشمن اسلام منصوبہ کو
 جانب میں ہانے کے لئے مسلمان ہو جائیں اور جو گاہ اس منصوبہ پر عمل پیرا
 ہیں اس پر یہ ثابت کر دیں کہ مسلمان اس ناپاک فلم کی نمائش کو کسی قیمت پر
 برداشت نہیں کرے گی۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان سے جو اقدامات کئے ہیں
 وہ مسلمانوں کے جدیبات کی صحیح ترجمانی پر مشتمل ہیں اور اس مسئلہ کو ذرا سنے

- ۱۔ اس ٹیگ یسودی منصوبے کے خلاف مسلمانوں کا پچہ پچہ سربراہ احتجاج بین
جائے کوئی مسلمان چہن سے نہ مینھے جب تک کہ یہ منصوبہ دفن نہ ہو جائے۔
- ۲۔ یسویا کے مسٹر قذافی اور دیگر عمائدین کے نامہ حقجوئی مار بھیجے جائیں۔
- ۳۔ مساجد میں قرارہ میں پاس کر کے پنی حکومت اور عام اسلام کی ممتاز
فخصیوں کو بھیجی جائیں۔
- ۴۔ حقجوئی کے لئے جلسے کئے جائیں اور ال میں قرارہ میں پاس کر کے
بھیجی جائیں۔
- ۵۔ مسلمانوں سے دنہ یسویا کے عزت مآب منیر سے ملاقات کر کے اسیں
اپنے جذبات سے سگاہ کریں۔
- ۶۔ تمام عالی عظیموں کو اس سازش کے نتائج سے سگاہ کیا جائے۔
- ۷۔ ہر ملک کی ایسی سیاسی جماعتیں اس کے خلاف آوار اٹھائیں۔
- ۸۔ تمام مسلمان خصوصاً اسلامی حکومتیں مسٹر قذافی پر واضح کر دیں کہ
انہوں نے اس یسودی سازش کو دفن نہ کیا تو بین اسلامی سطح پر ان کی شخصیت
بجراح ہو کر رہ جائے گی اور وہ عالم اسلام سے تہارہ جائیں گے۔
- ۹۔ اور سب سے آخری عہدہ انجمن اصلاح مسلمین ہونی محرواں کے
لفاظ میں یہ ہے کہ :

”ہم اس یسودی مکر و فریب کا خاتمہ کر کے ام لیں گے اور
مس سینما میں بھی اس قسم کی نمائش کی جائے گی“ اس کو جلد کر

معاشرتی فتنوں کے خلاف جہاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک نثری اہوں ہے کہ کسی قوم سے ۷۰۰ جہاد کی رتی رتی جیسی اور
سب جاتی سے غم میں کے وہاں اور گمراہی کی رفتار میں تیر ہو جاتی ہے۔ کسی ہندو،
عورت پر چڑھتا تھا مشکل ہے؟ لیکن ”وہ شخص جہاد سے معذور ہو، جو کشتی
کے رانے سے ایسی عورت نے اوپر سے چھوٹ لگا ہے تو ایسے کتنی تیزی سے
گرنے لگا، یہی مثال قوموں کی ہے۔ ان کا غراب ورتا کی بنیادیں جو چھوٹا رہی
جہاد، محنت اور بڑے حوصلے اور عرصہ تحمل کو چاہتا ہے، لیکن جب کوئی قوم احادی
وہابی کی بیت سے اپنے میں ارتعاق مقام سے پیچھے چھوٹ گئی ہے تو پھر سی
کوشش و محنت سے احزاب سے پیچھے گرنی ہے۔

اگر کبھی پھرے ہوئے سید کا بدلتا حال اور اس کا رخ کسی شیخی
ماتے کی طرف مڑ جائے تو وہ چپ چاپ چھپنے کی مہلت بھی نہیں دیتا اور ہتھیوں کی بستیاں
باندھے جاتا ہے اسی طرح جب کسی قوم کی حقیقت کا بدلتا حال جانتا ہے تو اس کی
عسائی خوشامد کا طعنہ دینا، دہشت اور شرف اور سبیت کی تمام قدروں کو ہا
برے جانتا ہے۔ پورے معاشرہ کو قہقہہ لاتا ہے۔ ہر طرف ہتھی و ہراہادی بچا دیتا

دائے ترویج کے اور اس کے مالک بھی صغی ہستی سے من
جائیں گے۔

الغرض دیا ہر کے مسلمانوں کو متحد ہو کر یہ قہر کرنا ہے کہ یا ہم ہیں
ہوں گے یا جس گندی قلم کی مائش نہیں ہوگی۔ محو یسوی، سکھرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے خلاف ساری دنیا میں سارشی کر یک چلا رہے ہیں مسلمانوں کا فرض
ہے کہ اس کے دفاع و جواب میں وہ بھی ملٹی کر یک چلا دیں اور ذریت ابلیس
کے اس پلاک منصوبہ کو خاک میں ملا کر رکھ دیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی عزت و حرمت یسویوں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہتی تو ساری زندگی
رہی ہوں، ایک لعنت ہوگی، کیا "ہی" ملاز "مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے، امن محبت کو یسوی سار شوں سے بچانے کے لئے آگے بڑھیں
گے؟ یہ ایک سالیہ نشان سے جس کا بوب ہم نے اپنے انداز و عمل اور
(ضرورت ہو تو) اپنے خون سے صغی ہستی پر رقم کرنا ہے۔

(ساز سہ قرآن - ایک پیش چال ۱۹۷۷ء)

ہیں قدرت ہیں جنہیں قدرت ہے انہیں فرصت نہیں، جنہیں دست ہے انہیں توفیق نہیں جو ان کے لئے ہے ان کے لئے ہے۔ مگر ہم کوئی حال مست، کوئی تاس مست کا مصداق ہیں۔ وہم حل رہا ہے۔ یہ وہاں سر کی بجائے ہے۔ ہمارے سامنے ہمارے گھر ہے۔ ہمارے گھر ہم بڑے اطمینان سے اس کے لئے کا تھا تو دیکھ رہے ہیں، ہم میں سے ہر شخص اس خیال میں لگن ہے کہ۔ ہستی اٹھتی ہے و اجڑے، میرا گھر محفوظ ہے، تو اتنی ہے تو اس میں خود کی پہاڑ پر کھڑا ہوں، ملک و ملت کی چولیس ہوتی ہیں تو میں، میرا جھنڈا لگا رہا ہے

کیا رمانے میں پیسے کی نیکی باتیں ہیں؟

میری گرفتاری یہ ہے کہ وہ دوسرا تو مال ہے اس میں غصہ، اس شخص کے لئے غم و رنج واقعی ہوں تو وہ دیکھا، پیسے گھر میں لگی ہوئی ہے آگ بجھاؤ یہ غم ہوں کے دورہ میں حدیثی خود کشی کر رہی ہے، اس کا ہاتھ پکڑو، تو اس کی خفاقت کا یہ وقت ہم سے آدھار مل کر اس کی حفاظت کر۔ اس مقصد کے لئے کوئی کام سے دن قربانی دینا پر تو ہم دیکھنے کے لئے، اس میں غصہ میں ہمیں جس سید نہیں ہیں جہاں کہنا اپنی باتیں فہم کے مطابق اس کا نقشہ پیش کرتا ہوں۔

معاشی و معاشی کے خلاف جہاد

بدقسمتی سے ہمارے یہاں مزدوروں کا سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے جس کی وجہ سے ہمارے یہاں بینکاری، جوہر اور ناجائز کاروبار پر استوار ہیں۔ اس نے معاشرے میں نامموری کی بھی ایک شکل پیدا کر لی ہے جس سے غریب و نادار و پسماندہ طبقے میں متوسل و رکھتے پینے و گور کے خلاف عورت و بچہ کی ہر اٹھ رہی ہے عیظ و عصب و دھند و رقابت کے جذبات ختم رہے ہیں، اور عریب طبقہ کے افراد فلاں سے بیویوں معاشرتی، بیویں کے سوت پھوٹ رہے ہیں۔ ہمارے اسکی صورت حال

ہے معاشرے کا امن، سکون چھٹن جاتا ہے اور خود غرضی و بھونڈی و قلم و سحر کی کان گھٹانیں ہر چار سو پھٹ جاتی ہیں، اور پھر وہ معاشرہ مسدود انسانوں کے ہی گئے حسی دوندوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اس کی قسم قوم صدیوں کی محنت و مجاہدہ سند بعد عروج و ترقی کی بلند یوں، پہنچی، اور یہی پہنچی نہ سماں کی ریتیں میں کے سامنے جا آگئیں انسان ہی نہیں بلکہ ماحول بھی میں پر شب کرتے تھے، اس نے نظم و ضبط و حدود و حقائق اور محبت و محبت پر ایمان فوہیں عش عش رنی تھیں، مگر پھر عرصے سے اس پر قلمد عیار کا حق اور پڑا ہے اور خودشی سے وہ اب سے میں سے میں میں سے پیچوں طرف چھلنگ لگا، شروع کر دی ہے میں کی صورت کا بدلوٹ رہا ہے، اسے معاشرے میں اعلیٰ کر دیا گیا ہے جس کی سے یہ بد ہوا ہے اس کے تمام کے قصور سے راہ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کل تک جو چیزیں ایک مسماں کے سے قابل شرم اور موہنے ٹنگ و عاتقیں آج اس پر فخر ہورہے ہیں بیٹے سے ورنہ باپ سے نااہل ہے بھائی بھائی سے شاکر ہے دوست کو دوست پر غمناک ہیں من کو شہراؤں سے شکایت ہے مزدور، ملک سے رخ سے عوام کو افسر شاہی سے گلہ ہے، اگلی درجہ کے میاں پر پھٹوں سے چور معتمد گود بٹہ سے مستحکم و سے اس میں بڑھ چھن امیر عریب، رشی، رعایا مانگ اور مزدور سب حل رہے ہیں چوری و کینہ قوتی، بدکاری، رشوت، عاقل، سنگٹنگ، وجہ ہاندہ، درویشی جیسے مسئلوں میں سرگرم پر عریب ناچ رہے ہیں معاشرن نامور کے نقش سے قوم کی ناک میں ابھرنے، وہ جاں کی ماں سے عزت، اس کی حفاظت، اس کے علم و عمل کو ایک تیار، دنیا تیار عظیم مسخ و شکلیں آج اس کے لئے ہمارے اور ہمارے دشمنوں کا حساب نہیں۔ جنہیں

مزدور انسانوں یہ نہ ہمارے دشمنوں دشمنوں کا حساب نہیں۔ جنہیں حساب ہے انہیں صاحبان قہر ہیں، جنہیں قہر سے جنہیں بیوقوف ہیں جنہیں ملکہ ہے

خوش، پوشاک، مکان، عظیم دریا جی جیسی بنیادی ضروریات میرے ہوں، مہنتی کے گم کا یہ عہد ہو کہ رہیں گے تو کھٹے یہ اب گے تو کھٹے سر رہ گئے تو کھٹے، جیس گئے، کھٹے۔

جا۔ پتے جنہوں حضرت اس میں ال ضلّٰہ حد میں شہر ابلیس اپنی مہنت و دریا کے نام کر رہا ہے، صحیح مائی مہنت کا نقشہ جس کا سنگ بہرہ جھوڑا کر دینے کے لیے طیارے میں کھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر تھا کہ وہ موسیٰ میں نہ جو، پیٹ بھر دیا۔ اور اب کا ہمایوں ہے۔ پہاڑ میں بھوکا رہے۔ اس سے عربیوں کی ضروریات بھی پوری ہو گئی۔ اس کو معاشی مدد میں خوراک نہیں ہے۔ ناموقع بھی میرے گام میں عربی سے درمیان شہرت و پیر کی کی جو یار حاصل ہے وہ بھی لٹ جائے گی۔ پس میں مہر دی و محوری، دشمنیت اور عزت، حاکم کے جذبات میں ہے۔ درمیان شہر کا بہت ہے۔ طوں لہذا سے منظر کا ہونے کا، اس تجویز پر عمل کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ پچھو عرصہ کے بعد مہر دیوں میں یہ انقلاب آجائے گا کہ کوئی شخص مشکل میں سے آجائے گا مستحق رہے گا، یہ کارِ حکومت کو آجائے تھا نہیں مگر اب اس میں وٹائی رہتی ہے تو (جہاں کہ اوپر عرض رہ چکا ہے) اس اعلیٰ مسلمانوں کو جو آئے یہاں رہے گا نہ راجا ہے، اس کا مقصد شہرت و نمود و عزت و مہانت ہے۔ وٹائی و ریاست نہ اس میں رہتی منہوت، بعض خدا تعالیٰ نے خدا حاصل کرے اور تو میں کشتی کو ہوسور سے نکالنے کے لیے اپنی ساری بدلی واپس صاحبیت و وپر لگا دیں۔

مقدمہ بازی کے خلاف جب و

جب خواہشیں آپس میں ٹکرات ہیں؟ نتیجہ ان میں جھگڑے اور لڑکائیوں کا شکل میں ہیں، ہر چہ معمول معمول باتوں پر تھوڑی اور حدائق کے چکر کا شمار ہے

فی صلات نہ لگتی ہوں کر یوں میں روزِ نور میں صلاۃ پڑھتا چاہئے گا یہ بھی بڑھ
 جتنے تاکو سب میں داخل ہو جائے گی، ہرگز نہ حال جھوٹے یوں سے ٹھٹھے سے
 عزت پیر رہی۔ ٹھٹھے ٹھٹھ ہوس عیسیٰ یوں وسیع عریض ٹنگوں اور ایچے نوچے شیش
 ٹنگوں کو جانا جا ستر میں گئے (احمد اس تو دے دے)۔ دیکھائے ہیں۔

یہ معاشی نامہ دی ہمارے معاشرے میں۔۔۔ مریض کی حیثیت رکھتی
 ہے، اور شیعہ فی ٹنگوں کے لئے سے گزرا ہوا ہے معاشرے پر شبِ خواب دار ہے
 س کے ضروری سے۔ سب سے چھپے۔ رستہ کا بدلتا چلائے۔ سب سے ادا اسی
 مرض کا علاج کیا جائے اس کا کالی و شامی سٹے حکیم سائیت علیہ السلام پھیلے سے تجویز
 چلے ہیں ہمیں صرف استعارے کی رحمت ٹھکانا ہوگی۔

ہو تا یہ چاہئے۔ محمد محمد در ہستی ہستی میں کچھ غلط ہے بوٹ روزِ رات
 حقاقت گئے باحیض۔ رشتہ رشتہ ہوا کی کلمات اور خبر گیری کی تحریک چلا میں
 کے پاس اپنے محلہ اور پہاڑ بستی کے پسمند و دودار گھر فوں کی قبر تہیں
 عموں محلہ سے بھاتے پیتے حشر سے عیصیات حاصل۔ کے ضرورت مندوں تک
 پہنچ میں، ہر گزروں عداوت ال کے پان مہینے جمع کرے میں تامل کے تو اسے
 مستحق کیا کی شامی کی کر کے جائے نا۔ وہ خود سائیت علیہ السلام کی حاکم کو معاشی
 ہوا۔ کے پنے پان پر کھڑا ہوا کھڑا ہوا تو اس میں کی مدد کی جائے محلہ میں
 ہوں نو جوان بٹا ہو اس کے رہ کار مہیا کرے میں۔ کی جائے کی گھر میں
 تو حیات میں ماں باپ کی نا کی بعد سے ہشٹی ہوا اس کے باہر پینے سرے کا
 انتظام کیا جائے کی ہر چھپاے کے۔ میں کی ضرورت ہو تو حل کر مکان
 عودیا چاہے کوئی حاجت سے محروم ہو تو اس کے علاج معیہ کا بدو سب کیا جائے کسی
 کے بچے تعمیر کے کردہ ہوں تو اس سے سے تعمیری مصارف مہیا کئے میں، ضرورت
 ملے ضرورت میں کوئی ہستی کوئی محلہ اور کوئی بچہ ایسا نہ دے جس میں یہ غنفس و بھی

حقوق و فرائض

اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سان کے اس دیباچہ میں مدد رکھتے ہی اس کے تعلقات یہاں کے رہنے والوں سے قائم ہو جاتے ہیں، وہ کسی کا بیٹا ہے، کسی کا بھائی ہے، کسی کا بھتیجا ہے، کسی کا خلیفہ ہے، پھر یہی تعلقات اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہتے ہیں اور حقوق و فرائض کا وسیع پیمانہ بنتا ہے۔ یعنی کچھ چیزیں اس کی دوسروں کے دعوے، رسم و رواج کو حقوق کہہ جاتا ہے، اور کچھ چیزیں دوسروں کی اس کے دپر عائد ہوتی ہیں، انہیں "فرائض" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر "حقوق و فرائض" کو ٹھیک ٹھیک دیا جائے تو زندگی پر طغیانی و رنج و گزرتی ہے، ورنہ زندگی یک بوجھ میں گزر جاتی ہے۔

یہاں کے ہر مہذب معاشرے میں حقوق و فرائض کا تصور پایا جاتا ہے مگر موسم کے پیش کردہ حقوق و فرائض کا متبادیہ کی کوئی قوم اور کوئی معاشرہ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ دنیا کی سب قوموں نے اپنے اپنے تجربہ کی روشنی میں اپنی اپنی عقل و فہم کے مطابق حقوق و فرائض کے راسخے متعین کئے ہیں اس کی تجربات، چرند و ناقلہ جس پر عقل کے ساتھ اس کی فطرتی پسند و ناپسند کی آلائشیں لگی ہوئی ہیں، اس لئے اس میں دقیق و قفا صراح و ترمیم کی ضرورت پیش آتی ہے، آج جس چیز کو بڑے زور و شور سے "ہیمن کی حق" ثابت کیا جاتا ہے، کل میں شہدہ سے اس کے خلاف تقریریں ہوتی

مشرع کا دور مہموموں میں گیا ہے۔ اس مقدمہ باری سے جس میں مستقل
 عدلیہ میں جہمیت کی درشتی کا بار گرم ہوتا ہے۔ جمہوری شہادتوں اور غلط مانیوں کا سلسلہ
 چلتا ہے جس سے رویہ اور وقت بھی رہا ہوتا ہے۔ میں اور عدلیہ بھی گزرتا ہے اور
 عدلیہ و اصحاب کی فہمیں پامال ہوتی ہیں۔ عرض مقدمہ باری میں۔ میں کا فائدہ ہے
 اور دیا گیا۔ اگرچہ میں مجتہد کے چند دفعہ تصانیف اور دیانت دار حضرات مل کر
 قرعین کو سمجھا رہا ہوں۔ صلیح صلیح لکھا دیا۔ میں تو شاذ و نادر ہی عدلیہ تک جاسے کی
 موت آئے گی، اور مقدمہ باری میں جس لعل و درخت کا عذاب میں آئے ہمارے
 معاشرہ دیکھ رہا ہے اس سے میں صحت مل جاسے گی

ماتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق
 رضی اللہ عنہ غنیہ ہوئے تو انہوں نے مجھے مدینہ طیبہ کا قاضی (ج) مقرر کیا، میں ہر
 صبح مسجد نہی کے، (ا) اذاعے پر حائیت (میں وقت مسجد ہی مسجدوں کا ہاں کو رہتی تھی)
 چھ مہینے کی صحت میں گزارنے میں عرصہ میں کوئی سے آدمی میرے پاس ایک
 ہاتھ کا مقدمہ لے رہی نہیں تھے یہ پہنچا اسامی معشرہ کی فہم، جس معشرہ
 میں ہر تہہ و سرے کے حقوق اور اس کے انصاف کا تقاضا کو پورا کرتے
 والے اس میں مقدمہ باری کی صحت میں آئے گی، اور اگر شریت کی بنا پر
 ہاں میں کے درمیان کوئی جھگڑا یا تھیں یہ ہوتا ہے تو ان کے، میں صلیح صلیح لکھا دیا
 صراحتی ہے۔ یہ نام بھی جہم میں اور مجھے مجھے ہونا چاہئے، (۱) مدینہ تو مہموموں سے
 ہر ہر نفقت کیوں برتی چاہئے۔

مضمون: در نامہ مجتہد، ۹ جون ۱۹۷۸ء

کرمیں، تو اس میں تصور کس کا ہے؟

سود کے متعین سرود حقوق و فرائض کے سلسلے میں ایک درمہم ترین نکتہ بھی پیش نہ رہتا چاہئے راج آپ کے دو پیش حقوق طلبی کا عقد بلند ہے وہ شخص جن حق مانگتا ہے، جو دوسروں سے حقوق کی حکم فرما رہا ہے اس کا مانگنا ہے، جس کا منہ بہ روایت، مزاد و جادووں سے خلاف حق غلطی کا ماتم کرتا ہے، جس کا منہ بہ کچھوں حق کی حد میں بلند ہیں، جس کا یہ کہ شخص و حق تو مانگتا ہے جو اس کا جس کے دماغ سے نہیں دوسروں کا جو حق جو اس کے دماغ سے اس کے دماغ سے نیچے پر ہے۔

اب رہا ہے کہ جس معشرہ میں ہر فرد اپنا حق مانگنے کے لئے تو فخر ٹھونک کر میدان میں نکلے گا۔ دوسروں کے حقوق و فرائض اس نے دیکھ کر واجب الہا جیسا اس کے سرے الہ ایک بھی۔ جو تو یہاں سے معشرے میں اس کا منہ ہو سکتا ہے؟ اور کیا کسی فرد کو بھی اس کا منہ ہو سکتا ہے؟ یہاں مل سکتا ہے، ہوگا یہ کہ کسی کا رو رہے گا تو اپنے جائز حق سے بھی ریوہ نہ لے جائے گا، اور کوئی شخص کمزور ہوگا تو بڑے بڑے رہ جائے گا۔ اس کی کوئی ہوگی۔ فرد، یوں پورے معشرہ کا منہ روٹھوٹھ کی پٹ میں آجائے گا۔

حق کی سہ خد سہ ہوں۔ یہ کوئی بڑی بڑھائی ہے کہ ہر شخص اور ہر طبقہ اپنے اپنے حق کا تحفظ کرے، اور دوسروں کے جو کچھ کسی کے ہاتھ آئے ہیں کرے۔ چاہے نہ ملے تو کارخانے، حلاوت، کھڑے پچھڑے، اس کا داناں تیار کر دے، اس میں حق غلطی کی یہ جنگ ہر جا ہر پاسے ہر طرف دیا اس کی وجہ سے معرکہ کا بازار اور میدان جنگ بنی ہوئی ہے۔

(مسٹر قمر اور ماسٹر جنگ سرحدی ۱۹ جون ۱۹۷۶ء)

میں، ماں باپ کے روبرو، سے اور ان کے اہل خانہ کے یا حقوق میں شہ
 پائوں سے ورنہ یوں پر شہ سے کیا فرائض کا مدد ہوتے ہیں "ارشادِ اقدس کے آئین
 میں یہ حقوق ہیں "فرز اور معاشقہ کے" یہی حقوق ہیں "معاشرے کو دینا کا کوئی
 مذہب کوئی قبائل، عربوں، تاجک، سواہی کا، نہ کہ اور کوئی خوب نہیں دیتا۔
 یہ سلسلہ سے سرچ لکھ دے، علمِ اعلیٰ نہیں کا تار یہ دواں ہے جس کے علم
 سے فائزات کا وہ بارہ پوشیدہ نہیں، جو انسانی فطرت کی تمام اکتوں سے واقف ہے،
 اور جس کے قانونِ ظہر میں کسی کو نہیں چاہی، نہ اور فنی جدت کی "میرش
 نہیں، اس سے اسلام کے حقوق، فرائض کا جو چارے پیش کیا ہے وہ اس قدر جامع
 ہے کہ رہن کا وہی شعور و کوئی کوشش اس سے خارج نہیں پھر اس قدر معتد
 اور منصف ہے کہ اس میں سب راقم بھی اور ہر جماعت و قبیلہ اور یہ وہ اس قدر
 معتد ہے کہ یہاں جہوں کے سارے مقلد مل رہی اس پر کوئی اشاد نہیں رہتے، اب
 کوئی اتنا نظری و علم بھی کا پتہ چلے کہ علمِ علوی و دواں کا تار گدوں سے رکھی
 معرب کا رخ کرتے ہیں اور کبھی مشرق کا، کبھی غرب سے سند سے ہیں، کبھی، سو
 سے ہم بیٹوں کے طور پر اس باتوں سے بولے پیش رہے ہیں جنہیں جی جس
 جنات کی بھی توفیق نہیں ہوں، یہ سارے ان باتوں کا سمونہ تھا، جو پناہ پیشاب
 فرم پیتے ہیں، اس کی کیا تیرا غر خنہ، مرد، جو سے میں عقل، دانش سے
 کہ سے یہاں ابھیں سے۔ ہر دین اور صحیح سالی ادا ہے، اس میں، سلسلہ
 کے سے رہے معارفِ اسات، ملکتے ہیں"

یہ یہ ایک کتاب ستر۔ ہمت تھی جو اس قدر پر ہے ساختہ چھٹی کتاب سے کہ
 تمام سے حقوق، فرائض کا وہ دستور مسدودوں کے خلاف ہے دیا کا کوئی قانون
 اس کی جامعیت، اس کی ہمہ گیر اس کی عقائد پسندی، اس کی شانہ رانی کا
 مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر مسدودوں سے خواہاں ہوں، یہاں جو جو کر عمل سے پسوئی

تینے تھے؟ تین بیویاں کے سر پر دوپٹے رہے سکتے تھے؟ سنی نادار وادیں کی بچوں کے ہاتھ پیلے کر سکتے تھے؟

ہاں یہ بھی سوچنا ہوں کہ ہمارے ملک عرب میں بھی ایک صاحب تو نہیں،
 سب طرح کے لوگ تو اُصول ہیں، سب کو شیطان سے قصوں خرچہ سمجھا کر
 میں گھبراہٹ کی عقل کو بندھا رہا ہوتا تو وطن عزیز میں کون بھوکا، بولی بنگا
 مٹاؤں سے محروم، کوئی مکان سے محروم، کوئی تعلیم سے محروم رہتا؟ میرے خدا کی قسم یہ
 ملک اپنے برائے اہلکاروں کا بھی کفالت کر سکتا تھا۔

یہ جتنی سوچتوں کا وہ یہ سوچ تو جاں حائے جاتی ہے کہ جس قوم کے
 اہل سطح سے لوگ نہیں بلکہ متوسط درجہ کے لوگ بھی تھے عیاں ارضوں حرق ہوں کہ
 تادیبی کی ایک معمولی دعوت پر ساٹھ ستر سو روپے ہرباد کر ڈالتے، یہ قوم ستر سو
 روپے کے بیرونی قرضے جو ہم نے غیر ملکیوں سے بھجوا دیے، ایک ماگ، ایک ماگ، ایک ماگ
 افسروں کے پیٹ کے چھوٹے چھوٹے اے ہیں، ایک روپے کیسے افسر کے
 گئی؟ اور جس بھکاری کے ستر سو روپے ان کے پیٹے و جب لاؤ ہوں وہ
 دوسروں کی بھکاری کتا، کل اور ریل ہوگا؟ وہ بے فرائضے سینے کی مرہ سے جائے گا؟
 اور بے شرم ہو کر جاے بھی لاوے کوں منہ لگائے گا؟ اب آپ کی سمجھ میں آیا کہ یہ
 مسئلہ کہ رہاں، مہیکہ، فرانس، برطانیہ، جرمنی، مصر، ان لوگوں بلکہ ہمارے برادر امدادی
 حملہ، جس سے ہم بھارت کو کیوں "جیت" جیتے ہیں؟ ہماری پس منظر، اور
 بھارت نے ہمارے ہاتھ میں ساکھ بھاری ہے مگر ہم میں در بھی غیرت ہوتی تو
 ہم ان ترقصوں کی اور نیکی کے لئے اپنی ساری دولت کے مارے خرچے حکومت کے
 حوے کر دیتے اور خود بھوتوں مر جاتے مگر بھی قرضے نہ جتے جتنی رتی کرے پنے

بے جا نمائش اور فضول خرچی معاشرہ کے بگاڑ کا سبب ہے

ہمارے معاشرہ کی بگاڑ کا ایک بڑا سبب یہ ہے جو نمائش اور فضول خرچی ہے، اس کی تاد کاروں کا ہر روز صرف ایک مثال سے کیجئے، گزشتہ دنوں میرے ایک شاگرد نے جو کسی سرکاری محکمے میں مسما درجے کے افسر ہیں، اپنی بیٹی کی شادی کی کھانے کی دعوت کا ہتھ پتہ ایک ہوٹل میں ہو، موصوف کا صرف ایک وقت یہ لکھنے پر ساتھ ستر ہزار روپیہ خرچ اٹھا، بات معمولی ہے، مگر میں سوچتا ہوں کہ یہ صاحب کوئی بزرگ کس، قلموں کا حرف نہ نہیں ماتھ کیس لگا، جنات کے مسخر کیس، دست عیب یہ نہیں چانتے، فضول خرچی کے لئے اتنا بڑا سرمایہ انہوں نے کہاں سے اکٹھا کر لیا؟ یہ بھی سوچتا ہوں کہ جب شادی کی ایک وقت کی دعوت کا میزانیہ یہ ہے تو شادی کے جیور، میں، دیں وغیرہ پر انہوں نے کل کتنا خرچ کیا ہوگا؟ اور اس کی مددگی کے ماتی مصارف پہ سا۔۔۔ کہا روپیہ خرچ ہوتا ہوگا؟ یہ بھی سوچ جاتی ہے۔ مگر ماں کے ساتھ اللہ میاں نے رونا شکل و محنت بھی کی ہوئی تو یہ روپیہ جو اسوں نے انصاف پر پائیائیں سے کتنے خاندانوں کی کفالت کر سکے تھے؟ کتنے بچوں کی تعلیم کا انتظام کر

(تقریباً سو قریب سو سال پہلے ۱۶ جون ۱۷۹۰ء)

فضول خرچی کا دوسرا بڑا سبب ہمارے سرکاری افسران کی غلط روش ہے

مشتعلہ میں اصول خریدی تہہ کاریوں طرف متوجہ ہو گیا تھا۔
تیس سال پہلے میں نے اس وقت اپنی کا سبب کیا ہے اور اس سے بچے سے تم
کیا تدبیر اختیار کر سکتے ہیں؟

میں نے محاش میں اصول خریدی تہہ کاریوں سے بچے سے یہ کہ اس سال
کا میں نے اس وقت یہ ہوا ہے، دو سبب سے اپنی پرانی سے چاہتا ہے اور
بہت اس قسم سے بہت سے احوال میں کو جاتے ہیں تو اس میں کو دو مہاش کا مقابلہ
شروع ہو جاتا ہے اور اس شخص پر چھریں میں اپنی ترقی کا محاسبہ دو روں سے ہوا ہے کہ
میں نے اس کو اس کو کافی نہیں ہوئی تو چار روں سے اس سے بھی رہا ہے
اور سو دو مہاش کے ہوتے ہیں یہ دیکھتے ہیں

میں نے کچھ تو بھی ہے رہا ہے سب سے ہوا

۱۔ رعیت کوئی ہو مہاش ۱۰

۲۔ رہا ہے یہ جوئی ۱۰

۳۔ کچھ اس طرح سے ہوتے ہیں ۱۰

مجھے اس کا حساب دینا ہوگا، اور جب یہ سوں ہوگا کہ ماں اللہ تعالیٰ کا عطیہ تھا، مے
سوں و قصوں سوں پر ہوا کیا؟ اس کا جواب میرے پاس کیا ہوگا؟

یہ بات خصمیت سے سرکاری افسروں سے بچنے کی ہے کہ قومی حربہ نہ
نے پاس مانتا ہے۔ یہ ضرورت میں لائق رہیں گے تو مدت میں حیات ہے
مرتب ہو گئے۔

۳ پوری قوم ساری اور کھیت شعراء، پتا وصول بنائے، اس
معد میں حد ممکن، راہ و اعلیٰ و سرب اعلیٰ سوچیں کریں

۴ جو لوگ معاشرے میں قصوں حربی کے مرتب ہوں ان کی مدد
شمن کی جائے، اور ان کی سرحد تقریبات کا بیٹا کیا جائے، قوم کا مجموعی مزاج
فضل خیروں، افسران نگاہ سے، نیچے گاتا رہی حد تک رہا، ان جلی سے کی

۵ معاشرے کے مدد و رسم و رواج کی در بھی پابندی رہی جائے، یہ
رسم میں صورتوں کی حرمان کو پورا کیا جائے، جب خواہ وہ کچھ نہ کہنے رہیں بہت
راہی، اگلائے شعرائے شانی پیدا کیا جائے

۶ با صبر و استقامت کھی قرض نہ کیا جائے۔ مقرض بننے سے بڑی پریشانی
ہوتی ہے، چند روز واد، ہائی خاص رہا میں ہمیشہ کی پریشانی ہوتی ہے اور سحر میں
غراب مر لینا بڑی حماقت ہے۔

۷ سب سے پہلے گھڑ میں غرضاء، تنگی چیزیں کا دانی ہوں کہ
بنے، وہ جو چیزیں کام آئیں وہ گھڑ سے خارج کر دے، کسی ضرور سمجھ کو یہ، صدقہ
کو گھڑوں میں ہی بہت چیزیں ہیں جو بے کار پڑی ہیں، کوئی سزوی ہے، کسی کو
ایک رک رہی ہے، ایسی ساری چیزوں، اپنی ملکیت سے نکال دینا چاہیے۔

شیطان نے لوگوں کے کات میں پھنسون پھونکے دیے ہیں کہ معیہ رمدگی بلند کرو اور ہم نے حرم کھائے، حرم کھائے اور حرام روختے ہیں اور رے کو معیہ۔ رمدگی کی بلند نہ سمجھو یا ہے، حاکمہ فضول خرچی اور معمولات سے کسی قوم کا معیہ رمدگی بلند نہیں ہوتا بلکہ اس کا دباؤ لگ جاتا ہے، اور وہ پستیوں میں جا رہا ہے۔

فضول خرچی کا انسداد کیسے کیا جائے؟

فضول خرچی کا اصل علاج تو یہی ہے کہ خدا ہماری قوم پر عقل و بصیرت اور ہمارے سرکاری افسران کو ہدایت دے کہ وہ عیبوں سے بھر دے، انہیں کی کفالت اور ضروروں کی حد سے بھری ہو، پر پوری قوم سے معیہ رمدگی کو بلند کرے کی کوشش کریں، صرف اپنی پچائی کی نمائش کے لئے ملے تلے خرچ نہ کریں پوری قوم در قوم کے قائدین مل کر اس دشمن کے خلاف جہاد کریں اور اس کے بے مندرجہ ذیل تدبیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے تو فضول خرچی کے نقصانات ہر شخص کے دہن میں ہنسنے سے ہیں مثلاً

الف فضول خرچی کرنے والوں کو مومن رہنے والے نے "اخوال المشاطین" کا لقب دیا ہے، یعنی وہ شیطان کے بھائی ہیں

ب۔ فضول خرچی سے آبی پڑا نہیں بنتا، بلکہ عقیدہ و میل ہو جاتا ہے۔

ج۔ جس گھر میں فضول خرچی ہو اس گھر کا نظام ٹپٹ ہو جاتا ہے، اور

د۔ جس ملک میں فضول خرچی کا رواج ہو اس ملک کی معیشت و رہنم برہم ہو جاتا ہے۔

۲۔ کسی جگہ خرچ کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا جائے کہ کل قیامت کے دن

نفرت اور محبت کا مدار اللہ کی خوشنودی

وَعَنْهُ يَمُودُ مَعَادِيسُ حَبْلِ دُصَى اِنَّهُ عَمِدٌ مِّنْ سَالِ
الْحَبْلِ حَبِيبِي لَنْدَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّحَابِ الْاَمَامِ، قَالَ لِي
مَحَبَّتُكَ وَبُغْضُكَ وَتَعَمُّلُكَ لِسَبِّكَ فِي ذِكْرِ اَللّٰهِ
فَالَّذِي يَمُودُ بِرَسُوْلِ اَللّٰهِ كَانَ وَنَاحِبًا لِّالنَّاسِ مَا تَحِبُّ
لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ لِبُغْضِكَ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ رَوَاهُ حَمْدُ

تحریر "نصرت محمد" میں اصل میں اے اللہ سے
دوستی ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے عرض کیا کہ
اے اللہ! میں معاملہ میں سے فصل ہے؟ کیا یہ کہ تم اللہ سے
نے محبت کرنا اللہ کے سے ہیں رخصت اور اپنی بات اللہ کے
آخر میں عقاب اور میں سے عرض یہ یا رسول اللہ! میں نے
بعد "فمیں" اور میں نے اللہ سے کہ تم اور میں کے سے وہی چیز
پسند کرو جو اپنے سے پسند کرتے ہو، اور دوسروں کے لئے بھی
وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

۸۔ در مرد معاشرت میں یہ اصول مقرر کریں جائے کہ کوئی کام ہے
 ۹۔ بچے سمجھ سکیں کہ جسے جو چیز خریدنی ہو پتے میں اسے سوچنا چاہئے کہ اس چیز
 کی کیا ضرورت ہے؟ اس میں یہ چیز کیا چیز ہے؟ اس میں کیا چیز ہے؟ کیا چیز
 نقصان دہ؟ اگر تائیں اعتبار ضرورت سمجھ میں آئے تو وہ چیز خریدی جائے ورنہ نہ
 خریدی جائے۔

۹۔ جس آدمی کے پاس اپنی ضرورت ہے وہاں وہ بھی سے عیاشی
 ، نقصان دہ چیزیں نہ خریدیں بلکہ وہ یہ سوچیں کہ یہ مال کہاں سے آیا ہے؟
 کا کیا اصل مال ہے؟ ایک سوچنا چاہئے کہ اس مال کا کیا اصل مال
 میں نہ اسے حاصل نہ کیجئے اور مفید کام میں خرچ کریں اس سے اس کا کام بھی
 روشن ہوگا (اصول خریدنی چاہئے کہ نام کی خاطر نہ لینی ہے) اور ایک سوچنا چاہئے
 کچھ کا۔

۱۰۔ ساری قوم کا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک پیسہ بھی نقصان خرچ
 نہیں کرنا چاہئے۔ وہ یہ پیسہ بدلتوں سے اس سے نہیں لے کر اس سے چاہئے عیاشی
 اور مصالحت میں نہ لے کر اس سے مقصد لینا چاہئے کہ یہ اپنی جائیداد کو
 بخریشتہ سے نہ بخریشتہ بخریشتہ اور اس کی نہ اور اس کا بھی نہیں رکھیں، رفق خاص
 میں نقصان دہ چیزیں نہ لینی چاہئیں بلکہ اس میں نقصان خرچ ہوتا ہے اور یہ نہیں۔ حساب
 خرچ کرنے میں ضرورت ہونا چاہئے۔ اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں نہ خرچ
 نہ کرنا چاہئے اور عیال اور راستہ کی نیکی اور استیصال سے۔

(نکاحہ سنو اثر بارگاہہ کتبہ اپنی ۲۲ ج ۱۷۹۱ء)

ہو۔ بدعتوں کا رد کرنا ہمارا عہدہ اور روح کی علامت ہے۔ یہاں تک کہ ہمیں سے بڑھ کر کوئی
 اور نہیں اور راہی۔ محرومی سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں جو غصہ، کراہی کی
 بدعت — ناشائستہ اس کی روح ہمیشہ مضطرب ہو۔ اس کا میں ہمیشہ پریشان
 ہوتا ہوں۔

’یہاں نقاب کی تیسری علامت اس حدیث پاک میں یہ بیان فرمایا
 ہے۔ ’مومن، وہ سوائے نئے بھی اسی چیز کو پسند کرتا ہے جسے آپ سے پسند کرنا ہے
 اور جس چیز کو آپ نے پسند نہیں کرتا، اسے وہ سوائے کے بھی پسند نہیں کرتا
 پہلی دو علامتیں ’’حقوق اللہ‘‘ سے متعلق تھیں اور اس تیسری علامت کا متعلق
 ’’حقوق العباد‘‘ ہے، مطلب یہ ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے نئے سر پر خیریں
 ملتا ہے کہ نہ مال ہے، نہ جانور ہے اس کے طور و طریق سے، اللہ
 تعالیٰ کے کسی بندے کو یہ نہیں پہنچتی جس طرح وہ نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ اس
 پر یا تو اس کی عزت و احترام پر ہاتھ ڈالیں سے ذلیل کریں، اسی طرح وہ خود
 بھی کسی پر ظلم و زیادتی اور کسی سے بے نصائی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ یہ حدیث میں
 فرمایا گیا ہے۔ مومن سر پر حق ہے اور اس شخص میں کچھ بھی حیر نہیں جو کسی سے
 اذیت کرے اور نہ کوئی اس سے نفرت کرے۔‘‘

اس حدیث پاک میں حقیقتیں عین بیان فرمائی گئی ہیں یہ تمام سے پیرتے کو
 جانچنے پہنچنے کے لئے صحیح ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس سے پرچار کرنے
 میں توفیق ہو۔

کہ میں سے اس کا قرضہ کر لیا جائے بعض دفعہ اس ہوتا ہے کہ اس قرضہ کا
گھر کے لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا، آئی سر جاتا ہے اور گھر کے لوگ بے خبری کی وجہ سے
اس کا قرضہ واپس نہیں کرتے اور یہ اس میں پڑ جاتا ہے جب تک فرض اس سے
کی رہائی نہیں ہو سکتی۔

کسی شخص کی پچھ مائیں یا روزے نقد ہو گئے ہوں اس کو زندگی میں ادا
رہنا چاہیے اور اگر حد تک مست اس سے اسے کی وصیت نہیں کی تو وصیت کرنا
فرض ہے نہ میرے ذمہ تھے روئے ہیں، یا اتنی ماریں ہیں، اپنا کالعدم ان کر دیا
جائے، اگر اس پر یہ وصیت بھی نہیں تو سخت سزا ہوگا۔

کسی شخص نے اس کی سالانہ کو - واجب تھی اور اس نے مالدار ہوئے
سے باوجود روئے اور نہیں کی تھی تو اس پر اس سے نہ عرصت، اسے ماحول کا حساب
اس کے کوئے اسے اور اگر زندگی میں نہیں مر سکا تو اس سے پہلے وصیت
کر جائے نہ رکوہ کی تھی تم میرے ذمہ فرض ہے اس کو نہ دیا جائے، اور نہ تنہا
ہوگا۔

مسئلہ کسی شخص سے اس کا قرض تھا، مگر وہ اس کو نہ کر سکا تو اس سے ذمہ
فرض ہے کہ وہ یہ وصیت کر جائے کہ اس کی طرف سے "چاہوں" لیا جائے مگر
وصیت نہیں کی تو وہ اہرام ہوگا ایک جرم یہ کہ فرض واپس نہ لیا، اور دوسرے یہ کہ
مرنے سے پہلے وصیت نہیں کی۔

مرے اسے کی وصیت و پورا سنا ضروری ہے بشرطیکہ اس سے کسی حنا
سے کسی وصیت نہ کی ہو اگر کسی ناچار کام کی وصیت کی تو اس کا پورا سنا حرام
ہے

اگر کسی شخص کے ذمہ قرض ہو، وہ اس کے اس سے اس وصیت کر گیا ہو تو
اس قرض کا "کر ضروری ہے چاہے اس کا سارا اس میں لپیٹ جائے۔

وصیت کے احکام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما حق مری مسلم من شیء یوصی فیہ بیت یمین لا روضۃ مکتوبۃ عندہ منقول عنہ“

رمضان ۱۲۲۵ھ

ترجمہ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہ حضرت علیؓ کا بیان کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان آدمی جس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو اسے لئے مناسب جگہیں کہ وہ وہیں بھی اپنی حالت میں گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔“

قرضہ حدیث پاک کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان آدمی کو پتہ نہ چاہیے کہ اس کا وصیت کر دینا یا کوئی اور معاملہ ہوا سے فائدہ تو یہیں نہ کر اس کی وصیت کر دینی چاہئے مقصد یہ ہے کہ یہ مسلمان آدمی کو یہاں میں رہنا چاہئے جہاں کہ وہ اپنا مکان ہوتا ہے اسے جس حدیث میں یہاں سے غفلت ہوے کا حکم ہوا اس کے لئے پہلے ہی سے پتہ نہ ہو۔ یہاں وصیت کے چند مسائل کو سرور یا مناسبت ہوگا۔

آدمی کے لئے جو حقوق واجب ہوں اس کی وصیت کرنا بھی واجب ہے مثلاً ایک شخص کا دوسرے کے قرضہ ہے تو مفروض کے لئے یہ وصیت کرنا ضروری ہے

وہ گویا مرحوم بیٹے کو اس کے حق میں یہ تہاں حارہ ن ہیت نہ سکتا ہے۔ چونکہ
 ہیت کی اہٹ سے حق میں حارہ کس توں کا چر کرنا بھی اور نہیں۔
 (مضمون ص ۱۰۹ تا ۱۱۰ ج ۱۰)

میں نے نصیحت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے ماں فلاں ایک کام میں
 لگا دے، مثلاً مسجد بنایا یا دکانی مدرسہ میں لگا دے، یا قرآن مجید خرید کر تقسیم کر دینا یا
 بیواؤں اور یتیموں کو اتنا مال دے کہ وہ ان لوگوں کے حق و حق کے بعد اس کے کل قبضہ میں
 سے اندر اندر تو نصیحت کا پورا پورا سامنا کرے۔ اور اس نصیحت کو پورا نہیں کرے
 گے تو اس کا پورا سامنا کرے اور اگر یہ نصیحت قبول نہ کرے تو وہ بھی ہو تو اس کے جیسے کاچ
 رہا، مگر نہیں اور اس کی خوشی سے وہ سرور و خوشی میں وہی تاج بھی ہو تو اس کے
 جسے میں سے تو اس کے بعد نصیحت کا پورا سامنا کرے کیسے اور اس کا اصل
 منشا ہوں تو اس کی رسد مہدی کے ساتھ قبضہ ہے یا میں بھی نصیحت نالہ کر سکتے
 ہیں۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے جو کچھ نصیحتیں کر دی ہیں وہ سب سب نے کی
 نصیحت کر کے گاتو تو تو اس کے اندر اندر تو اس کو پورا رہا تو اس کے ساتھ ہی سے
 رسد میں لڑیں تو سب میں جو رش مائل منشا ہوں تو اس کو اپنے جسے میں سے وہ
 گزرتی چاہئے۔

اس لوگوں کو اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد میں سے حصہ نہیں پہنچتا
 اور یہ ان کو ضرورت مند سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے جائیداد سب کو بھیجی
 چاہئے تو یہ تو یہ ہیں۔ اندر اندر نصیحت برکت سے کہ میرے تمام باقی جائیدادوں
 کو اسے دے دی جائے، مثلاً ایک ٹھکانے کے چاروں کمرے میں اس کے ایک کا انتقال اس
 کی حق میں آیا، باقی تیس اس کی اولاد کے وقت رسد سے تو اس کے مرنے
 کے بعد اس کی جائیداد اس کی رندوں، منتقل ہوئی جوڑا اس کی رندوں میں سرچکا
 ہے اس کے نام یہ اس کی اولاد کے نام میں کی جائیداد شرعاً منقطع نہیں ہوئی، مگر یہ
 چاہتا ہے کہ اس مرحوم کے حق و حق بھی اس کی جائیداد میں سے حصہ لے چاہئے تو
 اس کے حق میں نصیحت کر دے کہ میری حق جائیداد چاہے کا تھا حصہ اس کو دے

تشریح اس مضمون کی در بھی احادیث و روایوں میں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی کی اچھالی جھالی کا خاص معیار و نشان یہ ہے کہ اس کا برتاؤ اپنی برائی کے ساتھ سنا چھا ہے۔

نہ تھان سے اور وہی تعلق و میاں بیوی، انوں کی حالت انکوں اور صحت و صحت کا وہ بنایا ہے۔ اس تعلق و اپنے خاص احوالات میں سے شہر فرمایا ہے۔ میاں بیوی ۱۰۰۰ ایک دوسرے سے حق و رعایت کریں تو یہ رواجی تعلق چور سے ہوں و خوشحور، رخصت و رخصت صحت رہا ہے، اور اگر حد نحو، ستاس تعلق میں کچی تھانے تو اس میں تھکی تھکی رہتا ہے، مردگی ایک جو چھوٹے سے اور رفتہ رفتہ میاں بیوی کی رخصت و سکون کی کوئیں بنا۔ دین دیاں اور یا و تحریر کو برہاد کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعوں، بعض اشی میں بیوی سے، میاں مناسبت پھیلائے اور ایک دوسرے کے خلاف ابھارے سے ہوتی ہے، آتی اور کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ

”عن حابر قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم ان ابليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه

يخسرون الناس فادناهم منه ممرقة اعظم فتبه يبعث احداهم

فيقول لعليتك كذا كذا فيقول ما صنعت شيئا، قال

ثم يبعث احداهم فيقول ما تركته حتى فرقت بينه وبين

امرأته، قال فلهديه معه ويقول نعم است

(مختلج ص ۱۸)

ترجمہ شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے، پھر

اپنے پیروں کو لوگوں کے بہکا رہے کے بھرتا ہے، جو جس قدر

میاں بیوی کے حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَيْرَكُمْ خَيْرَكُمْ لَاهِلِهِ وَنَا حَيْرَكُمْ لَاهِلِي

(مکتوبات ص: ۴۸۱)

ترجمہ: "میں نے اپنے گھر سے بہتر گھر رکھی عورتوں سے روایت
کے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے اور بعد
میں وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں چھا ہو۔ اور میں
اپنے گھر والوں کے حق میں م سب سے چھا ہوں۔"

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کمین العزیزین ایمانہ احسنہم خلقا
وحیرکم حیرکم لہم روتہ ترمذی

(مشکوٰۃ ص: ۴۸۲)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے کامل
ایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو۔ اور تم میں سب
سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے
ہوں۔"

لوگوں کو یاد دہانے کی قدر شیطان کی رہنمائی میں کامیابی پاتا ہے۔ شیطان سب کی کارگزاری کرتا ہے، ایک آکر ہوتا ہے کہ میں سے آتش فشاں فدا گناہ دے ایسے میں شیطان کہتا ہے "تو سے ہاتھ نہیں کیا" پھر دوسرے آکر سے وہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص سے پیچھے ہٹا رہا ہوں اسے بیوی سے طلاق دے بیوی کو اس نے طلاق دینا کہا، یہاں تک کہ سب کے درمیان طلاق کر کے یا اس شیطان یہ سب کر اس دنگلے لگاتا ہے اور اس سے "شہادتیں اٹھانے کا کام کیا۔"

شیطان وہی ہے جو نفاق سے ہی سے جوٹی جوتی سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی تخلیق کا کام ال کے بل و میوں کی سے توش و قرب کی اور اس کے دوست احباب کی مدد کی میں رہنمائی کرتا ہے وہ اس سے نتیجہ میں دیکھیں خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

روحانی تخلیق کی اہمیت کے پیش نظر سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی مروتوں میں کہ گناہ پر غیبت نہیں کیا جائے تو میوں بیوی کی گھر میں و محسوس سے محبت ملتی ہے اور یہ تخلیق مروتوں کا وسیع بن سکتا ہے۔

اس میں سب سے بڑی مدد یہ ہے کہ یہی اہل خانہ کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے گھر میں قافوں کی حکومت کس پہنچ جگہ الفت و محبت اور حادق، مروت کا سکہ چلتا ہے جو لوگ گھر میں در و بات پر قافوں کی میں فتح کالتے ہیں اور دشمنی و دشمنی کے راز سے وہی پیسے و ترش دینا چاہتے ہیں وہ شک و دہی کے عارضے میں مبتلا ہیں دشمن حادق کے ساتھ پیش آنا یوں کہ سب سے بڑی حق سے اور صاحب برائی کی عداوت سے۔

سمجھتے ہیں کہ یہ مددیت اگرچہ براہ راست مروتوں کو ہے اور گھر میں

وہ مسلمانوں نے درمیان نہ دیا، رنجی سوار میں باہمی رنجش پیدا ہو گئی تھی۔
 یہ تو اس میں سوائی... کو ختم نہ کیا کہ عرب و عجمی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے
 ٹھہر رہے تھے۔ یہاں تک کہ یہاں سے درمیان صبح صادق نمودار ہو گیا۔
 عجمیت ۱۰۰ رُخِ خدائے متعالیٰ پر رنجش ہوئی جس کی جگہ ختم کر کے اور مل
 یہاں ۱۰۰ پاروں میں گاہ بیکار و چاروں گوشوں پر رنجی سوار نمودار ہو گیا۔
 دشنہ نہ کہنے کے لئے، رنگ، سن، قوم، دھرم، قبیلہ و ہزاروں کے تمام تعلقات سے
 سو یہ دیکھ کر کہ اس میں سے عزت پر اس سے اور زیادتی کس کی طرف
 سے ہو رہی ہے، اس میں جو فرق پڑتا ہے اس سے پہلے معاشرے کو متعلق
 چاہئے کہ جب تک وہ اپنی زبان و چھوڑا جو اس کی سے ہے جس پر تادم ہو اس
 سے مسلمانوں کی صلح نہیں ہوئی چاہئے

ترجمہ: ایم ایف ایف، سب سے پہلے بھی شادی ہو گئی جس کے نتیجے
 میں مسلمانوں کو اس میں نزاع ہے، اس میں اختلاف و امتداد ہے جس سے
 سوار رہتے ہیں، اس میں سب سے پہلی چار ساری تہ سے شہنائی مل جاتا ہے
 مسلمانوں کا خد و رعب کی حالت سے روٹا رہتا ہے۔ جب مدینہ عظمیٰ
 تقدس کا ماحول ہے تو ظاہر ہے کہ سلاخی خوت و سلاخی تھا کہ تمام بھی اچھا
 ہے، اس میں سب میں مسلمانوں میں دست و گریبان ہوئے ہیں کوئی قحط محسوس
 نہیں کریں گے۔

دوسری چیز جو اسلامی خوت کی راج و پیش و پستی سے وہ سب مسلمان کی
 دوسرے مسلمان سے بدگمانی ہے، اس کی لئے قرآن کریم سے بدگمانی سے اجتناب کرے
 ہدایت فرمائی ہے کہ مسلمانوں کو پہنچا دے کہ جس بدگمانی کا مصلح فاشا نمودار ہے۔ ہو وہ گناہ

ہیں غیبت کسی مسلمانوں کی آری و سوائی جیسے سب مکناہ اس میں سہ تے
 اس میں لے کر تیسری ریمے مسلمانوں کو نہایت نرمائی ہے کہ سب انہیں کسی مسلمان
 نے، میں ہائی جہر طے تو اس پر بھی تحقیق کے تو یقین کیا کریں، اور نہ اس پر
 اپنے ک دخل کا اظہار کریں، تو تیسری ریمے میں جہر میں لے، انوں کو مفاہمتی“ کہہ کر
 ہیں ناگاہی، حد و قرار دیتا ہے

پھر جب ایسی خبریں عام طور پر ایک ہر کے خوف شائع ہوے گئی
 میں تو ہمیں میں عداوت نے شیعے جہر دھتے ہیں وہ مسلمانوں کو پٹی جو کت ہر
 سے متاثر میں آج کرئی چاہے تھی وہ آج کی گناہوں میں صرف ہوے گئی سے ہر
 ٹریں اور سے فریق کو پہنچا دے کے سے پٹی ہادی علاقہ جہر حرج کرنا سے
 اس مسلمانوں کو قوت کا وہ ن کاماں نفی دماغی دہمائی عداوتیں آپس
 کی سرچھوں کی دہمائی گئی ہیں۔ دہمائی مسلمانوں کے دشمن اضمیاء کا ساتھ
 بیٹے میں اور انہیں مسلمانوں سے متاثر، قدامت کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا۔
 سے، سب سے بڑا خطرہ اس سے ساری متاثرہ دور پار ہے۔

شیطان سے مسلمانوں کو ہڑ سے لے کر ہر شمار و رخ ایجاد کے ہیں اس
 میں بہت کی چیزیں ہیں۔ جن کا تحت کی طرف کسی کی نظر ہی نہیں آتا۔ وہ
 اس نے لئے کبھی مدد ہی میدان ہمارا کرتا ہے اور چند سرچھوں کو نئے نئے شوئے
 چھوڑے پر سہاتا ہے، کبھی اس کے لئے سیاسی میدان حیا کرکٹا ہے اور مسلمانوں کو
 مختلف لکڑیوں میں ہاتھ کر سیاسی جنگل میں تار دھتا ہے کبھی تو اس میں در قیہ
 ردی کا بت تراش کر چند سامریوں کو اس کا سر پرست بناتا ہے، وہ ہادی
 خوت سے تار دھتے کاٹ پھٹتے ہیں کبھی طبقہ کی منکاش برپا کر کے مسلمانوں کو ایک

جرم و سزا کا قانونِ الہی

دین کی یہ خصوصیت تو ہمیشہ سے رہتی آئی ہے کہ یہ پرستشوں کا نمونہ ہے۔
مصائب و آرام کا گھر ہے اور افکار و حواصط کی تاجگاہ ہے۔ مگر نئے زمانے کے نئے
تقاضوں نے جس "متن" کو جنم دیا (اور جس میں روز افزوں ترقی جو رہی ہے) اس کی
مثال شاید کسی پہلے زمانے میں ڈھونڈنا محبت ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ابھی کیا
کیا نقشے پیش کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری میں، بید بن عدی سے روایت ہے کہ ہم
حضرت انس بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے
قلعہ کی چوہ و دستیوں کی شکایت کی تو فرمایا

"اصروا و لا تدعوا حبلکم ان یسجدوا"۔

سرمہ جی سدا رہو کہ سعادت میں نہ کہ کسی نہ

عیب و عیب۔"

(تفسیر من ۴۳)

ترجمہ۔ صبر و استقامت نہ چھوڑو جو مانگ بھی "نئے گاہ" کے بعد کا

نہ اس سے بدتر ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے "ملو" یہ

بہت میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔"

دنیا میں پیش آنے والی آفات کی بظاہر دو قسمیں ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جن کے

اسباب اختیاری ہیں، اور بعض بظاہر انسانی قدرت و اختیار سے خارج ہیں، اور اگر

دوسرے کے خون سے خداوت و شہنشاہی کی پیاس بجھانے کی تدبیر بچھانا ہے۔ اور یہ
 ساری چیزیں اسلامی معاشرے کو جہنم کا سونہ بنا دیتی ہیں بد قسمتی سے آج ہمارے
 ”وہ پیش پیش شیطان اب وراثت ہیں اور مسلمانوں کا عین حسرت بننے پر آمادہ ہیں۔ حق
 تعالیٰ شانہ ملے اسلام و اسلامی اخوت کے رشتہ میں مسلک رسے کی توفیق عطا فرمائے
 اور تمام شیطانوں کو ذلیل سے نہیں محفوظ رکھے۔

(سید آقا نور محمد جعفریؒ ۲۹ جولائی ۱۹۵۷ء)

حدیث میں آتا ہے کہ اہمیت الہامیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر دریافت کیا تھا چہ کہ دو حصہ حصہ ہوا ہم ایسی حالت میں ملا کہ رہنے حائیں گے جب کہ ہمارے درمیان ایک ٹوٹ موجود ہو؟" جواب میں "آپ سے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو جی ہاں ایسا برائی اور خباثت کی کثرت ہو جائے تو یہی ہوگا۔"

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

"اس امت کی قسم جس کے قطعہ میں میری سات بات آتو
تہیں بھائی کا حکم کرنا ہوگا اور میری سے مارنا نہ ہوگا۔ دو۔ یہ امت
جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی مقرر کیا وہ اب مضطرب رہیں گے۔ پھر تو دعا میں آنا
گئے تو تمہارے دعا میں بھی نہیں کی جائیں گی۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے کہ

"لوگ جب برائی کو پھیلنا ہو سکیں اور قدرت کے باوجود
اسے بد سے اور مٹانے کی کوشش نہ کریں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اس
کو مذاب عام کی لپیٹ میں لے لیں گے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جس سے اہل علم واقف ہیں۔

ایک طرف ان اراکین نبوت کو رکھیں اور دوسری طرف خود اپنا اور اپنے
ساتھ شریعہ کا کارہ ہیں۔ وہ کون سی برائی ہے جو اس وقت وہ اپنے عام کی طرح بھیجتی نظر

وقت طرے جا رہا ہے تو بیشتر گفت و مصائب جو غیر انصاری نظر آتے ہیں وہ بھی درحقیقت ہماری ہی بد معیشتی کی سزا ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا يَكْفُرُ بِهِ إِلَّا الْأَقَلُّ مِنَ النَّاسِ
(مائدہ ۳۰)

ترجمہ اور جو پرے سے نہ پہ کوئی جتنی ۱۰۲ بد سے اس کا جو کیا
تسارے بائوں سے اور اعلیٰ کرنا۔ بہت سے کہہ۔

۱۔ ۲۔

اس زمانے میں بہت سی گفت و مصائب اپنا اختیار خود لے رہی ہیں۔ اور
حق تعالیٰ کا اول ہماری بد معیشتی کی بدولت جو زمانے میں لگتا ہوئی شمار ہی نہیں۔

حق تعالیٰ کے یہاں قانون یہ ہے کہ جیسا جرم ہو مگر جس کے مناسب ہی جاتی
ہے۔ جرم خفیہ سوتہ سراسر اعلیٰ حقیقہ اور جرم اعلیٰ ہو تو سراسر اعلیٰ حقیقہ۔ جرم ظہری
ہو تو سراسر اعلیٰ ظہری اور جرم خفیہ ہو تو سراسر اعلیٰ خفیہ میں دی جاتی ہے۔ اس
جو نہ نہیں پورے جنوع و معاشرہ کو ہلکے نہتا چھڑنے کہ تم و بیش پوری دنیا کو ہلکے
ہیں۔ اور ان کی وجہ سے کیا امیر، کیا غریب، کیا مرد، کیا عورت، کیا بچہ کوئے کیا بڑے
بنا آتھے اور یا برسہ سبھی پریشان و قریبا کس چیز یہ سب ہمارے جتنا ہی سناہوں ؟
شہر ہیں۔ بسہ فتن و زور مایہ ہو رہا ہو بسبب حد اعلیٰ کی پابندی ہوئی حدود کو بھلے
ہندوں تو نہ جلتے۔ جب حد اور رس کی مثال میں یہ ادبیں عام طور سے کلی
کوچوں میں ہوئے لگیں۔ پور جب شر کے شرارے چاروں طرف پھیل جائیں اور
کوئی اس کی روک تھام نہ کرے دھار ہو تو حد کا اہل قانون حرکت میں نہ آئے اور
ہجر مہوں کے ساتھ نیک کوئوں کو بھی گفت و مصائب کی چنگی میں پھنس دیا جاتا ہے۔

اس وقت امارا روئے خنن الہ گوں کی طرف نہیں جو خود جرائم میں مبتلا ہیں۔ بلکہ الہ نیک پاک اور مقدس حضرات کی طرف ہے جو حاجی نمازی اور رندانہ کلمات ہیں۔ مگر انہیں اپنے القرون ائیل کے بعد شر اور برائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کہہ سکنے کی کوئی فکر نہیں۔ ان کے پیوس میں لوگ سے نمازی مرتے ہیں تو مرتے رہیں۔ یہ کلمہ مرتے ہیں تو مرا کریں، مرتد ہوتے ہیں تو ہوا کریں، عذابہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں تو ہوتے رہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کسی کی کوئی دماغ داند نہیں ہوتی۔

بالخصوص حضرات علمائے کرام سے مگر رش رٹا ہے کہ جو امانت بیوت کے حامل ہیں، اور امت کی اصلاح، محروف کے پھیلانے اور مفکرات کے مٹانے کی امانت داری جس پر بطور خاص عائد کی گئی ہے۔ وہ جس ہستی میں، جس شہر میں، جس محلے میں رہتے ہیں، کیا انہوں نے خلق خدا کی راہنمائی اور دعوت فی اللہ کا بولی ٹھوس نظام قائم کر رکھا ہے؟ کیا ان کی ساری توانائیاں اور ان کی ساری صلاحیتیں باطل کو مٹانے اور برائی کا قلع قمع کرنے میں خرچ ہو رہی ہیں؟ کیا انہوں نے گھر گھر جا کر اور ایک ایک گرجا کر موعظہ و نصیحت اور حیران کنی کے سارے منصوبہ تیار کیے ہیں؟ امور ہے کہ اس کا جواب سلی اور یکسر نفی میں ہے۔ بلاشبہ دینی معالجہ کام کر رہے ہیں، کوئی شک نہیں کہ مسجدوں میں بھی کچھ لوگ آجائے ہیں، مگر یہ بھی درست ہے کہ جلسوں، کانفرنسوں، مجلسوں اور وعظوں کی شکل میں بھی دین کی غوازی بہت باتیں نالوب میں ڈال جا رہی ہیں مگر شر کا سیلاب جس رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ ہدی کی قوتیں جس عزم و ہمت اور مصوبہ بندی کے ساتھ اپنی دعوت منظم شکل میں پھیلا رہی ہیں۔ اور شیطان نے غش خدا کو ہکا بے کے نئے جس طرح قدم قدم پر پے حال پھیل رہا ہے۔ اہل قہر و صبر کی کوششیں مگر ان کو کوششوں کا نام نہ لیا صحیح

سہیں تھی اور کتے لوگ ہیں جو برائیوں کے مٹانے کے لئے کمر بستہ ہیں؟۔ دو مری
برائیاں تو اپنی جگہ رہیں، ماری سگھوں کے سامنے لوگ مروتہ ہو رہے ہیں اور قریب
قریب وہ نقشہ بن رہا ہے جس کی ظلال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد
میں دی تھی:

وَالْعَمَلُ بِمَا يَنْصَحُكَ الْمَوْلِيُّ

وَالْعَمَلُ بِمَا يَنْصَحُكَ الْمَوْلِيُّ

وَالْعَمَلُ بِمَا يَنْصَحُكَ الْمَوْلِيُّ

(صحیح مسلم - مشکوٰۃ ص ۳۴)

ترجمہ: "میں فتنوں سے پہلے اعمال کی طرف سبقت کر رہا ہوں
رات کے گھڑوں کی آمد ہوں گے، آدمی صبح کو مہاس بھے جگ
شام کو کافر ہو گا، شاہ کو مہاس ہو گا اور صبح کو کافر ٹھے گا۔ وہ جو کے
چند گلوں کے بدلے اپنا دین بیچتا پھرے گا۔"

لیکن اس تمام مدح فرما حالات کو دیکھنے کے بعد بھی بیدار حضرات میں کوئی
جس و حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ بے چارے حماقت کی وجہ سے دین و
ایمان سے محروم ہو رہے ہیں ان کے بچانے کے لئے کوئی فکر مند نظر نہیں آتا۔ اور
یہ دردناک صورتحال پوری قوم پر عذاب الہی کو دعوت ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جبریل علیہ السلام کو
حکم فرمایا کہ فلاں بستی میں اس کے مکیوں سمیت الٹ دو "اسوں سے عرس کیا بار اہل!
وہاں حیرا اعلان بندہ بھی رہتا ہے جس نے کچھ جھپکنے کی مدت میں بھی کبھی تیری نافرمانی
نہیں کی۔ حکم ہو گا کہ اس کے سمیت اس بستی کو الٹ دو" اس نے کہ اس نے پیشانی پر
میری غامہ رکھی شکن سہیں پڑی۔

ہماری موجودہ کوششیں ہمارے گویا پیر کرنے کے لئے تو کافی ہیں۔ مگر جو
 مسکین پیسوں سے محروم ہو چکے ہیں ان کے لئے نہ مسجد کی کوئی اہمیت ہے نہ
 مدرسہ کی نہ علم کی نہ صلاح کی نہ دنیا کی نہ دیندہ دلوں کی اس کا نتیجہ ہے کہ
 معاشرے پر برائی کا دیاؤ برابر بڑھ رہا ہے اور بڑے بڑے جری اور حق گو حضرت بھی
 پاشگاہ ہو کر "سکوت معصیت آمیز" میں عاقبت سمجھتے ہیں مگر اسی کا نتیجہ ہے کہ والد
 بزرگوار مگر علم و فاضل حلقہ نمازی اور تہجد گر رہتے تو اولاد کڑے دیں، تلخ اور عقل
 شرافت تک سے ہماری ہو رہی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سی برائیوں
 کی طرف ہی دل سے لکل گئی ہے۔ کل جو کلمہ شدوں در پیوں، عقلموں کے سمجھے
 جاتے تھے۔ اور ہمیں معاشرہ بے حد نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا (بلکہ کہتا چاہئے کہ
 دیکھ نہیں سکتا تھا) آج وہ شرناکے گھروں میں 'وندہ رعایا' نمازیوں کے گھروں میں
 بغیر کسی روک ٹوک کے ہو رہے ہیں۔ خصوصاً عورتوں کی بے تحاشی و ریویو، فلم 'نی
 دی' اور وی سی آر کے قتل و شرافت کی ہماری قدموں کو پامال کر ڈالا ہے۔
 بعض لوگوں کے کان میں شیطان نے یہ پھونک دیا کہ "مہیاں" آج برائی کی
 اصلاح نہیں رہا، بلکہ سب سے تم کہہ کہ کو کون کسی کی سنتا ہے، اس سے اپنے کام
 سے کلمہ رکھو۔ اس القائے شیطانی کا اثر ہے کہ باطل اور شر نے جو مسے لئے
 عزم اور نئے دعوے کے ساتھ آئے ہیں وہ رہا ہے، مگر حق کے حاملین میدان و فناء سے رو
 قرا اختیار کر رہے ہیں اگر فسق و فجور کی پیش قدمی اور شر و باطل کی پیغامی طرح
 رہی، اور داعیان حق ایک ایک کر کے غوشہ عاقبت میں پہنچے رہے تو بوشتہ دیوار
 سامنے ہے۔

ان تمام گزارشات کا مدعا یہ ہے کہ حیرت مندی کے تمام حاملین اور بالخصوص

ہو) اس سچ کی تمکینا ہوتیں، اس کا حشر عشر بھی نہیں ہیں۔

اور پھر جو کچھ ہے وہ بھی حاصل اس حلقے کے لئے ہے جو دین کی طلب ہے
 اندر رکھتا ہے۔ اور جو خود طالب بر سر دین کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے آتا
 ہے۔ لیکن بد قسمتی سے قوم کو ”مستوبہ اشتہا“ کا مرض لاحق ہے۔ اس کے اندر دین کی
 طلب اور پیاس ہی باقی نہیں رہی ایک تندرست شخص کے لئے آپ نے خود روئے نش
 کا سارا سامان میلا کر دیا۔ سے جب بھوک پیاس ستائے گی وہ از خود غذا کے لئے سے
 قرار ہو گا۔ لیکن جس مریض کی اشتہا ساقط ہو چکی ہو اور سے غذائی رحمت کے
 بجائے سے سے نفرت ہو گئی ہو اس کے لئے اتنے سے اچھے خالص کا اہتمام ہے سود
 ہے۔ اس کی خیر خواہی یہی ہو سکتی ہے کہ سے اس کی اشتہا بحال کرنے کی تدبیر کی جائے۔
 اسے کسی معالج کے پاس لے جائیں اور اگر اس کا وہلی جانا ممکن نہ ہو تو معالج کو گھر پر
 جا رہیں، تبدیلی آب و ہوا کی ضرورت ہو تو سے کا ماحول بدلیں، اور جب سے کی اشتہا
 عود کرے تو اسے مناسب غذا دیں دینا شروع کریں۔ مگر یہی حالت سے وقت
 مسلسل معشرے کی ہے۔ اس کے ذہن اور تصور پر بدایت اور شیطانی ماحول کا اس
 قدر تسلط ہے کہ دین کی رحمت و اشتہا کا احوال سے۔ وہی مراکز موجود ہیں، اس کی تعمیر
 و تہذیب کا پورا سامان میلا ہے۔ مگر سے اس ہی سے نفرت و بیزاری ہو چکی ہے، اور
 حرص نے بڑھتے بڑھتے خاناگ شکل اختیار کر لی ہے۔ ایسی حالت میں ناخدا یاں ملت کا
 فرص یہ ہے کہ مسلمانوں میں دین کی طلب و اشتہا پیدا کرنے کی تدبیر کی جائے، اور
 جس طرح ایک دہائی مرض پر قابو پانے کے لئے تمام ممکنہ تدابیر بروئے کار لائی جاتی
 ہیں، اور اس کے لئے پوری قوم فکر مند ہوتی ہے اسی طرح مایوس صورت حال کی
 اصلاح کے لئے ملت کے ایک ایک فرد کو فکر مند ہونے اور خدا کے بندوں کو اس
 سبب دیا سے بچنے کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔

تجسسی سرگرمیوں کا مرکز بنجھو۔ سوئی طریقے اور کاموں کا نام سے منی سرحدوں تک
 ناپسلا، آخری مقصد سے جاننا اس نیت میں ہی مباح ہے جس سے اختلاف نہیں ہوگا
 کہ آیا کامیاب و تجسسی کچھ تعلیم و تربیت سے واقف ہے پورے نہیں رہتا یا سرمن
 سرحدوں کے سے ناگزیر اور عام مردم سے بے لطف ہو جاسکتے ہیں بددیوان
 مہاجر و تجسسی ہمارے سفر کا بے چارے جسکی ناروا و بے رحمی سے بددیوان و بین
 رو اور پٹلی، سان اداقی سے ترس جیسے مریض و عام مردم کو دے اور سر تعلیمی شعبہ
 کے بگاڑنے نہایت کافی خدمت نہیں کی جا تو یہ پسندی کے جذبات و فروع
 این امر سے فوجت سے اس کی پرواں واد سے بہ معصرتی تعلیم میں مشرق
 بھی نہ کچھ پر چل گیا سے ہوا و بے شکست کہ موجودہ نظام تعلیم کو فروع سے یا
 دوسرے لفظوں میں تعلیم کو عام سے اس کی حیرت کی توقع کی جاسکتی ہے؟

اس میں کاموں میں تعلیمی بگاڑ کے بہت عمل کی شامدی اور اس کی حساب
 سے نئے تجاویز پیش کرتے رہتے ہیں مگر حقائق سے نہیں سمجھتی کہ اس سے سان وین
 ہے۔ ہم ایک یا کچھ مخلص و سرگرمیوں کے کہ جب تک تعلیم و نظام تعلیم جاری
 خصوصاً یہ مرتب نہیں کیا جاتا، جب تک ہمارے تعلیمی رویوں و روش گاہوں میں
 عمل سے پائ نہیں آیا جاتا، جب تک تعلیم کے روح و پیر حق نہیں پیا جاتا۔
 سے نئے تعلیم پائے، اس کی ساری حقائق اس کی حقائق اور غار غریب۔
 کے مطابق تہذیب و بین کا کچھ اور اس میں یہ حقائق اس وقت تک اس کی تعلیمی مہم
 جوں مقصد میں ناکام رہے گی۔

تعلیم کی حق میں نیلہ ورمات کی طرف بھی توجہ ضروری ہے اس کی تہذیب
 مغرب میں جو تہذیب کی تعلیم بھی جدید کچھ پرورش نہیں کرتی ہے اس کی حدود حد۔

معاشرتی برائیوں کی اصلاح

گزشتہ صفحے کے "نصار و غیر" میں جس درجہ کا ظہور کیا گیا تھا اور اہل علم اور اہل دین حضرات سے جس رقم کا مرہم تلاش کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ آج کی صحبت میں چند معروضات ہی سلسلہ میں پیش خدمت ہیں۔
 ع "مس قاش فروش دس صد پارہ خوشم"

محرم الحرام ۱۳۰۰ھ سے چودھویں صدی کا آخری سال شروع ہو رہا ہے اور حکومتی و بین الاقوامی سطح پر پندرہویں صدی کے مستقبل کی دو سالہ تقریبات ہی سے شروع ہو رہی ہیں۔ جس کا مشاہدہ مسد کی اصلاح و ترقی اور اسلام کی سر بلندی کی تدابیر سوچنا ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے۔ "تقریب غن" کے طور پر اس مختصر سے واسطے کے چند فقرے دہرا دینے کو جی چاہتا ہے۔ جو راقم الحروف ۷۷۷ھ سے سات برس پہلے محرم الحرام ۱۳۰۳ھ کے شمارے میں "شعور" کے عنوان سے سپرد قلم کیا تھا۔

"محرم الحرام سے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے۔ گویا ہجرت نبوی (علی صلی اللہ علیہ وسلم) سے اب تک (۱۳۰۳ھ کے آغاز تک) رفتہ گردش ایام کی تیرہ سو بانوے مزیں طے کر چکا ہے اور آج سے ٹھیک آٹھ سال بعد ذلک صمد سال کھلتا ہوا بدل کر چودھویں

یا وہ درجہ یہ حاصل کرے جسے چاہے اور کسی صورت کی ہوتی ہو
 "صداقت" یہ یوں کہ اس کو خود اپنے دل سے اپنے دل سے
 سے "تعلیم" ہوسکتی ہے یہ ہے کہ اس سے "تعلیم" ہوسکتی ہے
 مقصود ہے جو کسی شخص کے ساتھ "تعلیم" ہوسکتی ہے
 سے تو "تعلیم" ہوسکتی ہے کہ اس سے "تعلیم" ہوسکتی ہے
 ہوں "تعلیم" ہوسکتی ہے کہ اس سے "تعلیم" ہوسکتی ہے
 کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

۱۔ کتاب "تعلیم" ہوسکتی ہے کہ اس سے "تعلیم" ہوسکتی ہے

موسے کا نہیں تو اور کیا ہو گا۔ اس میں نہ ہوا۔

”سب سے پہلے جب کہ ہماری ہولی انسانیت میں اپنے خالق سے جلوت و برکت کی دعا ہے اس کے احکام میں کو توڑنا یا رہنا ہے نہایت کا فتنہ اطراف عالم کو محیط ہے۔ ایسے حالات میں جو لوگ اپنے کرم سے آقا سے، خدا کی کائنات میں نہیں گئے انہیں پیش سا انجمن کی دولت سے نوازا جائے گا۔“

”مگر خود ملکیت کے گرداب سے نکل کر ایمان و یقین کی بات پر پڑنا، اور بندگی خدا کو اس کی دعوت و بتا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ وقفہ وقفہ کے بعد پیچھے وقت نکال کر اللہ والوں کی پاکیزہ مجلسوں میں حاضر ہوں، یہی چاہئے ہر عہد کی مسجد کو محلہ والوں کی دینی ضروریات اور ایمان و عمل کی دعوت کا مرکز بنانا چاہئے ہر گھر کو، اور جلوت سے معذور کیا جائے اور اس کے لئے اتنی محنت کی جائے کہ ہر مسلمان کا رابطہ مسجد سے استوار ہو جائے۔ پس یہ ہے آج امت کی سب سے بڑی ضرورت۔“

”مختصر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

”وَلَا تَجْعَلُوا دِينَكُمْ سِلَاحًا يَدْرُسُ دِينَكُمْ“

(مکتوبہ ص ۴۴)

”دین کو لا ملے۔“

صدی سے پندرہویں صدی میں ختم ہو جائے گا۔

"صدی کا آخری حصہ عموماً تزلزل و انحطاط کا دور ہوتا ہے"

گزشتہ چند سالوں میں امت جن حوادث سے دوچار ہوئی، انسانی قدریں جس تیزی سے پامال ہو گئیں، انسانیت کے آکام و مصائب میں جس سرعت سے اضافہ ہوا، اور ملت اسلامیہ پر اقبال و آزار کش کے جو پہاڑ ٹوٹے، اگر سمجھ سکو، کچھ سالوں میں پستی و تزلزل کی یہی رفتار رہی تو نہیں کہا جاسکتا کہ چودھویں صدی کے اختتام تک، یہ انحطاط کے اس نقطہ تک پہنچے گی۔

"اب یہ امت قتل کے مقابلہ میں غم ٹھونک کر کھڑا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بلکہ ہر موقع پر طوفان کے رنج بننے کی خواہش ہو چکی ہے۔ مگر اس کے خبا و معالین اس میں بلب مریض کی غلط چارہ ساری میں معصوم ہیں اس کی سمجھ میں نہیں رہا کہ آخر اس کا کیا کیا جائے۔ کس جسوریت کے انجکشن سے اس کی بحالی صحت کی امید کی جا رہی ہے۔ کس یسویت و معریت کا طریق اس پر آزمایا جا رہا ہے۔ کس سائنس اور طبیعت کے کیڑوں اس کے مطلق سے آوازے جا رہے ہیں۔ کس سوشلزم کے مارچ سے چند لمحے تسکین دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر صدمہ جیسا کہ یہ برخود معالین نے اس امت کے مزاج شناس ہیں۔ نہ اس کے مرض و اسباب مرض کی صحیح تشخیص کر پاتے ہیں اور نہ اس کے علاج کی طبیعت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسے میں یہ مریض

ہے۔ درجہ قلوب کو غفلت کی دھماکا چٹ جائے وہ بالآخر محتاج ایمان سے بچے گی
صدقیت بھی ہم بیٹھتے ہیں۔ اس لئے حجت امت کو ایک بنی ایمانی اخلاقی کی ضرورت
ہے جو اسے قلوب غفلت سے بیدار کر دے۔

سے تعلق مع اللہ اور شوق "خیرت کے ایک پسے والہامہ دلوے کی ضرورت
ہے جو اس کے دنیوی مشاغل پر غلبہ کے کی صدیقیت دکھاتا ہو۔ سے پسے نور
عبر کی ضرورت ہے جو حق تعالیٰ شہنہ کی خاصیت و درایت اور اسباب سے جا تر
وں کیلئے رہبریت نامشاہدہ کر سکے اور یہ بات دل کی گہرائیوں میں اتر جائے کہ
معیشت کے تمام اسباب و درائع محض اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں حق تعالیٰ کی
رہبریت دنیا اسباب کی محتاج نہیں۔ بلکہ یہ اسباب خود مشیت الہی کے تابع ہیں۔ اگر
حق تعالیٰ سے بندے کی عبدیت کا رشتہ صحیح ہو تو حق تعالیٰ اس سب کے بغیر بھی اس
کی پورے قریب فرما سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وحال
کے بعد کی شدت کا تذکرہ فرمایا تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم! یہی شدت اور یہ سخت منزل کے وقت مسلمانوں کا کیا حال ہو گا؟ فرمایا

حَرَّاهُمْ مَا حَرَّتْ شَمْسُ يَوْمَئِذٍ

[مکتبہ شریف صفحہ ۲۷]

ترجمہ :- جو تسبیح و تفلح آگ لگ جائے گا وہی

ترجمہ :- جو تسبیح و تفلح آگ لگ جائے گا وہی

بھی کافی ہو گی۔

اگر مسلمانوں کو ایسی ایمانی تہذیب اور ایسی اخلاقی تحریک سے وابستہ ہوے گی
سعادت نصیب ہو جائے تو یہود و نصاریٰ اور یہ خدا قوموں کی تخلیق جس پر ارجح فخر کیا
جاتا ہے۔ اس کے لئے موجب نیک و عار و باعث شرم و خجالت بن جائے اور

احساسِ ذمہ داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مردانِ سرس، شکوہ کا نام ہے مردانِ شجرہ بقی، مردے تو تے موت
 سے تعبیر ہوتا ہے قوموں کی مدنی غایوں بھی مردوں کا شکوہ ہے جس سے
 قوم ہی بقی ہے جس کا وہ طبقہ نہ رہے جس کا شکوہ بھٹا ہو چکا ہو۔
 رہی ہے ساتھ پہلے وہ حال، حال سے حال ہے قوم پہلے اس سے
 شعور کے محروم ہوں تو پہلے میں، میں سے، میں سے یہ زندہ قوم کی طرح
 پہلے تک، دل صافیت میں بھٹتی۔

قومیں پہلے لطافت کے لیے، مردانِ سرس، مردانِ شجرہ بقی،
 یہ کہ کتنیں، کتنیں میں مسکرتوں کی یہ خصوصیت ہے۔ یہ میں سے، میں
 مرد، ملک کے وطن سے موثر شفیق، سما، قوم کے رہیں میں نہیں ملے، وہی
 کے اور بھٹیں، نہ وہ سما، نہ میں سے مسکرتوں کی قوم، مدنی کی شکوہ
 اس پر سمجھ کے، حال میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے
 سے جو خدشہ نہیں کی طرف سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے
 سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے، میں سے

فراموش رہتی ہو جو دوسروں کے اس کے نامہ ہیں تو دیا میں کسی کو کسی سے شکایت نہیں رہے گی۔ کیونکہ جب والدین، اولاد کے تمام حقوق پورے حساس مددگار کے ساتھ ادا کر رہے ہوں، لا مال باپ کے حقوق ٹھیک ٹھیک بچا رہی ہو، شوہر پرستی کے اور بیٹی شوہر کے حقوق میں کسی عہدت و کوتاہی کی مرعوب نہ ہو۔ حکام اپنے ماتحتوں کے اور ماتحت اپنے حکام کے حقوق نہایت احصا اور تندی سے پورے کر رہے ہوں تو کسی کو کسی سے شکایت نہیں رہے گی۔

۴ نظم وعدوات اور یہ صافی کا راہ میں وقت غلتا ہے جب آدمی اپنے حقوق کا مطالبہ تو حسب شدت کے کرتا ہے لیکن خود اس کے نامہ جو حقوق عامہ ہیں ہر جن کا اکرنا اس کے فرائض میں شامل ہے، جس پر اس سے ہر پرس ہوگی اور جب تک اہل حقوق اپنے حقوق ہموں نہیں کرتے یا سے معاف نہیں کر دیتے اس کی رہائی کی کون سمجھتا ہے اس کے دکرے کی کوئی فکر نہ کرے۔

۵ منہ کے فلسفہ اجتہاد اور دور جدید کی غریبوں کے درمیان بنیادی فرق نہیں ہے۔ سلام ہوگوں کہ حق بطوری پر نہیں کھینچتا ہے بلکہ ہر شخص کی گردن دبا کر اس سے لوگوں کے حقوق ادا کرے کا خواہش کرتا ہے۔ مثلاً وہ حاکم و مت کو آگاہ کرتا ہے کہ

لَا مَن رَحِلَ يَسِي أَمْرَ عَشْرَةَ مِمَّا فَرَّقَ ذَلِكَ الْا

اَزْهَ فَمَ عَمْرٍ وَ حَلَّ مَعْلُولًا يَوْمَ النِّمَامَةِ يَمْدُ لِي عَمَلُهُ هَكَه

(مکتوۃ قر ۳۲۳)

برہ + اوبقہ ائمہ

ترجمہ جس شخص کو بدعتی سے دل آئیوں پر

بھی حاکم بنادے، قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اس طرح

وجہ کی حد مت میں حائل شمار ہوگا اور اس کی تنخواہ، ماحول میں تصور کی جائے گی۔
 اس حیات اور حرام زندگی پر سب سے پہلے دیکھی

ماں جب اس عالم رنگ، یہ ہیں کہ مانتا ہے تو حقیقت کی ایک
 وسیع۔ یہ ساتھ داتا ہے، یہی ۱۱۔ طر۔ تعلقات حقوق و فرائض کا تقصیر کرتے ہیں، وہ مانتا
 ہے سوائے ماں باپ کے حقوق کا مدد ہونے ہیں، باپ سے تو اس کے حقوق اس پر
 لازم ہیں شہر ہے تو بیوی کے حقوق کا ظہور اس کی پشت پر ہے، بیوی ہے تو شہر
 کے حقوق کا ہر اس کے گلے میں ہے، حکم ہے تو دیر حکومت رعایا کے حقوق کے
 طوعاں کا اس کو سامن ہے، درحکام سے تو حاکم کے حقوق کا تادال اس کے سر ہے۔
 اعرض ہی ہوئے اس کا کوئی ردایا نہیں کہ مختلف قسم کے حقوق و مطالبات کی پیرویوں
 میں بندھ جاتا ہو۔

۲ جو حقوق تو اس کے آپ کے ذمہ ہیں وہ آپ کے لئے فرائض
 کی حیثیت رکھتے ہیں، اور جو حقوق آپ کے ذمہ ہیں وہ دوسروں کے
 'فرائض' میں شامل ہیں۔ گوکہ ایک ہی چیز ایک حیثیت سے 'حق' کہلاتا ہے اور
 دوسری حیثیت سے فرض۔ مثلاً بیوی کا اس وظیفہ اس کا حق ہے اور شہر کے ماحول
 کی اس کو فرض و رسم ہے۔ شہر کے اطاعت و ماحول اس کا حق ہے اور یہ بیوی
 کے ذمہ فرض ہے، ماں باپ کی خدمت، تقسیم ان کا حق ہے اور اس کا فرض ہے
 بیوی کی تعلیم و تربیت اس کا حق ہے اور ماں باپ کا فرض ہے۔ رعایا کی نگہداشت
 اس کے علم و عدلوں سے بچانا، رعایا کا حق ہے اور حاکم کا فرض ہے۔ اور چاروں امور میں
 حکم و وقت کی طاعت اس کا حق ہے اور رعایا کا فرض ہے

۳ سرپرستوں میں شہر یا تم رسم میں سب عالم کثرت پنے و حقوق

حقوق اور کرنے کا کوئی احساس نہیں رہتا اور جب تک ان کے لئے وہ سے حقوق نہ
 ملے جائیں تب تک اس کا کوئی مطالبہ قائل پذیر نہیں ہے اور عورتوں کو نہیں کرتا ہے
 کہ شوہر اس کے مقابلے میں صفت آ رہا ہو۔ اور بچے حقوق کا مطالبہ پٹر رہا ہو
 یہ ظلمیں مگر عورتوں کو یہ تفہیم بھی نہیں کرتا کہ خواتین کے اور حقوق ہیں۔ یہ
 ان کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ۔ حرمہ یہ کہ اور جدید کا تصور مناسبات اور حقوق ظلمی
 ہے۔ تو ہم کا سامنے شرمی شرمی کے کسی فرد کے ہم پر اس کا کر کے مناسبات
 پر آتا ہے کہ اس کا وہ ہے اور یہ جدید حقوق ہے۔

یہ سب اسلام کے لئے جہاد اور جدید کے فلسفہ کا تقابلی مطالعہ
 کیجئے۔ جب تک مسلمان اسلام کے پیدا کردہ احساس اور حق سے آراستہ رہے اور
 اس انہوں کا عبور روحی اور معنوی کا۔ اپنی جگہ مطمئن تھا۔ نہیں جب تک
 احساس اور حق کا تقدس جو اس کی جگہ ہوا غصبی اور حق ظلمی کا طعنہ دیا ہو
 معشرہ کا اور اپنی جگہ پریشاں اور ایک اور سے استغناء کیا ہے

(در بارہ جگہ موقوفہ ۴۲۲ نور ۱۹۸۰ء)

۱۔ جانے کون سے کون سے دوں ہوتے ہیں ان میں جو
 میں گئے۔ چر باتیں کہیں اور نہ لائی گئے ہیں۔
 یا سنا لکھ کر ہرگز نہ لکھ

اسلام سے یہ اعلان کہ رعایا کو مفادات کا تحفظ اٹھانے سے ہے
 قرار دیا اور حق دینی کی ساری اور ساری ضمانتیں دی گئی کہ اس کے دور حکومت میں
 ان میں کوئی بھی حق تلفی ہوئی ہوگی یا ضرر یا مبینہ سب سے بڑی و آخری
 عداوت میں سے ایک ایک کا حساب چکاتے ہوئے۔ اسی طرح اسلام بیویوں کے حقوق
 متعلقہ کرتا ہے اور شہر اس سے اس کے اس کے مطالبہ کرتا ہے اور مردوں اور
 محنت کشوں کے حقوق متعلقہ کرتا ہے اور ان سے اس کی ان کا مطالبہ کرتا ہے۔
 دو مسایلوں کے حقوق متعلقہ کرتا ہے اس کی ان کا مطالبہ کرتا ہے۔ ان کے
 فلسفہ جنمات یہ ہے کہ واقعی ان کی اہمیت پر نہیں تا بلکہ ان کے حقوق کا احسان
 اور ان کے حقوق کے واسطے عام شمولیت اور اس پر عبور کرتا ہے۔ اسلام کے
 نظام حقوق اور اس کی ہرست اس قدر علویہ اور اتنی روشن ہے کہ اس پر ایک نظر ڈال
 لیجئے۔ یہ یقیناً عجیب و غریب ہے۔ اس کے حقوق اور اس کے ٹھیک ٹھیک حق و تعادل
 کے محکمہ کے سامنے ہوتی ہیں۔

۶۔ اس کے انکشاف میں دو جدید کا فلسفہ ہے جو حقوق و حقوق کا
 شمار محض تو رہتا ہے، مگر کسی حق کی پرور نہیں کرتا۔ اور محنت کشوں سے نجات
 ہے کہ اس کے حقوق کے۔ جنگ کروڑوں سال کی۔ اس کے نزدیک ہر ماں
 تار بند اور کام چھوڑ کر یہی کام مڑا اور اس کے حقوق کی حفاظت ہے۔ اور وہ
 کاروں سے نجات ہے کہ محنت کشوں کے حوالہ کا آخری قسط بھی پھر وہ مکران کے

ہوں ہمتاٹی سے دوپٹیں جاتا کہ یہ چیزیں صاف راحت نہیں جگہ موہپ
رہتی ہیں۔

یہ دیا میں اب سے ریہہ و مظلوم کی حل خصوصاً لڑکیوں میں حسرتی
ہی ضرورتی تہذیب کی تعلیم دہنے لگا کہ بے قصہ سے نہیں ہارے اور
بے گناہ نہ رہے۔ یہ کہ تمہارا مال اور جسم کی بھی لڑکیاں لاپرواہ نہ رہیں
تہذیب کی بدولت جب ہی لڑکیاں ہیں جو خود ہی سے خود کو نہیں بہت ہی
حصوں کے حساب میں پھنسی ہوئی ہیں، بہت ہی بدستور ہاں ہاں کی سلکان ہوں بھی
میں حل رہی ہیں۔ یہ طرت کی ایسا مظلوم کی ہاں ہاں ہوتے

میں ہم میں ہی سننے کے بعد یہ مقامی دسوں
میں پہنچا ہی ہوں، نہیں بھائی بڑے ہیں میں بھائی میں ہوں۔
ہاں رہا رہا میں حد کے محفل سے گھر میں۔ چوہے، بوٹے
ہاں میں، بیکس پریشانی کی بات کی سے کہ بھائی تو چاہا رہا
پچھے میں اپنی محفل سے۔ اب یہ سے ہارے میں تو ولی
تھی سوچتی نہیں سے ایسا۔ کے ہاں میں تمام لڑکیاں
نہایت ہی ہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی غصہ ہوگا، پھر
وہ دیکھیں وٹشلیں ہی ہیں سرتے) نتیجہ یہ بھلا سے کہ بھائی پٹی
جو یوں کے ساتھ نہش رہتے ہیں، بیکس کی ہاں ہاں بھی سولی
ہاں کی ہیں۔ ہمارے ہاں ہاں کی ہاں میں پھر ریہہ و ہاں
چیت بھی بیکس۔ یہ پریشانی پر سے ہم میں بھی بڑی ہاں ہاں
چاہتی ہوں۔ اور جب ہاں ہاں کی آنکھ کھلے تو رہا رہا

دورِ جدید کی مظلوم ترین صنف!

۱) جدید سہ رخی بات اس کا تعلق وہ سماجی تاریخ کا سب سے یادہ خوش قسمت انسان سمجھتے ہیں لیکن ہمارے مشاہدہ سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سماجی تاریخ میں ہی تبدیلی کی تعلیم کی محاسن اور ہیبتوں کی بدولت سب جس قدر مظلوم سے شاید تاریخ کے کسی دور میں نہیں رہا ہوگا اور آج وہ (سب کچھ ہو جاتا ہو) کے باوجود اس طرح جو اپنے ہاتھ سے دانش کے جوئے کو میں جل رہا ہے شاید اس سے پہلے ہی سے اس طاقت کا بھی تجربہ نہیں کیا ہوگا۔

۲) جدید کا سب سے بڑا جتنا راحت و سکون کسی چیز کا نام ہے؟ اس کا قرار روٹی کی شان، مانی راتوں کی ٹھنڈک و جمعیت قلب سے نہیں ہیں؟ وہ شاید ہنگامے کا سہارا ہے اور سمجھتے ہیں کہ اس سے سوں قلب بٹ جائے گا۔ عموماً سے عموماً فریج اور پر ٹکف سارے دوسروں سے کم تر سمجھا جاتا ہے۔ سوچتا ہے کہ یہ چیزیں راحت پہنچا میں گی۔ بستر میں فرش و فرش ہے شاید ارکانوں میں، نوکر ہیں، شکر ہے، نوکر ہے، نوکر، دانش ہے، سب نیچے سے۔ نہیں لذت و سکون عمر بھر میں کبھی نیچے لمحہ کے سے بھی نصیب نہیں۔ جدید کے کمزورات کی میند بھی نہیں، بد خواب گاہ کیوں کے درجہ کی جاتی ہے، آج کا اس کا خوشیا چیزوں اور راحت کے عالمی سبب میں راحت،

مہر کے رشتہ میں اس کا پیدا ہونا سبب دو چھوٹے عروہ پیدا ہونے کے جس کی وجہ سے
 مت سے متعلقہ اور اس کے اندر ہے آپ کو یہ یاد رہے کہ ایک ایک حقوق
 سمجھتے ہیں۔ اور ان کے رشتہ پسندی نہیں آتا۔ یہ وہی وہ ہے جس کی وہی
 صورت میں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رشتہ کے ساتھ کا طبعی وقت گزر جاتا ہے اور
 یہی یہ معیار رشتہ میں نہیں آتا۔

یہ سب امور وراثت اور معیار رشتہ کا مندرجہ ذیل ہے جس کے
 میں یہ کہوں کہ خرقہ۔ ہوشیاری کو سمجھتے ہیں اس میں اس کے سے مہر ہوتا
 ہے۔ اور یہ ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے
 کے اس کے لئے شان برنامہ تھی۔ اس سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے
 اس کے لئے جس کی توفیق اس میں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں اس کا
 نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں اس کا
 رشتہ یہ ہے کہ

’سب سے دہشت شاہی وہ ہے جس پر سب
 سے کم اثر اجات ہوں‘

میں ہمارے جیوٹ جذبہ ہوشیاری میں ہوتی ہے عمل کر کے میں اپنے سادگی
 سے ساتھ ساتھ ہوتی کے مطابق اس کی مراد سمجھ جاتا ہے۔

یہ سبب یہ ہے کہ اس کے کل کو اس پر اس کے پڑھانے کے لئے اس کے
 ہے۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 یہ حکیم سے فراغت کے بعد والدین چاہتے ہیں کہ جس کی تعلیم پر انہوں نے یہ خرچ
 ہے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

• نے ہون میں کی تیرہ ضرورتیں تھیں۔ سب آپ سے مجھے
 یہ بتائیں۔ میں یاد رکھوں گا۔ میں نے اس کی مرضی مجھے سب سے زیادہ
 مقدم ہے اور رشتوں میں بھی کوئی یہ دیکھا کرتے ہیں کہ اس میں
 کوئی شے نہیں ہوتی۔ اور رشتہ مندوں سے اس کو کوئی سوس کہہ
 مجھے ٹیک کرے۔ مجھے شہر کی حالت کوئی شوق نہیں بلکہ صرف
 سوچتی ہوں۔ ماں باپ کے بعد یہ بھی وہی ہوگا جو کہ ہمارے
 اشیاء کا دوسرے۔ ہر وقت میں یہی پڑھتی ہوں کہ یہی ہے۔
 اور میں سب یہی کہتی ہوں کہ یہ تمام شہر جو اب رہا ہے
 تو میں نے کسی نہیں دیکھا ہے۔ میں وہ لوگ میرے بارے میں نہ کہی
 سے آئیں۔ ہمارے ان سب کا مفقود آپ سے یہ معلوم
 کرنا ہے کہ میں کیا کروں؟“

یہ سب باتیں غلطوں میں سے نیک خط ہے جو میں نے وہ بچیوں کی طرف
 سے موصول ہوتے ہیں۔ اس پٹی سے جس کے میں مسدود طرف اشارہ کیا ہے ہمیں
 معلوم ہے۔ اس میں آپ کو ہر ادارہ نہیں جانتا ہے اس سے تیسروں عامہ منجوا
 کرنا ہے میں اس کی وجہ سے بہت سے شریف عامہ لوگوں کی عزت خاک میں مل
 گئی ہے۔

مدرسہ کی تعلیم یہ ہے کہ ان دنوں ہر جگہ سے اس کے گھر آئے
 کر دیا جائے جس میں مسدود کا عمل یہ ہے کہ اس میں کوئی نہیں جاتا کھلتی ہیں جب
 کوئی اپنے راستہ کا اشارہ کر لیتی ہے۔ سب یہ ہے کہ اس کا جی چھٹنے کے سوا یہ
 ہیں؟ اور اس کی آمد کی اس پر عمل ہوتی ہے؟

سلاطین کی تعلیم یہ ہے کہ فریبوں کو سن کر، یعنی دماغ کی فریبوں کی تعلیم دی جائے اور ان کی اصلاح، تربیت اس امداد سے کی جائے کہ وہ اپنے گھر کو غمناک نہ سمجھیں اور اولاد کی صحیح تربیت کر سکیں۔ ان ساری ترشحات کا مقصد یہ ہے کہ بچیوں کو جو بے ہوشی سے بعد حادثہ آپائی سے محروم نہ آئے ایک بدترین نقطہ سے جسے سلاطین کی قیمت پر گوارا نہیں کریں، مخلصت سے بچانے کا ارشاد ہے کہ

”حسن کی اور دھواں بونٹی اس نے اب کا عقد یہ کیا
اور دوسری شام میں موٹ ہو گئے تو اس کا دوسرا عقد یہ کیا
پر بھی ہو گا۔“

اس کے والدین کا فرض ہے کہ جب بچہ پندرہ سال کی ہو جائے تو اس کو
نمائش کے سارے قصوں و چیتوں پر غور اس کا عقد کر دیا جائے۔

اردو ہر جگہ صوفی قریب ۸۰ سال ۱۹۹۰ء

خدارا! اس کا تدارک کیجئے

مع اللہ الرحمن الرحیم

میں خود شام کو اپنے کمرے میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ
 میں نے کیا کیا کام کیے ہیں جن سے میری زندگی بگڑ چکی ہے
 اور میں نے کیا کیا کام کیے ہیں جن سے میری زندگی بگڑ چکی ہے
 اور میں نے کیا کیا کام کیے ہیں جن سے میری زندگی بگڑ چکی ہے
 اور میں نے کیا کیا کام کیے ہیں جن سے میری زندگی بگڑ چکی ہے
 اور میں نے کیا کیا کام کیے ہیں جن سے میری زندگی بگڑ چکی ہے

۱۔ میں نے اپنے لیے کئی کئی بار سوچا ہے

وعدہ علی سیر

ترجمہ

میں نے اپنے لیے کئی کئی بار سوچا ہے

میں نے اپنے لیے کئی کئی بار سوچا ہے

میں نے اپنے لیے کئی کئی بار سوچا ہے

میں نے اپنے لیے کئی کئی بار سوچا ہے

میں نے اپنے لیے کئی کئی بار سوچا ہے

میں نے اپنے لیے کئی کئی بار سوچا ہے

میں نے انہیں کو آراء و ہند یا لاکھوں کروڑوں روپے کی سی پی اے عریانی کو
 وریغ دیکھ کر پریشان ہوئے، گھر گھر سے گے رنگ و رقص، سرواں واریں بند اندر
 تھیں، عورتوں کے سر سے واپس پھیں کہ ہاروں مٹھکوں، فترتوں، گلیوں میں حسن
 مراد کے صوبے کھسے، مراکھ، انکاں حوصلہ خروٹی، پچانی و دھان مٹھکوں و چھان
 رشوت کا ہار، گھر کا حق، باطل و باطل بحق بنائے ہیں، ہر طرف سے گھبراہٹ
 جانوں کے آگے بچنے، عربوں، خروڑوں، مفلکوں و پانے و جانے کی پورنا
 شعور بنایا مسکریاں، یوں وریں پناہ یاد کئے۔ خود راہتا جائے کہ تہہ پہنی و عورت
 سے واپس، ان کو بن معصیت ہے نہ ہم نے نہیں اپنائی؟ کیا ہم توقع رکھتے ہیں؟
 ہم کی اس تہہ آراء و ہند کی پر حد تہوں کی رحمت مارلی ہوئے، حد کا قانون قدس اہل
 ہے، جو رہ، طائل کھائے گا وہ مرے گا نہ شہر و دیہات میں نہ، بے گاہ و بے گاہ، جو
 ملاطم مسکریاں مٹھکوں میں پھانگ لگائے گا وہ ڈوبے گا، موقوف عداسے نہ تھی،
 بناد کا راستہ غبار۔ گی اس پہ تہہ لیں کا وریں ضرور، سے گا۔ غور و فکر
 غرضی (الکلی و مٹھکوں) لکھو

راج ہمارے اہل بد عیثیہ کی سزائیں مل رہی ہے نہ رہیدار نہ رحمت سے نہ
 سالانہ کارخانہ و لکھ ہے نہ مذہب و نہ وکلاء و مٹھکوں سے نہ ملازم و مگر کی میل
 مسلسل مصروف ہے، ہمارے خوراک و نوش سے نہ سستہ نہ تھی ہے، نہ حاشا اسے
 جیسے ہے میں کہ تہوں کا ہاتھ بیچے نہ قاصر سے، حوش کی رفتار و دور الزام
 سے و ہستیاں وریں تہوں میں جا کر بیٹھو ایسا لگتا ہے گویا پور شہر میں لگتا ہے،
 کہ چوڑی غصہ برہریت اور قانون شکنی کی وجہ سے نہ کنوں جان مٹھکوں سے نہ
 مال، نہ عورت و عورت

حرفی طور پر بھی سے نیکی پورے ڈاک پور حیات سوشل موٹر وے سے انشوریت کی
 بگڑ میں مبتلا ہو جائے گا تو اس پر پورے معاشرے کا قبضہ مدد کا پیسہ میں آجاتا ہے
 کہ اس سے کچھ بچے ٹوٹ بھی ہیں مگر معاشرتی بگاڑ اور قتالی صورتوں سے ن
 بانش۔ ان میں سے کئی بھی پروپریٹری کی جاتی۔

نمود کو سامنے رکھ کر ان اور سپہ معاشرے کا وہ جتنے ہم سے نہ
 محض ہر جدوجہد کے بعد یہ خطہ پاک اس تصدیق سے حاصل کیا تھا کہ ہم یہاں
 تک میں سے ہی معاشرہ تشکیل دیں گے، ان میں ہم اللہ کا نام لگا کر مسلمانوں
 کی زندگی خود بخود اور ان کے لیے شہادت مقدسہ کے ساتھ چلے گئے ہیں؛ یہ
 ان کے لیے قوت و عمل معینہ و عمل و احسن و قلب و قاب و ری کا ہے پچ
 پچسہ میں گئے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں کہ ۳۳ برس میں سمجھنے پائے، شہنشاہ
 کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے، شاید ہم نے پیش کیا یا غامض، انڈسٹریاں چلائی ہیں
 ہمیں ہر ایک سر ہلکے عمل میں لکڑی ہیں۔ رات دن ہر دین کی نئی نئی پروڈ
 مہم کے متعلق تعقیقات قاصرے، تربیتی منصوبے بنائے، ہر دین کی قرآن کے
 منصوبے بنائی گئی ہیں ان کی جتنی بھی ہے۔ مشورے کا حال پھیلنا یا کھیرنا۔ یہ
 چوڑے ہاتھ ہاتھ میں تھامے رہے رہے وہ مسیحا قاصرے کی ہی انشوریت کا
 وہ سب کچھ کیا جو آج خود فراموشی کا سرہ افسار ہے۔ ہم نے بھی ان تمام
 دین کے شرک و مدنی مطلق و آج ہر دین کی مسرت و معیشت کی طرف سے لکھ لکھ

بھی نہیں دیکھا، کار کارنامہ اس کے وہ دین اور منصوبے غیر قوموں کی بہنوئی بخانا
 کرنا ہے جو کہ سب کا ہے بھانے ورڈیل تماشے میں دوری قوموں کو پیچھے
 چھوڑنے کی ویشی کی عورتوں کو سب سے سیرتوں کو بگاڑا صورتوں کو سب سے یا گاہ

اصلاح معاشرہ، لائحہ عمل

پیشکش کنندہ: مولانا محمد رفیع

ہم نے یہ کتاب لکھنے کی سبب یہ ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ
 معاشرہ کی حالت اس قدر خراب ہو چکی ہے کہ
 اس کی اصلاح کے لیے ایک نیا لائحہ عمل
 وضع کرنا ضروری ہے۔

ہم نے اس کتاب میں معاشرہ کی
 معاشرہ کی ضرورتوں اور اس کے
 مسائل کے بارے میں بحث کی ہے۔
 اس کے علاوہ ہم نے اس کے
 مسائل کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔
 ہم نے اس کتاب میں معاشرہ کی
 اصلاح کے لیے ایک نیا لائحہ عمل
 وضع کرنا ضروری ہے۔

پیشکش کنندہ: مولانا محمد رفیع

ہم نے یہ کتاب لکھنے کی سبب یہ ہے کہ

ہم نے دیکھا ہے کہ معاشرہ کی
 حالت اس قدر خراب ہو چکی ہے کہ
 اس کی اصلاح کے لیے ایک نیا لائحہ عمل
 وضع کرنا ضروری ہے۔

لئے یا تدبیر کی جائے گی؟ اور یہ کہ اصلاح کا عمل کسی نقطہ سے شروع کیا جائے گا
 و اس کا اثر ہدف پر ہوگا؟ نیز یہ کہ ہائش وانی تارتی کے اعدادوں کو جس سے
 کے لئے ہوں تھیں موثر اور قابل عمل پر و اگر موضوع مرنے میں کامیاب ہوگا یا نہ ہوگا
 عادات سے مطابق شمسید اور وید، رتوسستہ، نیک اور نیکر میں محدود
 ہیں؟ اگرچہ ہماری دعا ہے کہ اللہ اس کے میں انوشن کو اصلاح کے لئے بھیجے و جو
 تہ ماننے کے لئے کہ در ہماری حکومت اور معاشات میں اس کی تعمیل کرنے کی توفیق
 نصیب ہو۔

جنہم مشرق و مغرب تباں مرحوم کے نوموں کے طرح و ہوں کی شخصیت۔

دہلی ہے

تجھ و نام و ہوں، قدیر اہم کیا ہے

شمسیر و ستاں اور، طاکوں کی روپیہ آخر

گو یا جو قوم جہد و جہاد کے سپرد ہیں سر یا نکل میں سے سمجھنا چاہئے کہ
 اس نے مقدر کا ستارہ عروج پر ہے اب کے برس جو قوم نہیں تو شاہ اور طاقتوں و
 روئے سے لی رہا ہے لگے تو سمجھو کہ اس نامہ صدر جس میں ہے، میں ہوں شخصیت
 ہم اپنے سے شرے پر چسپاں ہیں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم سچ سمیت کی طرف غر
 کہ ہے ہیں یا نہ؟ قاعدہ حیات اس سمت جا رہا ہے، ہاں روح ترقی و عروج کی طرف
 سے مانعیت و زوال کی طرف؟

کتاب میں یہ حالت ہے کہ طاکوں، ہاں و معتد سے قدر کے گھر
 تک کھنڈ ہیں، مسجد میں مرد اور عورت ہے مگر عام کی قدر و شان سے محروم ہیں
 کاموں سے یکا ڈنگ کی آوازیں نکلا رہی ہیں گھر گھر میں ریڑی و ڈھیل و بیل پر
 ہیں سو اور جیسا سوئے سے چاہے ہیں در اندر خوش قسمت گھر طاکوں، روپ کی

اور مٹوں اور آرائشوں کو، یا ہی میں برت میں ۔

ہم اچھے تعلیم یافتہوں نے 'عینہ' اور 'ہل' میں یہ تو اپنی سہ سے نقل کیا ہے
 ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا: "عورت کی سب
 سے بڑی خوبی کون ہے؟" صحابی نے فرمایا: "اس کے جوہر سے قاصر ہے"

حضرت عائشہؓ چپکے چپکے دیکھ کر حضرت فاطمہؓ سے اس کا تذکرہ
 کیا انہوں نے رجعت فرمایا: "پس یہ نواہیں نہ کیا کہ عمرہ کی سب سے
 بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور یہ کسی غیر مرد کی نظر اس پر
 پڑے" حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "یہی خوب ہر گاہ رسالت میں عرض کر دیا۔
 "حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "میں نے تمہیں اس نے بتایا ہے؟" انہوں نے نصرت
 فاطمہؓ کا نام کیا۔ آپؓ نے فرمایا: "کیوں نہ ہو؟" آخر فاطمہؓ نے بھی لا میر سے
 چکر کاٹ لیا۔

حضرت فاطمہؓ پر رش و ساء کا اس قدر غلہ تھا کہ عرض وقت میں حضرت عائشہؓ
 کو نصیحت فرماتے کہ میر جنارہ رشتہ میں چھایا جاسے۔ اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دی
 جائے تاکہ ناخوش نظریں نہ آئے جنازے سے پہلے وہ بھی نہ پڑا

یہ ہے سیدہ عام، خاتونِ جست و خیز حوشہ رسول ﷺ حضرت فاطمہؓ کی
 رحمت اللہ علیہا کی زندگی کا نقشہ اور اس کی سیرت طیبہ کا پیغام۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا
 مست کی بیٹیاں اس اللہ ﷻ کی بیٹی کے نقش قدم پر چلی رہی ہیں؟ حنفی احمد
 عیسیٰ کہ تہذیب جدید کی لغت نے خاتونِ خاندان کے سر سے دو پند تک جوڑ لیا ہے،
 اور "مسکین خواتین" نکلے میں، پٹے، پٹے، پٹے اور اس اور اس کوں پر گھوم رہی
 ہیں، اس عریاں اور بے حیائی پر نہ ہاں کو غیرت ہی ہے۔ بھائی کو معرکے

مہاجر نے اپنی دکان پکانے کیسے عورت و شہداء کے ریلوے محکمہ پر اس کی نسبت لوگ کیوں اور یہاں میں رہا یہاں شہداء کوئی عورت ایسی ملے گی جو نفسانی غصوں کا شکار نہ ہو اور چونکہ عورت قتل شدہ کی شہداء سے اس سے سن پر نہ لیا جاتی رہی۔ اہل شہداء کو ان پریشانیوں کو عینیات انھوں سے عورت سے یہ سمجھ سے اس خدشات کا جو سب سے اس کی فطرت سے آگے نہ اٹھ سکتا ہے۔ ”بھڑ پڑے دو سو برس سے تو میں کا۔ جس سے اس تبدیلی میں شہداء پر جس سے سائینس؟ یہ ’تختے‘ ایسے ہیں۔ تم سے اس تعلیم پر جس سے عیسائی سائینس و ہر رکا ہوا ہوتا ہے۔ عیسائی ہے اس معیار برہنہ پر جس سے شرم، سیاہی، عورت و عصمت پر عجز و اچھڑائی سے یہ جدید تعلیم یہ جدید معیشت، یہ جدید تہذیب یہ جدید سماں تفریق و کشیدگی و فراق کے جس سے مسیحت سے سولہ و اعلیٰ کی امت کا ہے۔ کم بھد انتہائی پانی بہوں سے عرصہ کریں گے۔ دوسروں کی خدمت کا ملکہ رہا رہی۔ جس سے اس پریشانی و کشیدگی ہوئی نہیں کہ

’عورت کی سب سے بڑی توجہ یہ ہے۔۔۔ وہ اس کی

غیر دیکھے۔ وہ حیر سے بیٹھے۔‘

اور ہم اپنے اس بھائیوں سے جن پر عورتوں کی کمرانی کی ذمہ داری عائد ہوئی ہے، بہتیت جلوں اور حاجت سے عرصہ کریں گے کہ حد درجہ مسلمان عورتوں کو ہمارا کا تماشہ بناو ان کے سروں پر دوپٹہ اور چہرے پر نقاب ڈالو۔

(دردنامہ جنگ ص ۱۸۰، ص ۱۸۸)

مادیت کا سیلاب اور ہماری حالت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

اس وقت چاروں طرف مادیت کا سیلاب اسٹڑ رہا ہے، مادی قدریں بڑی تیزی سے مت رسی ہیں۔ قلب و نگاہ کے راونے بدن چکے ہیں، یادیں رے ہیں۔ قلوب سے میل و رصت ہو رہا ہے اور انسانی عقول و ر سکون پر مسح کاغذ بٹاں ہوتا ہوا صاف نظر رتا ہے، تس کوئی بے چینی و بے راہ روی اور صفا ناب کی بے قبلی و بے شرعی جدید معشرے کو خاتیں چوپایوں کے معشرہ میں سب آکر اسے معشرہ کما کما سمجھ ہے تبدیل ر رہی ہے۔

بچپن میں یہ حدیث سی تھی کہ کسی بادشاہ کو بھومیوں سے بتاوا کہ ظالم، مانع و ایک ایسی مسموم ہو چنے گی جس سے آؤں پھل ہو جائیں گے۔ بادشاہ سے دور یہ سے امتیازی تدبیر کے بارے میں مشورہ دیا۔

میں نے کہا، میں نے اس قدرتی قدرت سے ساری رعایت کی حفاظت کی تو کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی التہ یہ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ سلامت اپنے خاص لوگوں کے ساتھ اس دور کی حداثے میں چنے جائیں جنہاں اس منحوس خالق ہوا کے اثرات ر سچ نکلیں۔ بادشاہ نے دوریر کی تجویز و پسند کیا اور اس منحوس غیری کے تنے سے پسے پے حاصل خاص لوگوں کو ہمراہ سے ر بادشاہ سلامت کسی حداثے میں روپوش ہو گئے

اسلام اور انسانی حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نویت صدی کے زیرِ اہتمام اسلام میں انسانی حقوق کے موضوع پر منعقدہ چھ روزہ ورکشاپ میں فقہانی مقدمہ پیش کرتے ہوئے جناب سے نے بروہی سے کہا کہ اسلامی قانون کی عین انسانی حقوق پر ہے، اپنے معیار میں جناب سے، کے بروہی سے حضرت محمد ﷺ کے حقِ حلیہ و سالی حقوق کا پسند مشور قرار دیا، انہوں نے کہا کہ اسلام سے انسان آروں کا مشورہ و سالی حقوق کے سارے نہ صرف پیش کیا بلکہ پسند کی نوعِ ریویں ہر فرقہ انہوں سے بھی آگاہ کیا، انہوں نے انسانی حقوق کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ قرآن شریف فرقہ بھی ہے، انسان کو تہذیب و تفریق برتا سکتا ہے، وہ انسان کی ان حقوق پر راہنمائی کرتا ہے جو اس کے لئے کھلے تھے جسے میں، وہ سے اس عمل کی دعوت دیتا ہے کہ انسان کو حق کا ساتھ دینا چاہئے اور سچائی کو منتخب کرنا چاہئے اور ہر ان کے خلاف متحد ہونا چاہئے، انہوں نے مغرب و مشرق پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہوں سے، انسانی حقوق کو فروغ دینا سب سے پہلے یہ تعلق تک محدود کرنا ہے اس کے مقابلے میں اسلام سے نہ صرف ان حقوق کو واضح کیا، بلکہ ان تشریح اور حد تک بھی اس حرج کی کہ یہ حد کے احکامات ہیں اور ان پر آخری رسول محمد ﷺ نے عمل کیا، لہذا ان کو تسلیم کرنا ہمارا فرض ہے۔

وقت گزرنے کے بعد حب باہر نکلے تو دیکھا کہ پر ملک پاگل ہو چکا ہے۔ ستم یہ کہ یہ پاگل معاشرہ ان معدودے چند افراد کو جو مسموم ہو سے محفوظ رکھے تھے پاگل سمجھتا تھا۔

یہ حکایت — خوار، انجی ہو یا فرضی — ہمارے موجودہ معاشرہ کی تھیک تھیک ترجمانی کرتی ہے۔ اسلام کی تعلیمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے آج کے معاشرے کا جب موازنہ کیا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اگر تعلیمت اور یہ ارشادات بحق ہیں — تو سچ کا پورا معاشرہ اور اس کے مدارے طہقت ایک عسوی پاگل پن کا شکار ہیں معدودے چند افراد کو مستثنیٰ کر کے اوپر سے نیچے تک پوری کی پوری قوم خود فراموش اور فکر مردا سے بے پروا ملعون قوموں کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ ہمارے نوجوان بڑے اور لڑکیاں شیماؤں کے یکٹروں اور ایکٹروں کے لباس و پوشاک، وضع قطع و رہنمائی، افعال و تقاب پر فخر کرتے ہیں، تعلیم اور دانشوری کے نام پر جدید تعلیم گاہوں میں جی نسل کا نقل عام ہو رہا ہے ورنہ حاصل اموال کی بیشتر مقدار سے بن بیاتے جوڑے مستعید ہو رہے ہیں۔ ایک طرف اسلام کا دھوس شدت سے چٹا جا رہا ہے وہ سری طرف فی ہر ۱۹۹۹ دی کلہ اور تہار جیسے اسلام کے بیہی رکھ سے محروم ہیں۔ فواحش و مشرکات کا طوفان بڑھ رہا ہے۔ اور بدعت و الحاد کی تار بیبل زیادہ گہری جوتی جا رہی ہیں۔ جو لوگ صحیح ایمان کی محنت سے بھی محروم ہیں انہیں مجدد اسلام کے خطبات دینے جا رہے ہیں

یہ عظیمی را بندہ ام من
مر اے کالجے ملور سے نکلے

سب کے پاس ایک اور عورت کو یہ بتایا ہے کہ اس کے شہر میں کے اس کے یہ حقوق
 میں مردوں سے یہ نہیں سمجھتا۔ تم نے حقوق سے مطالبہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور
 گھر میں کسی کا جینہ و بخر کرو، مدام آجروں کو تلقین کرتا ہے کہ بچہ کا حق اس کا پیٹ
 تنگ ہو کر رہے پہلے داکٹر، محرمہ و محرمہ کہہ کر نہیں اٹھاتا کہ تم کام پھوڑ کر بیٹھ
 تھو و صاف یہ کہہ مدام ہر شخص کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے دماغ یا کیا
 حقائق ہیں؟ اور یہ کہ کیا اس کے حقوق، ٹھیک ٹھیک منجانب سے عدالت کے مطابق؟ کرو؟
 اس طرح سراسر پوری قوم کو پورے معاشرے کو سو لکھ حقوق دے کر دے دے
 کچھ چاہتا ہے، اور یہ بات مدام سے عروج اور اس کی تعلیمات کے سرحد سے
 اس کے حقوق کی مانگ تو ہر شخص کی طرف سے ہو لیکن حقوق کی مفید یا بیگنی کی ایک فرد
 اس طرف سے بھی نہ ہو رہی ہو۔ آج مسلم معاشرے میں جو فراق فری اور بدامنی و
 فساد پایا جاتا ہے وہ سلام کے اس زمانے سے انحراف کا نتیجہ ہے

مدام کی تہمید کی خصوصیت یہ ہے کہ حقوق و فرائض نے سلسلہ میں دو صوف
 قانون کا استعمال نہیں کرتا، بلکہ اس میں اسے حق کا ایک ایسا شعور و رد مرداری کی
 یہ ایسی حس مید کرتا ہے کہ کوئی شخص قانون کی طرف سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ
 حق تعالیٰ کی رضا جوئی، اس کی ناراضی کے خوف اور محاسبہ آخرت کے اندیشہ سے
 اپنے مر کے حقوق کو ٹھیک ٹھیک کرتا، سلام بتاتا ہے کہ اگر دنیا میں کسی سے
 کسی حق تلفی کی تو قیامت کے دن اس سے ایک ایک راہ کا معاوضہ دیا جائے گا،
 یہاں تک کہ اگر کسی سینگ دان بھرنے نے سینگ بھرنے کے دنیا میں سینگ یا اٹھ تو
 قیامت کے دن وہیں کو زندہ نہ کر کے سینگ بکری کا دماغ دلا دیا جائے گا، جب یہ
 شعور ہو جائے گا کہ یہاں تک انصاف ہوگا، تو جن مایوس سے عقل و شعور

اسانی حقوق و تعین و تفریح کے مسئلے میں سلام کو بہت سے ایسے
 فیاض حاصل ہیں جن میں ویسا کوئی دین، مذہب، اُروں، دستور، قانون،
 سے چشم نہا نہیں کر سکتا اس کا پسند تیار تو ہے کہ اس سے سانی حقوق کا دورہ
 اس قدر واضح ہے کہ چوٹی زندگی اس کے حاطہ میں آجاتی ہے والدین کے
 حقوق، بیوی بچوں کے حقوق، اُمراء، قرباء کے حقوق، پڑوسیوں، ہمسایوں کے حقوق،
 مسکین و غریبوں کے حقوق، راجا کے حقوق، غلاموں کے حقوق، مزدوروں کے حقوق،
 مزدوروں کے حقوق، مالدروں کے حقوق، غلام مسلمانوں کے حقوق، غلام
 انسانوں کے حقوق، غیر، وغیرہ۔

مسلم سے صرف انسانی حقوق ہی کا دائرہ وسیع نہیں بلکہ چھوٹا چھوٹا
 حیوانات تک کے حقوق سے بھی آگاہ ہے۔ اگر غرغار دیکھا جائے تو سرم
 نام ہی حقوق اللہ، حقوق العباد کے دائرے کا ہے۔

مسلم کا دوسرا خیال یہ ہے کہ اس نے سانی افراد و حقوق ملیں کا تصور نہیں بنایا
 بلکہ ان کے حقوق کی باتیں کرنا ہی ہے۔ ان کے نام ہندو مذہب مع شرمے کا سب سے بڑا
 بنگلہ ہے نہ ہر شخص کے حقوق کی ہر مست سے پھرتا ہے اور سرور ادا تا، اہم ریختہ
 اس کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن اس کے نزدیک اس کے جو حقوق و جب میں اس کی اونٹنی
 سے بے فکر ہے، جب مع شرمے کا مفروضہ، نئے و اس جائے درحق و اکرے والو
 کوئی نہ رہے تو اس کا منہ وہی شرف و فساد ہوگا جو آج کل یہاں رہا ہے۔ اسلام سرور
 کو بہت اہم سمجھتا ہے۔ تمہارے وہ جو حقوق ہیں ان کے د کرنے کا اہتمام کر۔
 اس لئے کہ فردا کی امت تم سے ان کی بار پڑے ہوگی۔ سلام مراد یہ کہ بتاتا ہے۔
 اس کے سرور و تہ کے یہ حقوق ہیں، عورتوں نہیں کہتا اس تم حقوق کا پسند ہے۔

نئی صدی... کیا کھویا؟ کیا پایا؟

حق تعالیٰ شانہ سے جب سے اس کائنات کی تخلیق فرمائی ہے تب سے میل و نہاری گردش کا نظام جاری ہے جس سے زمانے کی مقدار کا تعین کیا جاتا ہے۔ دن 'سخت' صید' سال اور صدی اسی مقدار کے اصطلاحی نام ہیں۔ درخت رہا۔ بذات خود ایک سیال چیز ہے جس کو ایک دم کے لئے سکون و قرار نہیں بلکہ بہاؤ اس میں 'تبدیل و تبدل' وجود و عدم اور فنا و بقا کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ اور اس کی گزریاں باہم دیگر اس طرح پیوستہ و مربوط ہیں کہ جو سو گزر جاتا ہے وہ بھی لوٹ کر واپس نہیں آتا۔ زمانے کا یہ 'ہمارا' تب سے بسنا شروع ہوا اور تب تک ہمارے گھر؟ یہ بات قطعی و یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو معلوم نہیں کیونکہ :

اوس و آخر ایں کتاب کند اللہ مست

چونکہ زمانے کی ابتدا کا علم نہیں اس لئے قوم عالم اپنی تقویم کا آغاز اسے بڑے حوادث و واقعات سے کرتی ہیں۔ مسلمانوں میں سن ہجری رائج ہے جس کی ابتدا حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے صحابہ

و معاشرتی روایت سے دستکش ہو کر مغرب کا آج مصلح بن کر رہ گیا۔ اہل مغرب
 سے کہ تھا کہ ”مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب“ اور یہ دونوں کبھی جمع نہیں
 ہو سکتے۔ لیکن مشرق نے ہر کچھ اپنی میں مغرب کی تقلید کر کے ثابت کر دیا کہ
 ”حیر و غلغلا اور انسانیت، روحانیت میں مغرب مشرق کا ساتھ نہیں دے سکتا تو
 شرف و افتاد اور شیطانیت و برہمنیت کے ہر کام میں مشرق مغرب کے نقش قدم پر چلنے
 کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی میں مشرق نے اس صلاحیت کا
 محروم مظاہرہ کر رکھا“ اور وہ ہر نقش حرکت میں مغرب کی اندھی تقلید اور ذہنی
 غلامی پر فخر کرنے لگا۔ اس وقار و شہرہ گردنے اسلام مغرب کی یہی تقلید کی کہ رنگ
 کے سوا ”کالے صاحب“ اور ”گورے صاحب“ کے درمیان کوئی فرق، تیز و نرمی
 نہ رہا۔

مشرق نے جب اسلام مغرب سے تعلیم جدید حاصل کی تو مغربی تعلیم
 و تربیت کے یطن سے پیچیدہ عقیدت پرستی اور ادا و تکلیف سے جہم بیا“ وریہ
 تعلیم یافتہ شاگرد عید پنے دیں و مذہب کی ایک ایک بات کو شک وارتیاب کی نگاہ
 سے دیکھے لگا۔ سے اپنے سفاک اور برہمنوں سے شرم نے لگی“ اور وہ دینی
 شعائر اور اہل دین سے گھس کھس لگا۔ چنانچہ دیں ورحامین بن کاغذ ان ڈونا
 ایک نقش میں رہا۔ وجمہ رئی کی علامتوں و ”تاریخ قدیمہ“ کہہ کر پائے استحقاق سے
 ٹھکرا دیا گیا۔ خدا ورسوں کے فرمودت اور دین و شریعت کے احکام کی وقعت
 دلوں سے نکل گئی۔ یہ ایک جہی رہا و تھا جو مغربی تعلیم و تربیت کے راستے سے
 باور میں مذہب و تیزاری کی دہائے عام سے صدق رہی و گ محفوظ رہے جن کو
 اہل حق کی صحبت میسر تھی یا جن کا لہجہ و تعلق مشرقی روایت سے قائم رہا۔ یا
 یا تو صلابت صلابت مرہ ہو گئے یا انہوں نے اپنے ذہن میں اسلام کا یہ خود

کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے فخر عالم سید انکومین صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت سے فرمائی تھی، کیونکہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے غلبہ و اشاعت کا دور شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے یہاں سالوں اور صدیوں کا حساب ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاتا ہے۔

بتاریخ ۹ نومبر ۱۹۸۰ء کی شام کو ۱۰ ستمبر ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہو تو زندہ دفعہ کموٹ لے کر چودھویں صدی سے پندرہویں صدی میں منتقل ہوا۔ اور چودھویں صدی پردہ ماضی میں روپوش ہو کر تاریخ کا حصہ بن گئی

شکلی کن اے فلاں وغنیب شمار عمر
زال پیش کہ پائے در تید غلاب در جہاں نمائند

چودھویں صدی کئی اقدار سے ہنگامہ خیز، بیجان انگیز اور پر آشوب ثابت ہوئی، اس صدی میں مادی ترقی اپنے نقطہ عروج کو پہنچی۔ مگر انسانی و روحانی قدریں شدت سے پامال ہو گئیں، انسان محنت کا سارا درد نہیں سازی کے بجائے اشیاء مادی پر صرف ہونے لگا، اور ہدایت کے عروج اور روحانیت کے فقدان سے انسانی مزاج کا توازن صحیح نہ رہا۔ انسانیت اور مہمیت کے حدود بدنام پڑ گئے اور یہ عدم توازن انسانیت کے لئے بے حد منکب ثابت ہوا۔

مجموعی طور پر اس صدی کو جدیدیت کی صدی کہا جاسکتا ہے۔ جس کی نہم قیادت مغرب کے ہاتھ میں رہی، ورجہت ہندی کے شوق میں مشرق لے مغرب کی ہمت و قہارت قبول کرلی۔ معنی ذوق و مزاج، معنی تمدن و ثقافت، معنی تعلیم و تربیت، معنی معیشت و معاشرت، مغربی سیاست و قانون اور مغربی افکار و نظریات کا کابو مشرق پر کچھ اس مسلط ہو کہ وہ اپنی قوت ملی اور سماجی

بھگدوں میں نہی کی جیب میں واپس بوت جانا ہے۔ مگر قرض مجھ سودیہ سماندہ
ممالک کے مدد باقی رہ جاتا ہے۔ جو صبح قیامت تک نہ ہمیں موسکنا مشرق کی یہ
حالت یاد اس قدر نفی و رحم ہے کہ اس کی ٹیسس بعض اوقات اس کے خونخوار
تھیموں کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ لیکن اسلامی ممالک اس سودیہ قرضے
کی دلدل میں اس طرح پھنس کر رہ گئے ہیں کہ بظاہر اس سبب اس کی رہائی کا کوئی
رہنما نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک بظاہر سیاسی طور پر متحد ہونے
کے باوجود آج بھی اقتصادی لحاظ سے غلام و محکوم ہیں۔ وہ اپنی عزت و پسماندگی کا
مرہیہ پڑھ کر رحم کی پٹیلیں ضرور کرتے رہتے ہیں لیکن اس میں اتنی جرأت
رہ نہ نہیں ہے کہ مغرب کے اس دہم قلیس کو توڑ کر ترواد ہو جائیں۔

اسی صدی میں مغرب کے سرمایہ داری نظام نے کہ کد سے اشتراکیت کا
کہوت پیدا ہوا۔ (جسے سرمایہ داری کا رد عمل سمجھا جاتا ہے) اس سے واضح نہیں بھی
مغرب کے یورپی تھے۔ مشرق جو اپنے مرکز 'اسلام' سے کٹ جاتا ہے وہ اسے
ذہنی طور پر شکست خوردہ 'مفلوج' اور ناکارہ ہو چکا تھا، اور جس نظام سرئی چیز کی
طرف "گھٹیں بند کر کے لپکا رہ گیا تھا" اس سے قطع نظر کہ وہ معید ہے یا مضر
زیادہ ہے یا رہبر۔ اس نے اشتراکیت کو بھی انسانیت کی نعمت ہندو سمجھ کر اس
سے اپنا رشتہ جوڑنے کی کوشش کی۔ حالانکہ جن ممالک میں اشتراکیت کا تجربہ کیا
جا چکا ہے اس کے حالات نے واضح کر دیا ہے کہ اشتراکیت مذہم خوردہ انسانیت کے
لئے نجات دہندہ نہیں بلکہ یہ بد قسمت انسانوں کی معاشی و معاشرتی اور سیاسی
حیثیت سے 'اجتماعی غلام' بنانے کی ایک مہذب مگر ہر غائب تزییب ہے۔ اس
لے سے محروم "مزدور راج" کا بند لیا جاتا ہے، لیکن عملاً جو کچھ ہوتا ہے وہ یہ
ہے کہ معیشت کے سارے وسائل حکمران نوے کے ہاتھ میں دے کر باقی سب

مذمت مصنوعی خاک۔ تیار فرمایا جو عمارتوں کے بیوں کی طرح قطعی مبہم تھا اور جس میں ہر روایت کھپ سکی تھی۔ اس کا جوڑ اگر کہیں بیٹھتا تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے۔

مغربی تعلیم و تربیت کے عداوت مشرق سے تہذیب و ثقافت اور تمدن و معاشرت کے اصول بھی ستارے فرنگ سے سیکھے شروع کئے، جس نے وضع قطع، لباس و پوشاک، مشیت و برحمت اور رہن مس نک میں مشرق کو مغرب کا شعی بنادیا۔ مشرق کی ایک ایک چیز تہذیب فرنگ کا نمونہ بن کر رہ گئی۔ یہ عمل درود، تہذیب چودھویں صدی میں مشرق کو مغرب سے تھلے میں ملا، آج اسلامی ممالک کی کثرت اسلامی تہذیب و ثقافت کا نمونہ نہیں، بلکہ مغرب کی مثال ہے۔

چودھویں صدی میں محیثت کا امام و مقتدا ابھی مغرب تھا۔ مغرب کے اکلام سرمد داری سے پورے کمرۂ ارضی کو اپنی پیٹ میں سے لیا اور سودی بیگانہ کاری کا زہر محیثت کے رنگ و رویشے میں سرایت کر گیا۔ اس کی بدولت عربوں کی دولت سمٹ سمٹ کر چند سرمدیہ داند اور بینکاروں کی تحوریوں میں جمع ہونا شروع ہوئی، اس سے حقیقی منافرت و رمدی تاہم داری کی بھیانک صورتیں سامنے آئیں۔ اس عریب اور پسماندہ ممالک کی دولت کا سبب ترقی یافتہ ممالک کی طرف سے لگا۔ بے دست و پا مشرق اس معیبت عظمیٰ کا بھی کوئی مدد نہ کر سکا۔ بلکہ ترقی پسند حضرات قرآن کھیں کھیں کر بینکاری سود کے جواز کے فتوے دینے لگے اس کا نتیجہ ہے کہ یہ قسمت مشرق آج تک مغرب کا معاشی غلام ہے۔ ساری ممالک میں کوئی خوش قسمت ملک ہی ہوگا جو اپنی اقتصادی و معاشی ضرورت کے لئے مغرب کا دست چمکے ہو۔ ”معیار زندگی“ بلند کرنے کے حنون میں قرضوں پر قرضے لئے جارہے ہیں اور اس دواؤں کا قرض مختلف

انہیئت کو خود نشی کی راہ بر ڈال دے، اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ جیت جاتے جہاں
کھنڈرات میں تبدیل ہو کر رہ جاتے۔

فطرت کا اصول یہ ہے کہ جو حیر انسانوں کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ سے
معاذت ڈال رہے بن جائے اسی کو دغیوں کی گوشلی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ
سامی مرقی جس کے بھرتے پر خدا تعالیٰ سے بعدت کی گئی، یا ان الہی بگڑی ہوئی
سامیت کی مانند کا کام دے سکتی ہے۔ اور وہ وقت شاید اب زیادہ دور نہیں

دیگر ایجادات کے علاوہ چند دھویں صدی میں پریس عام ہوا، کائنات اور قلم کی
صنعتوں کو مداح ہوا، اور پریس دنیا کے اس سے شیعہ بن ہونے کا موقع مل گیا، جس
کے نتیجے میں وہ فتنہ سموار ہوا جسے احادیث طیبہ میں ”قلم قلم“ کا لقب دیا گیا ہے
یعنی قلم کا پھیل جانا (اور بعض روایات میں علم کا پھیل جانا آیا ہے۔)

اس فتنہ کا ایک پسو جس کی طرف عموماً نظر نہیں جاتی ہے، اور جو واقعہ
ہو خاک ہے، یہ ہے کہ گلیوں میں سڑکوں میں، کوڑے کے ڈھیروں پر، گدی
مالیہ میں اور عبادت خانوں میں کھنڈی سے لپٹا عام ہو گئی ہے، روزانہ کروڑوں
ایسے کھنڈوں کو گندی جگہوں میں پھینکا جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام لکھے ہوتے ہیں، یا جس پر قرآنی آیات یا احادیث نبویہ صلی اللہ
علیہ وسلم لکھی ہوتی ہیں۔ خدا اور رسول کے نام اور قرآن کریم و احادیث شریفہ کی
اس طرح بے حرمتی ہوتے ہوئے دیکھ کر دوسرے کانپ جاتا ہے کہ کہیں اس بے ادبی
پر قرآن الہی نازل نہ ہو جائے، یہ بات بظاہر بہت معمولی سی معلوم ہوتی ہے، اور گناہ
کی یہ خاصیت ہے کہ جب وہ عام ہو جاتا ہے تو معمول نظر آئے لگتا ہے، لیکن
خود مسلمانوں کے ہاتھوں اسلامی ممالک میں خدا و رسول کے پاک ناموں کی بے
ادبی بہت بڑا گناہ ہے۔

کوٹ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ گویا پور ملک ایک جیل ہے جس کا جیلر حکمران طبقہ ہے، اور ملک کے تمام شہری قیدی کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے بیگار لی جاتی ہے اور اس کے علاوہ جسے میں ال بیگار یوں کی خوراک و پوشاک کا اپنی صوابدید کے مطابق انتظام کر دیا جاتا ہے۔ سچ اسلامی ممالک اشتراکیت اور سرمایہ داری کے درمیان یہ کھڑے ہیں وہ ایک اڑدھاسے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں تو سامنے دوسرا مغربیت کھڑا نظر آتا ہے۔ حکمران میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ ان دونوں سے ہٹ کر اپنا راستہ الگ اپنالیں۔

چودھویں صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے دیں کو بے شمار ایسی ایجادات سے روشناس کیا جن کا تصور بھی گزشتہ زمانوں میں نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مگر مغرب کی قیادت کی وجہ سے 'یونیکہ یہ ترقی ایمان و عقائد روحانی اقدار اور فکر فردا کے احساس سے غاری تھی' اس لئے یہ جدید ایجادات انسانیت کے لئے راحت سکون کا ذریعہ بننے کے بجائے عذاب الہی کا مظہر بن کر رہ گئیں 'یہی وجہ ہے کہ جس شخص کے پاس یہ اسباب راحت جتنے زیادہ ہوں گے وہ اسی قدر پریشان اور بے چین نظر آئے گا۔ یہاں تک کہ بہت سے افراد غم و غصہ کی وجہ سے راحت و تسکین کے باوجود طبی بھوک اور طبی نیند کی نعمت سے محروم ہیں۔

دو نیال غذا کی طرح کھائی جارہی ہیں اور تھوڑی دیر آرام کے لئے خواب اور دوائیوں، ٹیبلٹوں اور انجکشنوں کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ اور ساقاوت و باقی ہے کار سلامت ہوتے ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان ترقیات بحولت کے ساتھ خدا و قراموش کا زہر آمیزہ ہے، جو روح اور باطن کو ہر دم بے چین کئے رکھتا ہے۔ اجتماعی نقطہ سے دیکھتے تو سچ انسانیت کے سر پر ایٹمی جنگ کی تلوار آٹک رہی ہے اور شدید خطرہ کا احساس پیدا ہو چکا ہے کہ یہ ٹیکنالوجی کی ترقی کسی وقت بھی

اسلام کا نازل ہونا یا جوح و مابجوح کا قبضہ دہشتہ اولیٰ صحر کا ٹھکانا سورج کا مغرب کی سمت سے طلوع ہونا وہ سب اسی صدی میں پوری ہوں گی، بہت سے خام عقل اور نہ حوصلہ ہوگا، ان گندم نما بوجہ فروش مکاروں کے دھوکے میں آگئے اور لقمہ ایمان ان کے ہاتھ فروخت کر بیٹھے، بچہ اللہ چودھویں صدی بحیرتِ گہری تھی اور اس میں قیامت کی بڑی بڑی قیامت خیز عظامت میں سے کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی، بلاشبہ ان عظامت کا ظہور اپنے مقررہ وقت پر ہوگا اور ضرر ہوگا جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن قرنِ کریم اور حدیثِ نبویؐ میں ان عظامت کے ظہور کا کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا، اور نہ اس کا کسی کو علم و باحساب ہے۔ اس لئے ان خود غرض نو سرمایہ داروں اور غلامی قزاقوں نے قیامت کی علامت کبریٰ کے لئے چودھویں صدی کا جو زمانہ بھجوتے کیا تھا، یہ خالص جھوٹ اور افتراء تھا، اور چودھویں صدی کے اختتام نے ثابت کر دیا کہ ان بوگوس کا دعویٰ عطل تھا اور جس بوگوس نے کم علمی یا سادگی کی بنا پر ان کے دعووں کو قبول کیا وہ قریبِ ثورہ تھے۔ اس قسم کے جھوٹے لوگوں کو جو جھوٹ پر تبویل کا غلاف چڑھا کر سے بچ ہو کر ان کی کوشش کرتے ہیں، حدیثِ نبویؐ میں ان کو "دجالون" کہلائیوں گا، خطاب دیا گیا ہے۔

مستحکم سے چودھویں صدی کی سرحد عبور کرتے ہوئے ہم اپنے ایمان و خلاق اور انسانیت و شرافت کا بڑا قیمتی اثاثہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ درجہ داری مثلاً ان نئے نئے قافلوں کی سی ہے جو ۱۴۷۷ء کے عہد میں پناہ سب بچھڑا کر پناہ کی سرحد میں دخل ہوئے تھے۔ ایمان و خلاق کی تباہی و بربادی کی طرف چند اشارے ہو کر چھپے ہیں۔

نئی صدی کے بارے میں بڑے زور و شور سے یہ نعرے بھی لگائے جا رہے

اس قلم کی قلمی سلامتیاں ہی کیا کم تھیں کہ چودھویں صدی میں ہمیں
مستند مغرب نے تصویر سازی، 'تواریخ ہندی' اور 'آوار و سالی' کے جدید کتابت بھی
عنایت فرمائے، اور مشرق کو رفتہ رفتہ ان چیزوں کا خوگر بنایا۔ آج۔ کلام اللہ۔
گھر گھر تصویریں آویزاں ہیں۔

تو بصورتی کے لئے جہاز چیزوں کے جیسے مسلمانوں کے گھروں میں
رکھے ہوئے ہیں، ہمارے میں کوئی چیز لینے جائیے تو پہلے تصویریں استعمال کرتی
ہیں۔ چاروں طرف راگ ہے، ہر قلم کا طوفان برپا ہے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی
دوست گلی گلی گانوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ ایک ایک گھر سینما ہل میں
تبدیل ہو چکا ہے۔ تمام افراد خدا مل کر روٹنی گانوں سے دل بہاتتے ہیں، اور
فلموں پر تبصرے کرتے ہیں۔ نہ باپ کو بیٹی سے شرم ہے، نہ ماں کو بیٹے سے، نہ
بھائی کو بہن سے۔ کیونکہ بطور مغرب نے تفریح کے نام پر ان چیزوں کو رواج دیا
تھا، اس لئے مشرق سے شرم وحیا اور غیرت و نساہت کے سارے تقاضوں کو
پشت انداز کر کے ان "تفریحات" سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیا ہے۔

اور چل کر بے جا پرہیزے نکالے اس کی داستان طویل بھی ہے اور
ناممکن بھی۔ جسے شیخ سعدیؒ نے ایک شعر میں ادا کر دیا ہے۔

"چہ مرد مانند کہ سنگھرا بستہ و سنگھرا کشادہ"

چودھویں صدی کے بارے میں جنس خود غرض شاعروں نے اپنے غلط
دعووں کی تردید کے لئے بہ شوشہ چھوڑا تھا کہ چودھویں صدی "خری زمانہ ہے"
اس لئے قرآن کریم اور حدیث نبویؐ میں قرب قیامت کی ہر بڑی بڑی علامتیں
بیان کی گئی ہیں (مثلاً حضرت مہدی علیہ ارضوان کا ظہور، دجال کا ظہور، عیسیٰ علیہ

یہ وصلاح، مگر تو رہی ہے۔ اس لئے اظہار اسباب کوئی موقع نہیں فی حاضری کہ یہ
اپنی حالت کے تبدیل کرے یہ مادہ ہوں یا اس سے غلطہ اسلام کا کام چاہا ہے۔

پردہ غیب میں کیا ہے؟ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے، لیکن یوں نظر آتا

ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کو غرض اسلام منظور ہوگا اس سے پہلے ریح الوقت

لکھائے گا توڑ پھوڑ نہیں گئے اور اس لئے تمام سرغنوں کو جس جن مروجہ

نہیں گئے خدا کی زمین کو ان کے بحس وجود سے پاک کر دیا جائے گا تب اللہ

تعالیٰ اسلام کی شہادت دے گا نہیں ہے۔ موجودہ باطل نظاموں کی شکست و ریخت

تک نہیں ہوتی، اس شیطانی ہوشیاریوں سے تہذیب و برقی کے قریب سے

سایت و شیطنت اور ہیبت کی راہ پر ال یا ہے، جب تک کہ تمہیں ہنس نہیں

رہا، اور غلطیوں سے یہ حیرت و حیرت زدہ چوپایوں نے گھر گھر میں۔

یوں اس کو جب تک صاف نہیں کر دیا جاتا، نہ بدی کی قومیں پیچ ہو سکتی ہیں اور

۔ وہ میں کوئی صاف نظام ہی ہو سکتا ہے۔ یہ باطل نظام اور ان نظاموں کو چلا

ہے، اب موت کی چیز، کھرے جس نے خود تو ڈو میں گئے مگر اپنے ساتھ انسانیت

کی اکثر باتوں کو بھی ہے وہیں گئے۔ یہ قہر الہی کا نشانہ ہیں گئے خواہ یہ قہر الہی

جنگوں کی شکل میں ناز ہو یا فتنوں کی شکل میں یہ عالموں اور دماؤں کی

صور میں۔ خدا کی رحمت اس سے عاجز نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس

کے ستر دراز و مسرت کا وقت شاید بہت جلد ختم ہو جائے گا

کی صدی کا استقبال کرتے ہوئے مسلمانوں کو کبھی نہیں ہونا چاہیے

منیت ہی کے فیصلے قوموں کے کار و عمل کے مطابق ہوتے ہیں آخری صدی

میں مسلمان اس محیط عام عدویہ سے بچنا چاہتے ہیں جو ہے خدا تہذیب اور

شیطنی تمدن کی مروت سے اسے اسے تو ان کا فرض ہے کہ وہ بدگاہ خداوندی میں

جب کہ یہ صدی اسلام کے ٹکڑے اور تشاۃ ثانیہ کی صدی ہوگی۔ اور مسلمان دولت
 کی پستیوں سے نکل کر عزت و عظمت کی رتھوں سے پھر ہمکنار ہوں گے۔ سزا
 اور حیاں کی حد تک یہ خیال بڑا سادہ اور خوش آئند ہے اور ہر مسلمان کے
 سینے میں یہ خواہش ضرور موجزن ہوگی کہ وہ اپنی آنکھوں سے دنیا پر اسلام کی
 حکمرانی کا مشاہدہ کرے اور مسلمانوں کو مغرب کے مقتدی و مقتد کی حیثیت
 سے نہیں بلکہ دنیا کے امام و قائد کی حیثیت میں اہیں دیکھے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ
 نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اقوام عالم کی امامت و پیشوائی کا
 منصب بخشا ہے اور ”کتابہ حدیثہ من احکامہ حبیبہ“ (تم ہو بہتر امت
 بھیجی گئی عالم کے لئے) کا تاج کرامت اس کے سر پر رکھا ہے بشرطیکہ وہ
 ”ناصرہ بالمعروف و نہیہ عن المنکر و نوموسو بالہ“ (حکم کرتے ہو
 نیک کاموں کا اور روکے ہو برے کاموں سے اور یقین رکھتے ہو اللہ پر) کی رو
 پر گامزن ہو، لیکن موجودہ حالات میں مدی کی قومیں جس تیزی سے بڑھ رہی ہیں
 اور خیر و صلاح جس سرعت کے ساتھ سمٹ رہی ہے وہ کسی خوش فہمی کا یقین
 نہیں داتی بلکہ کسی ہوشیار خطرے کی نشاندہی کر رہی ہے۔ اگر مسلمانوں کی
 غالب اکثریت صلاح و تقویٰ سے راست اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی
 علمبرد رہتی تو کسی خطرے کی بات نہیں تھی لیکن بد قسمتی سے عالم اسلام کی
 تمام قیادت جس لوگوں کے ہاتھ میں ہے اور جن کا طرز عمل پورے اسلامی
 معیار کے متاثر کر رہا ہے وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کے
 معیوم ہی سے نا آشنا ہیں۔ وہ مر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان بالمعروف کو
 معراج انسانیت تصور کئے بیٹھے ہیں۔ ان کا وجود شر کو منانے اور خیر کے پھیلانے
 میں استعمال نہیں ہو رہا بلکہ دانت یا ٹوالت اس کے وجود سے شر پھیل رہا ہے اور

جھکیں۔ یہودی و نصاریٰ نے نکالی چھوڑ کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو بنائیں۔ یہ مغربی تعلیم جس سے مسلمانوں کے شاہیں بچوں کو روغ و زخم پہنایا ہے، بد ڈیس۔ یہ عورتوں اور دو بٹروں کی بے حجاب نیم عروں اور بے حیاک و سبے غیرتی جس سے سائیت و شرافت سرنگوں سے اس کا قطعی اسد اتریں۔ یہ ریڈیو کے نغمے اور نیلی ویش کی فلمیں اور تصویریں اپنے گھروں کو ان سے پاک کریں۔ میموں، ہسپتالوں اور پچھریوں کو تہہ سرے کے میں خدائے گھروں مسجد۔ کو نہ کریں مال حرم اور کسب حرام سے پرہیز کریں۔ عدالتوں میں اسلامی قانون نافذ کریں۔ یہودی و نصاریٰ کے ساتھ پرودہ طور طریقوں کو غیر چھوڑ دیں اور اپنی اجتماعی و انفرادی زندگی میں صبر و ضبط اسلامی احکام کی تعمیل کریں۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے بعد ہم اس عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو سروں پر منڈا رہا ہے۔ اگر ہمارے ارباب حل عقد اور ہمارے جدت پسند حضرات اس کو "ملائیت" "دقیانیت" اور "ربعت پسندی" کہہ کر لب خندہ شہز کی نذر کردینا چاہتے ہیں تو جو عذاب ان نافرمان قوموں پر آئے گا اس کا مرغ سب سے پہلے اس مسلمان قوم کی طرف ہوگا جو دسام کیلئے ملکِ ہمارا کا موجب بن چکی ہے۔

حافظ و خلیفہ تو دعا گفتیں سب وہیں
رند تہ ساتیں کہ شینہ یا شنفید

حق تعالیٰ شہد امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں، اور نئی صدی میں جن قوموں کا ظہور متعدد سے ان سے پہلے میں رکھیں۔ اے اللہ اپنے محبوب صلی اللہ

سیاہ فام لوگوں کی اسلام کی طرف رغبت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیاہ فام لوگوں کی طرف ایک نیا دور ابھی نہیں آیا ہے۔ یہاں تک کہ مشرقی
عالم کی خیریت دیکھ کر ہمیں ہرگز نہیں ملے گی کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
ہر ایک کی طرف سے ایک نیا دور ابھی نہیں آیا ہے۔ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ

پچھلی صدی میں یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
ہر ایک کی طرف سے ایک نیا دور ابھی نہیں آیا ہے۔ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ
یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ

اس سمیت کریمہ میں حق تعالیٰ شہنشاہ نے اس انعام عظیم کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ
دلی ہے اپنی قدرت کفایت اور عنایت خاصہ۔ یہ اہل ایمان کے دلوں میں حور پیدا کر
کے انیس "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حق کی نصرت و حمایت پر لگا رہا۔ یہ
درشلہ خداوندی ہمارے سامنے حکمت و بصیرت کے بہت سے پہلو رکھتا ہے۔

دل یہ کہ اہل ایمان کا اتحاد و اتفاق ایک نعمت عظمیٰ اور ان کا تشکیک و افتراق
فتنہ کبریٰ ہے "قرآن کریم میں جہاں اہل عداوت کا ذکر کیا گیا ہے جو منجانب اللہ
سمان سے نازل ہوئے یا زمین سے چھوٹ پڑیں "وہاں انہیں کے پہلو میں یہ خطاب بھی
دکھ فرمائیگا۔ "تمہیں مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے ٹکرا
دے گا :

وَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَ
لَوْ كُنْتُ مُدْرِكًا لِّلنَّارِ
لَتَذَرْتَهُمْ وَآلَهُمْ
يَجُودُونَ
(انعام)

ترجمہ: "تو کہنے کے لئے کہ میں تو آگ کے قریب پہنچ رہا ہوں کہ میں انہیں
توڑ دے اور ان کے آگ کے قریب پہنچ دے اور انہیں ایک دوسرے کی
خلافیت پیدا دے۔" آپ دیکھئے تو اسی میں اس طرح دلائل مختلف
پہلوؤں سے ہیں کہ میں نے شاید وہ سمجھ جائیں۔"

(یہاں فرقہ)

اور منافقوں کی باگتہ حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے جہاں ان کے اور بہت سے

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق و نصرت شامل حال نہ ہو اور مسلسل عنایت خداوندی کا محور نہ بن جائیں ان کے درمیان الفت و اتحاد اور ایثار و عطا کو فیضانِ انیس جو سکتی۔ دنیا بھر کے اطفال و مل کر تدبیر کریں اور اس کے لیے دنیا بھر کے خزانے خرچ کر دے جائیں مگر اس صدم میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کا وہ ایسا کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

سوم۔ معنی اسباب و وسائل اور مل و دولت کے درجہ لو اہل ایمان کے درمیان اتفاق و اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن موال یہ ہے کہ "خود کوئی سی چیز جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شہ نے صحابہ کرامؓ کے گھرے ہوئے شیرازہ قلوب کو جمع کر دیا اور وہ کون سی مٹا طبعی قوت تھی جو ان کے لئے رحمت خداوندی کہ آسمان سے بھیجی گئی؟" اس کا جواب نبی اُمت کریمؐ میں موجود ہے کہ یہ حضرت صحت نبویؐ کے فیصل کی برکت سے دو دونوں سے مشرب تھے اور یہی ان کے اتفاق و اتحاد اور شیرازہ بندی کی قاعدہ تھی۔ ایک یہ کہ وہ ایمان کامل کے حامل تھے۔ دوم یہ کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کو انہوں نے اپنی زندگی کا واحد مقصد بنایا تھا" اور اس تائید نبویؐ سے وہ چارچہ الہی کی حیثیت اختیار کر چکے تھے

”ہو بی ۔ ک مصر و د سومس۔“

ترجمہ: "وہی ہے جس سے تپ کو قوت دی اپنی مدد سے اور اہل

ایمان کے درجہ۔"

ایمان کامل جسدِ ملت کے لیے روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایمان جب زندہ ہو اور تندرست و توانا بھی ہو تو اس کے اعضاء "جسد و عہد" کہلاتے ہیں۔ ان کے درمیان نہ صرف یہ کہ کوئی اختلاف و امتیاز نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک دوسرے کے مصلحت و مددگار ہوتے ہیں۔ اور جب ان کی روح ٹکڑ ٹکڑ ہو جائے تو اس کے اعضاء کٹ

عیوب و جرم کو ذکر کیا گیا ہے وہاں ان کی یہ حالت بطور خاص ذکر کی گئی ہے

وَحَسْبُهُ جَعْبٌ ۖ وَفَوَيْهٍ سَيْۤسٌ ۚ ذَا سِكِّ بِرَبِّهِ نُوۡدٌ

لَا يَمْتَلِیۡهِ

(انجیل ص ۳۰)

ترجمہ ۱۰ اے شیطاں تو ان کو ظاہر میں متفق حال کرتا ہے حالانکہ

ان کے قلوب غیر متفق ہیں یہ س وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ

ہیں جو (اپنی) عقل نہیں رکھتے۔

(ایک مفسر کا)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اہل ایمان کے درمیان آپس کا جوڑ اللہ تعالیٰ کی

نظر میں نہیں قدر پندیدہ ہے اور کسی قوم میں انتشار و التراق کا پیدا ہو چنانہیں قدر

مکروہ و بیخیریدہ ہے۔

دوم۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان اتفاق و اتحاد ان کے دلوں میں جوڑ پیدا کر دینے

کو حق تعالیٰ شانہ سے اپنی قدرت کلمہ کی طرف مسموم فرمایا ہے۔ اور اس امر کی

تصریح فرمائی ہے اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، یا بھر کے خزانے و تمام مادی

وسائل عرب کے لئے لٹے ہوئے ہوتے، توں کو جوڑنے کی کوشش فرماتے تو س

مہم میں آپ کو کبھی کامیابی نہ ہوتی۔ یہ محض حق تعالیٰ شانہ کا اعام و احسن حکم کہ اس

کے درمیان فوق العادہ اتفاق و اتحاد پیدا کرے۔ چوٹی ”قوم سب جاں دو قاب“ کا

مصدقہ بن گئی۔ اس الفت و اتحاد پر کتب سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے درمیان باہمی ملکہ و ایملہ کی مضامین ہو گئی۔ ان میں سے ہر ایک اپنی رائے پر

دوسروں کی رائے کو اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو اور ایک حال پر

دوسروں کی جان کو ترجیح دیتا تھا

دیکھ سکی

ترجمہ۔ "تمام اہل ایمان کی مثل فرد واحد کی ہے کہ اس کی تکلیف میں تکلیف ہو تو پورا بدن درد مند ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تب بھی پورا بدن بے چین ہوتا ہے۔"

دوسری چیز جو کسی قوم کے اتحاد و اتفاق کی ضمانت ہے وہ ہے اس کی اپنے منصب الٰہی سے وابستگی۔ اہل ایمان کا عظیم الشان منصب الٰہی جو نہ کوہِ بلائیت نہ کہ میں بیاں فرمایا گیا ہے۔ "مختصرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے بن کی نصرت و حمایت ہے۔ امت جب تک اس منصب الٰہی پر قائم رہے گی اور اس کے لئے جان و مال اور خواہشات کی قربانی دیتی رہے گی اس وقت تک بتوفیق الٰہی متحد و متفق رہے گی۔ اور جب اس کا یہ منصب الٰہی اس کی نظر سے لو بھل ہو جائے گا اور وہ اپنے مقدس منصب الٰہی سے ہٹ کر خواہشات کے پیچھے دوڑنے لگے گی اس میں ضعف و اختلاف پیدا ہو گا اور اس کے نتائج افتراق و انتشار کی صورت میں لہاں ہوں گے۔"

ہمارے دانشور نئے نئے قومی اتفاق و اتحاد کے وعظ کرتے ہیں ان کی کوئی تقریر اس موجدِ حنت سے خلل نہیں ہوتی۔ لیکن اگر صرف پیچروں، تقریروں، "تقریروں"، رسالوں، جلسوں اور ذرائع ابلاغ کے ہتھیار چمکے سے "نہ اتحاد" حاصل کیا جاسکتا ہے امت مسلمہ سب سے بڑھ کر متحد ہوتی جس سے معلوم ہوتا ہے اتفاق و اتحاد کی کلید وہی ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے یعنی قوم میں ایمان صحیح پیدا کیجئے اور اسے دینِ قیم کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی مشق کرائیے۔ ایمان سے محبت اور منصب الٰہی سے عشق ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مستحقِ قوم کو

کٹ کر الگ ہو جاتے ہیں اور اگر مدح تو موجود ہو لیکن جسم و اعضاء مفقود و
شلوں یا بچوں ہوں تو وہ خواہش کے وجود ایک دوسرے کی مدد سے قاصر رہتے
ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جب جسم و ملت میں ایمان کی مدح کار فرما ہو تو اس کے تمام
اعضاء "جسد واحد" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے

تَدْرُسُ الْوَحْدَ لِي - حَمْدُ الْوَحْدِ وَ تَدْرُسُ
كُلُّ حَمْدٍ رَسُوكِي عَقْدٌ لِي عَمَّ
- رَسُوكِي - وَ تَدْرُسُ -

ترجمہ : تم اہل ایمان کو باہمی رحمت و باہمی محبت اور باہمی شفقت و
ہمدردی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ اگر ایک عضو کو تکلیف
ہو تو پورا بدن اس کی وجہ سے بے چینی اور غم میں مبتلا ہو جاتا
ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے

يَوْمَ يَسْأَلُ كُلُّ نَفْسٍ نَفْسَهَا وَ تَدْرُسُ
بِسُوءِ مَا كَانَتْ تَعْمَلُ

(مسلم میں صفحہ ۴۴۴)

ترجمہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکلیوں میں انگلیاں ڈال
کر فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے ایک
عشرت کے اس کے بعض اعضاء کو تھامے ہوئے رہتے ہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے :

يَوْمَ يَسْأَلُ كُلُّ نَفْسٍ نَفْسَهَا وَ تَدْرُسُ

خواتین کا مطالبہ... حق طلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

ایک اخباری اطلاع کے مطابق مصر میں خواتین کو یہ حق دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو طلاق دے سکتی ہیں۔ اور ان کے یہاں کی بڑے بڑے گھرانوں کی شکایت کا مطالبہ بھی سامنے آیا ہے کہ خواتین کو طلاق کا حق دیا جائے۔

نکلن یک ایسا مقدس رشتہ ہے جس سے سبہ شمار اہل حق و عاشرین اور معاشی مسائل وابستہ ہیں۔ اس لیے شریعت نے اس کی بنیاد باہمی الفت و محبت پر رکھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

مِمَّنْ لَا يَصْلَحُ لَهَا أَنْ تَكُونَ لَهَا حُرٌّ

ترجمہ : ہمیں دو محبت کرکے والوں کے لئے نکاح بھیجی جے کسی سے نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ شیطان کو جس قدر خوشی ہو جس کی نا امانی و فحاشی اور ان کے درمیان تفریق پیدا کرنے سے ہوتی ہے ایسی خوشی کسی بڑے گناہ سے بھی نہیں ہوتی۔ ہماری شریعت نے اس رشتہ کے بقا و استحکام اور اس میں خوشگوار پیدا کرنے کے لئے میاں بیوی دونوں کو ایسی ہدایت سے سرفراز کیا ہے کہ اگر ان کی پابندی کی جائے تو یہ صرف یہ کہ زوجین کے درمیان منافرت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کا گھر دنیا میں

جمع کرتے ہیں اور فن کے نونے ہوئے قلوب کو جوڑتے ہیں

و بھلا جس سو ۔ بھلا وہ بھلا کہ و بھلا
ہم کہہ

(۱۷۷)

ترجمہ : اے ایمان والو ! اگر تم مدد کرو گے اللہ کی توفیق تمہاری مدد
کے گا اور تمہارے گا تمہارے پاؤں۔

(ترجمہ شیخ الاسلام)

و جس کی بھلا بھلا ہی نہیں حد ۔ جملا سہل سہل

و جس کی بھلا بھلا ہی نہیں حد ۔ جملا سہل سہل

(بہارِ نبی ص ۱۷۷)

حد ہائیت کا مدارک کر سکتی ہیں۔

”راج کال پاکستان میں گھریلو معاملات و تنازعات کو نمٹانے کے لئے جو مخصوص عدالتیں ٹیلی کورٹس کے نام سے قائم کی گئی ہیں، ان میں ۹۹ فیصد فیصلے عورتوں کے حق میں ہوتے ہیں۔ مشکل سے ایک فیصد کیس یہاں تک پہنچتا ہے جہاں عدالت نے عورت کے بچائے مرد کے حق میں فیصلہ کیا ہو۔ کسی خاتون کی جانب سے جب بھی خلع و رجوعیت کی حاجت ہے، بد تعلقہ عودت کے حق میں فیصلہ دے دیا جاتا ہے (اس طے میں یہ عدالتیں مساوات شرعی اصول و قواعد کو بھی غلط سمجھ رہی ہیں اور اس کا فیصلہ شرعی نقطہ نگاہ سے غلط ہوتا ہے)۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھ کر عدالتوں کو بڑے گھروں کی یہ خواتین جس حق کا مطالبہ کر رہی ہیں وہ تو انہیں اس کے مطالبہ سے بھی پہلے مل چکا ہے، اور اس کا انہیں علم بھی ہے۔ پاکستان میں کسی عورت کو اپنے شوہر سے گلا خد صحت کرانے میں قطعاً کوئی دشواری ہی نہیں۔ سب ان کا یہ مطالبہ کہ عورتوں کو طلاق کا حق دیا جائے محض عورتوں کی مشکلات اور پریشانیوں کو حل کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اس کا فائدہ مغرب کے نقش قدم کی پیروی ہے۔ یعنی جس طرح مغرب میں طلاق کا حق مردوں کے بجائے عورتوں کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ خواتین چاہتی ہیں کہ خلاق کا حق عورتوں کو دینا چاہئے کہ جب بھی ان کا جی شوہروں سے بھر جائے اور شوہروں کو چھٹی کر دیں — اگر یہ معزز خواتین اپنے بنگلہ شوہروں سے ایسی ہی تنگ ہیں تو ان کو اس مطالبہ سے کون روک سکتا ہے، لیکن اس مطالبہ کو قانونی شکل دینے کے لئے ایسا قانون کے عائلی قوانین کی طرح شریعت محمدیہ کے خلاف ایک نئی شریعت تصنیف کرنے کی ضرورت ہوگی۔ قرآن کریم نے جس میں طلاق کا ذکر کیا ہے، اسے مردوں کی ہی طرف منسوب کیا ہے، اور جو عقل سلیم کا تقاضا بھی یہی ہے، جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ اردو لفظ ”بنہ“ کو ختم کرنے کا

حسرت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ لیکن بسا اوقات دولوں کے درمیان طمعاً مخالفت پیدا
 نہیں ہوتی۔ یہاں ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے اعدائی و
 معاشرتی حقوق نہیں پہنچا سکتے۔ اس صورت سے عمدہ برتاؤ ہونے کے لئے شریعت نے
 طلاق اور طلاقِ صحیح کی صورتیں تجویز فرمائی ہیں۔ طلاق کا حق مرد کو تفویض کیا ہے اور طلاق
 کے مطابق کا حق عورت کے لیے رکھا ہے۔

نفس میں اللہ تعالیٰ نے جمالی عقل و تدبیر، عقلی اور اشخاص جی کا جو جو
 ودعت فرمایا ہے وہاں اس کے اندر کچھ طبعی جذبات بھی رکھے ہیں، اگر آدمی اس
 جذبات سے مغلوب ہو جائے تو بسا اوقات اسے غلط راستے پر الگ دیتے ہیں اس نے
 حکم یہ ہے کہ جذبات پر عقل کو غالب رکھنا چاہئے اور عقل کی تکمیل شریعت کے ہاتھ
 میں رہنی چاہئے، آدمی اپنے جذبات کے مقصدی پر عمل نہ کرے جب تک عقل
 اس کے جوہر کا قیدی نہ رہے۔ درمیان عقل کے فیصلے پر عمل نہ کرے جب تک کہ
 شریعت مطہرہ اس کے صحیح ہونے پر مقررہ حدیں نہ دے۔ انسان کی یہ کمزوری
 ہے کہ وہ بسا اوقات جذبات کی راہ میں ہمہ کر خلاف عقل فیصلے کر بیٹھتا ہے۔ بعد میں
 جب جذبات کا جوش ٹھنڈا ہوتا ہے تو آدمی اپنے عاجلانہ فیصلے پر پشیمان ہوتا ہے، اور یہ
 جذباتیت مردوں کی بہ نسبت صنفِ ناک میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
 نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کے لئے شریعت نے مرد کو تو طلاق کا اختیار دیا ہے لیکن
 عورت کو طلاق کے بجائے طلاق کا اختیار تفویض کیا ہے، یہ تو تک خلع کا فیصلہ اگر فریقین

کی رضامندی سے رضاکارہ طور پر ہو تو عورت کا اپنے اہل قربت اور خیر خواہوں
 (والدین وغیرہ) سے مشورہ مانگ کر ہو گا اور اگر عدالتی سطح پر ہو تو عدالت کا فیصلہ
 ضروری شرط ہو گا۔ اور یہ دونوں چیزیں (یعنی پہلی صورت میں والدین اور
 عزیز واقارب کا مشورہ اور دوسری صورت میں عدالت کا فیصلہ) بڑی حد تک عورت کی

حدید کے متعلق پہنچا ہے جو نظام تعلیم ہمارے یہاں رائج ہے جس تعلیم کے حصوں کو
یہ انتہا تصور کیا جاتا ہے اور جس کی تعریف، تشریح و تفسیر و مدد دی جاتی ہے اس
سے مزدور کے سے محابہ احتکاظ، عورتوں کی عیوب اور مزدوروں کی تہمت اٹھانے کے
مردوں پر کیا جیو نکل سکتا ہے

دینا تو اس یافت زان جسم کے رشتہ
خبر اتوں یافت زان حیار کہ کشتہ

اس تعلیم جدید کی حادہ عمری ہے کہ اس سے قدروں کے سانچے بدل جائے
اور انسانیت کا حسیہ بگاڑ دیا اس سے مزدور مرگلی اور عورت کی نسوانیت کو پھیل کر
رکھ دیا۔ جب تک موجودہ معرزی طرز تعلیم جاری ہے اور جب تک نسوانوں 'ٹائیٹس'
یورسٹینوں کی شکل میں انسانیت کے مقتل موجود ہیں، ہمارے یہاں وہ سب کچھ ہو گا
جو مغرب کے کافروں نے حد اس قدر میں ہو رہا ہے، ہمارے ظریف شاعر نے صحیح نہ
تی

یوں نکل سے بچوں سے وہ بدنام نہ ہو
اصوب - فرغوں کہ کالج کی ر سوسی

تعلیم ہمارے معاشرے میں معرزی تعلیم کی سمت پوری طرف رجحان میں چلی ہے
اور نکل کوچوں میں با اوصاف میں طلبوں میں 'میتھاؤں میں' تعلیم لگائوں ہیں 'وقار'
میں 'مہمیبوں میں عورتوں نے 'اٹش جس سے منظر میں ہر تورا معرزی تہذیب
تعلیم کے ہمارے ہر ایک حصہ سے قوم پر مسط ہے اور ناخدا یوں قوم میں سے
ہی ایسا تو نہیں ہوتا چہ اس ناصدا یوں طرف متوجہ ہونا ان تعلیم پر مامور
سے سمجھو کہ ہمارے ہیں۔ اور ٹھٹھے بیٹے اس ن لکھنوں کی حادہ تی ہے۔ حقیر

اہم ترین معاملہ عورت کی جذباتیت کے سامنے نہ لیا جائے۔ یہ معزز خواتین اگر اپنے شہدوں و شہداء کے پرہیزگار ہیں تو اس سے پہلے ان قرآن اور عقل دونوں کو طلاق دینی ہوگی۔ پھر ان پر بھی ایسی ہی حواشی کو جو شہرہ مغرب پر چڑھتی ہیں یہ محض صرف طلاق تک محدود نہیں رکھتا ہوگا بلکہ اسی کے ساتھ ان کا یہ مطالبہ بھی سامنے آئے گا کہ مردوں + چار عورتوں سے نکاح کی حد سے اسی طرح ان کو بھی چار مردوں سے نکاح کی اجازت کی جائے۔ اسی کے ساتھ وہ سارے مناظر اور سارے تناظر کے سامنے آئیں گے جو حرج مغرب میں دیکھے جا رہے ہیں۔ کھلی پاروں میں سب کے سامنے اور بے غیرت شہدوں کے سامنے جنسی مذاہب سے واقعات بھی مغرب معاشرت کا دور مردوں ہیں 'حرامی' بچوں کا تقدس بھی مذہب مغرب کا لازمہ ہے اور عقد نکاح اور رشتہ ازدواج کی ضرورت بھی مغرب میں محض تکلف و ثبوت اختیار کر چکی ہے اور اس قسم کے بے شمار ناگفتی و ناگفتی مناظر آج مغرب میں سر کی نکالوں سے دیکھے جا رہے ہیں جن کی وہ سے مغربی معاشرہ نسلیوں کے بجائے پندروں میں 'نسوں' کے گروہوں اور حزیروں کا معاشرہ کھلانے کا زیادہ مستحق ہے؟ وہاں یہیبت و ضحیت کا ایسا ماحول گرم ہے جس سے وہاں کے اہل خرد بھی نالاں ہیں مگر اس طویل کے سامنے بند ہاتھوں کی کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آتی 'وہاں ضحیت کے دست جنوں نے عورت کے 'امن' عفت کو مارتا کر دیا ہے 'وہاں ایک فیصد خواتین کے عقیقہ و پائندہ اس ہوئے کی بھی قسم میں کھائی جا سکتی ہے۔ جب کہ مغربی تعلیم کے 'فیصل' سے پہلے مشرق کی 'ال پڑھ' 'اتک' میں سے ۹۹ فیصد خواتین عفت و پاکدامنی کی قسم کھائی جا سکتی تھیں۔ کیا یہی وہ تحفہ ہے جو مشرقی خاتون کو دینے کی کوشش کی جا رہی ہے؟

ان خواتین کے یہ مطالبات اس سے بڑھ کر کچھ اور مطالبات دراصل تعلیم

عظیم المارٹ مولانا شہد اشرف علی تھانیؒ کے سچ سے پون صدی پہلے قوم کو اس خطرہ سے نکال کر تے ہوئے فرید تھا

”بھئی، اپنی رکیوں پر تارا اور پہ پائے عورتوں سے تعلیم دیتے ہیں یہ تکرر ہے کہ ہم صحبت کے حقائق و جدیات کا ادنیٰ میں ضرور اثر آتا ہے۔ خاص کر جس وہ شخص ہم صحبت رہا ہو کہ مشہور و معروف بھی ہو اور خاص ہے کہ استاد سے زیادہ اس خصوصیات کا کون جامع ہو گا تو اس صورت میں وہ تارا کی واپسی کن لڑکیوں میں بھی تو ہے گی۔ اور میری رائے میں سب سے بڑھ کر عورت خاص اور انقباض طبیعت کے دور میں مشن کے سب سے بڑے کام یہ نہ رہا تو اس مسئلہ نہ پھر کوئی حیرتوقع ہے۔ وہی شہد ہے۔“

اس جدید تعلیم کا بوس ہے کہ ”و شاریت ہے خاص تو ساتھ اور ستانیوں کی اثریت، اپنی طریقات کے خاصوں کی نظر آتی ہے۔ جب تک اس نظام تعلیم کی اصلاح نہیں ہوتی گی اس سے کی تیر کی پاتوق کی حالتی ہے۔“

سور علی امت مرحومہ کے پاس پر رحم فرمائیں اور ہمیں اسے خیال سے اس کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وصلى الله على منى حب جعفر

سید محمد منی لاهی و آیدو صحابہ

والہ عہ حصص فی يوم الدین۔

متعین کر دیا ہے، حب اور محبت کے قطعی حکم و فرامین ہمارے پاس کتاب و سنت کی شکل میں بغیر کسی شک و شبہ کے موجود ہیں اور جب کہ احکام و فرامین پر کامل ایمان و ایقان بھی ہے تو انصاف کیجئے کہ ہمارے سامنے مغربی نصیحت کے یا پوائز ایجن و دہیت سے محروم خواتین کے حوصلے پیش کرنے کا کیا بہانہ اور جاتی رد چاہتا ہے "یہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک عقلی جوتی نگہ نہ رہ، وہ کہہ کر شور ہمیں بھی بھٹکے کی مشق شروع کر دیتی چاہئے۔"

ہندو مت پر قاسم اقوام مغرب سے رہ کر
حاصل ہے ترکیب میں قوم رہوں ہاشمی

مغرب کی مثالیں دے کے بعد پروفیسر صاحب "عالم شرق" کی طرف التفت
دہاتے ہوئے لکھتے ہیں

"پاکستان سے تعلیمی سہولت میں عورت مرد و بچہ جاتی ہوئی ہے۔
یہ دینی سے بجا رہا ہے اور الکھٹلاف میڈیا سے یہ ستاؤ جو تھیں اس
کی سبب! لیکن یہ بھگت کے معاشروں سے استوار کر دیا اور ایسا اس پر
وحدت، انحصار اور خود و رواج کالوں کی صورت میں نافذ نہیں کئے جا
سکتے جو عقل و ملی معاشروں کی خصوصیات تھیں اور جن میں تبدیلی و تغیر
و قیوں، یہاں طرے و درخت کے قیوں کے مین حاصل ہے۔"

پروفیسر صاحب نے بہتر کوں حلایا ہوگا، عقلی قوانین تو کتاب تفصیل اور رسوم و
روایہ کی تمام روایہ میں سے چودہ سو سال پہلے رسوم عربی کے سوا کہ قدم کی نیک
ہوار۔ مسند کرمانی تھیں، سب "پ" سے تھو۔ "الوداع" سے موقع پر اظہار فرمایا تھا کہ "جہت
نہی نہی میں میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہیں" اس لئے بلا جھجکا کر وید کی جا
گئے کہ "تو" و سنت کا وہ قانون کہ کوئی حکم یہاں نہیں جو عقلی تو کتاب پر مبنی ہو جس
میں عقلی تصدیق کا فرق ہو اور جس میں عقلی رسم و رواج و تعمیر کیا گیا ہو۔"

ہے۔ خدا تعالیٰ کی حاکمیت و وحدانیت واضح بصیران کے پاس موجود ہے جس قوم کا رشتہ
 پروردگار سے بہت قریبی ہے، خدا تعالیٰ کی وحدانیت و حاکمیت سے ایمان الٰہی سے اور بہت
 بدعت سے کتنے چکا ہو وہ اگر قرآن و شریعت کی دیوب میں سرگراں نظر آتی ہے، بل کے
 دہریہ سمجھتے ہیں کہ عرب کی عربی شخصیت کی عقدہ کشائی سے قاصر نظر آتے ہیں وہ
 میں اگر مرد و عورت کے حقوق و فرض کے رہنے متعین نہ ہوتے تو وہ لوہے فرعون
 کی جنگ جاری نہ ہو یہ ان میں ہر ایک سے عروبی کا مطلق نتیجہ ہے۔

اس کے برعکس ایک مسلم قوم جو بی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور بدعت پر
 ایمان رکھتی ہے۔ اس کے پاس قرب و محبت کی شکل میں ایک جامع ترین معاشرہ است
 موجود ہے اور جو بدعتی ہے ایک ایک آدمی دوسروں عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدعت پر
 عمل پیر ہوئے کا جملہ مانہ ہے جو ہے اس قوم کو قوم عرب کہتے ہیں اور اس سے
 ہر ایک اور قوم جدا ہے۔ خویش و مشائیں پیش کرنا یا عت حیرت کج ہے اس
 معاشرے کے مردوں و عورتوں کے میں ہر ایک طاقت و شخصیت اپنی موجود ہے جو
 جن کے تالعات کا تصور ہے، پیش کرتے ہیں اس کے اور اس زمانہ کے جس
 جس معاشرے کے مرد و عورت کے، یہاں قبیلہ کے لئے کچھ دوسرا حاصل ہے علیہ
 و مسلم جیسی عقول کی شخصیت سے ہوا اس کے یہاں ہر ایک و مرد و عورت کی ضرورت
 ہی میں ہوگی اس کی قرآن کی علامت ہی ہے، اس سے شروع ہوا جب تو یہاں ہوئی
 سے ہے جو ہر ایک معاشرہ ہے۔

کہ عرب کے دہریہ اور عرب کی عبادت کا صحیح مطالعہ کریں۔ اس سے
 کیا ہے اس کا، اللہ تعالیٰ کی وحی یا نہ اس میں ہر ایک میں ہر ایک
 سوچا جائے اللہ تعالیٰ جو مرد و عورت دونوں کی نظر اور عبادت کا حامل ہے
 اس کے پاس ہے وہی اصل و گماں ملتا ہے۔ وہ خود بالذات عورت کی قدرت اور
 عبادت سے وقف ہیں، اللہ تعالیٰ جو عظیم و بزرگ ہے وہ عظیم و بزرگ ہے
 مردوں و عورتوں کے ہر ایک حقوق و فرض کا جامع ہے ہر ایک کا حضور

تفریق کا سوال نہیں تھا، حضرت ابو بھری کا مشہور قصہ ہے کہ اس کو کسی بے بطور
عزت کا لہاکا بھی کوئی عورت ہی نہیں دی، سو نے مسترح کو دریاں کھس جواں دیا کہ
”تی ماں امم یا ماںیس کرتیں یہ جتنا کٹی ہیں“ اس مردوں سے علم کی چونچوں کو سر کیا اور
جو قلم علم کے تاجدار ہوئے کیا ان کی مقدس ماؤں کا ان کے علم میں کوئی حصہ نہیں؟
انقرض علم کے میدان میں ”مرد حق اور دہانہ حق“ تفریق کا شاخسانہ ابیس سرپ کی
شرارت ہے، عورت اسلام اور اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی تصور نہیں، آج بھی اگر ہاتھ
محنت ماب پر وہ لکھیں جو تین قرآن و سنت میں مسرت کا یہ بلند مقام حاصل رہتی ہیں تو
یقیناً ان کی شخصیت علم کے ساتھ ساتھ مردوں کا ان کی ماہرہ سزا کو عزت و وقت کی نگاہ
سے اچھا دیکھتا ہے، وہ علم، اہل علم کی تعریف سے صد تائید کی مستحق ہوں گی لیکن
جو حدیث کے وہ ماہر جو وہ عورتیں جو اسلام کے حدود و قیود ہی سے قائل
ہیں جو اسلام کے فرائض و وصایا اور محنت و کمالات کی پابندی سے اپنے تئیں مرفوع
اقلہ سمجھتے ہیں جو قرآن و حدیث کی صحیح فہم رکھتے ہوئے ہر جگہ کی تائید سے بھی
محروم ہیں اور جنہیں شعل ہدایت کا نطق بھی کبھی شاد و تلوار نہ ہوتا ہے وہ آہ ”جنتہ“
کے پام پتہ پر قدم رکھنا چاہیں اگر وہ اسلام اور حدیث کے امام مالک رحمہ اللہ علیہ
اور شافعی رحمہ اللہ علیہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ کے مسلمان امت سے مجتہدین سے
مفتیوں میں سے مغرب سا کچھ میں ڈھکے ہوئے فکر پیش کرنا چاہیں تو ان کی قدم و قیامت
یاد رہتی ہے؟
جمال نس، ارتقاء جنتہ، کا تعلق ہے میں عرض کر
چکا ہوں کہ وہ حدیث کے مبرا اور عور میں سونق سے اجتہاد فرمائیں، لیکن پہلے جنتہ کا مضمون
مجھ میں اجتہاد کی علمی، عقلی اور فکر سے حدیثیں ہم پہنچائیں پھر اجتہاد دیر سے ہنگام
قیوم، انہوں اور شکل پچھ ماؤں کا نام اجتہاد نہیں۔

ایوب حال سے ماں میں یکپہ سے نئے ”مجتہد“ صاحب ماں لکھا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں میں عورتوں کے مشاغل کرنے سے منع کیا تھا، یہ بھی سنی
تھی یا نہ؟ اس وقت ان عورتوں کا حال قحی، اس کی حدیث پر تعلیم یافتہ عورتوں کے مشاغل

مسلمانوں کے وجود و معاشرے صحیح اسلامی معاشرے پر پورے ہیں، مگر
معاشروں میں حاجیت جدیدہ یا قدامت کے مت سے رسوم و رواج، آداب و عادات،
سب کچھ میں تبدیلی آتی ہے۔ جو رسوم و رواج کو جس کی بنیاد پر تھا، وہ تقویت میں
جہش قلم منسوخ کر دیا جائے۔ یہ جہلی رسوم و رواج کے خلاف آپ جتنا جدوجہد کرتے ہیں
ضرور کریں۔ آپ ہمیں اس حد میں آپ سے پیچھے نہیں پائیں گے۔ لیکن اگر آپ جدید
عورت کو یہ یاد رکھنے کی کوشش کریں کہ (معاذ اللہ) قرآن و سنت میں بھی کچھ ایسا
یہ ہے جو جہلی قبائلی تقویت و قدامت پر مبنی ہیں اور خدا اور رسول کے حکام میں
جہلی رسوم و رواج کی رعایت رکھنی ہے (معاذ اللہ) تو خود سوچ دیجئے یہ کتنی
مسلمان کہ جو دقت حد 'در رسالہ' پر ایمان رکھتا ہو۔ بات اس حد تک رہ رہتی ہے و
یہ کہ ایک موسم کے لئے یہ اس حد تک سخت مہمانہ طرز فکر ہے۔

پروفیسر صاحب مرید لکھتے ہیں 'پاسٹل سے ایسی علامت کا یہ احساس ہے کہ مسلمان
حکام کی تفسیر و تشریح کا حق صرف ال کے لئے مخصوص ہے جب کہ ہمارے کانوں تک
ملک سے باہر مقیم بعض تفسیر یافتہ خواتین کے اس قسم سے اس حد تک کی حد تک بھی پہنچتی رہتی
ہیں کہ وہ قرآن سے کہہ رہے ہیں کہ 'حق' کا تفسیر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں
اس سے قرآن و حد کا خود بخود شروع کر دے اور انہیں اس سے کہتی رہیں کہ
ان کو چاہئے کہ ان کے علم و تہذیب کے لحاظ سے یہ وہ حد تک رہیں کہ
مردوں سے کوئی نظام کو پیش نہ کرنا۔ یہ حد تک حد تک میں استعمال ہے'

پروفیسر صاحب - یہاں جو 'مرد' حق کی منطق بکرا کر ان سے یہ تو چاہیں کہ وہ
ہائے عظمت کی حد سے، غرض کہ اس حد تک نہ جاتا، حق کا نہیں بلکہ قرآن و سنت
میں مسلم ثبوت مہارت ہے۔ 'امام ابوحنیفہ' صاحب صدیق رحمہ اللہ عسکری ہندوستانی
شخصیت سے اس وقت میں 'حق' سے نفوس اور فیصلوں سے اسے 'ظاہر' کے خلاف
خبر ہو چاق تھیں۔ 'حق' کی 'راج' میں ایک حد کی مثالیں مہجور ہیں کہ نصرت اب پر وہ
شیعوں سے آپ علم و فضل کا عبادت و علم سے حد تک میں ہم خود حق اور

اور میں علامہ قبل مرحوم کی کوٹھی پر امام محضر حضرت علامہ اور شاہ شہیدی
تشریف فرما تھے ایک صاحب نے کہ حضرت مسلمانوں کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے
ہیں ہینک سے سود کو حلال قرار دینا ترقی کے لئے بڑا ضروری ہے حضرت شاہ صاحب نے
پہلے مخصوص سبب میں فرمایا:

”جناب اگر جسم میں جانا چاہتے ہو تو سیدھے چلے جاؤ مولوی کو بل نہیں جاتے
ہو۔“

پرویس صاحب! اگر پچھ جائیں وہ حضرت خدا و رسول کے حکام میں اپنی نافرمانی
و اہانت کا پونہ لگا رہے ہیں تشریف سے چلے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان کو مشورہ دیجئے کہ
یہ دھڑب تشریف لے جائیں ہم سے ساتوں روئے چوٹ اٹھے ہیں عریب مولوی پر
دعویٰ جسے کی کیا صورت ہے؟ لیکن اگر خدا و رسول پر ایمان ہے اگر خدا و رسول
نے حکام و فرامین کی دس میں کچھ بھی عظمت ہے وہ مگر وہاں سے بحالت نیک و رحمت
ہوئے کی تمنا ہے تو عریب مولوی کوں ہے جناب تمہیں کتنا اس عضو معیہ پر تپ کا ہلکا
گراؤ ہے؟“

سلام بخدا معاشروں کی کئی دور کئے گئے تھے یہاں پر قرائش قرائش برہانین
وہ خدا بزار معاشروں کے قلب میں ڈھانٹا ”جنت“ ہمیں ظلم ہے جو لوگ نام سدا
”جنت“ کا پھیل نکال کر ساری حکام میں ترہیم، تفسیح کرنا چاہتے ہیں وہ سلام پر ہیں بلکہ
پتی جانوں پر ظلم کرنا چاہتے ہیں ”عریب مولوی“ اگر ان کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرنا ہے تو
ناکوس خود کشی سے بچانا چاہتا ہے وہ تمہارا بدخولہ ہمیں بلکہ خیر خواہ ہے۔

حوائین کو علامہ حقوق سلام نے عطا کر دیئے ہیں ان حقوق کو کوئی پہل نہیں کرتا
ہمیں کے حصول معرب کی قہر۔ و تعلیم نے پہل لئے ہیں جو لوگ اسلامی معاشرے کو
مغرب کے فوٹ پر ڈھانکنا چاہتے ہیں وہ ختمین کے خیر خواہ ہیں بلکہ انسانیت کے کافی
ہیں ”اسلام“۔ طبقاتی تعریض کا قائل ہے نہ ایک صنف کو دوسری صنف سے مقابلہ کھڑ
کرتا ہے صنفی سرفراز کے نقطہ نظر سے سوچنا ہی اسلامی نہیں ہے۔

نے استعمال کی جاتی ہے (خداوند مرد ہوں یا عورتیں) جس کی ذاتی علامت مغربی
 سچوں میں ڈھکی ہوئی ہے جو مغربیت کے تقدس پر ایسا دیکھتے ہیں جو مغربی رسم و
 رواج کے مقابلہ میں اسلام اور اسلامی احکام کہ نظر حقارت سے دیکھتے ہیں جو اسلامی
 معاشرے کو بھی مغربیت کے تاریک غار میں دھکیل دیے پر تے ہوئے ہیں جو اسلامی احکام
 کی پابندی کو تقیلولیت سمجھتے ہیں اور جو اسلام کے حدود و قیود سے آزادی میں نظر محسوس
 کرتے ہیں اسے لوگوں کی تعداد ہمارے سامنے شاید ایک عرصہ بھی نہیں ہو گی اب جو
 اُردو "مغربی روہ" نہ کہا جائے تو فرمائیے اور کس عنوان سے اس کا تشخص ظاہر کیا جائے ان
 کو تعلیم یافتہ کا برقعہ پس کر چھپنے کی کوشش کرنا بھی کوئی مستحسن بات نہیں اس کے
 برعکس جو غوثی تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود خدا اور رسول پر غیر متزلزل ایمان رکھتی ہیں
 اور احکام خداوندی کی تعمیل میں دنیا و آخرت کی سعادت سمجھتی ہیں ان کو سرب روہی کا
 طعن کون دے سکتا ہے۔

ہماری نئی نسل کو کچھ معلوم نہیں۔ قادیانی کون لوگ ہیں، ختمِ نبوت کا مطلب کیا ہے، 'خدا' احمد قادیانی کون ہے؟ اس کے عقائد کیا تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔ نئی نسل کی نیا فقیہت اور یہ ہیں سے ان کی بے تعلقی، قادیانیت کی سرگرمیوں کے لئے زمین فراہم کرتی ہے اور وہ چپکے چپکے اپنی ارتدادی مہم کو بڑی مستحی سے جاری رکھے ہوئے ہیں جب کہ حضراتِ علما کی طرف سے اس کے معاملہ میں بے فکری کا مظاہرہ ہو رہا ہے اور امت کو قادیانیت کے رجس سے بچنے کا طریقہ نہیں کیا جا رہا ہے۔

ایک عظیم فتنہ عیسائیت کا فروغ ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ننگہ پیش سے اظہارِ سنی فتنی کہ وہاں بھوک اور افلاس دور کرنے کے سب سے بڑا دوا ہے، کہ عیسائی بنایا گیا ہے اور اس نوعیت کی متواتر جہریں وطنِ عزیز سے مل رہی ہیں کہ عیسائیوں نے نوجوانوں کی بے روزگاری اور پسماندہ علاقوں میں مسلمانوں کی معاشی پریشانی سے فائدہ اٹھا کر اپنی تیسری سرگرمیوں میں تیز زکریٰ ہیں اور بیگناہوں اور کو مرتد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اجتماعی طور پر عملے نرم کو اس طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔ فتنوں فتنہ ہو یا عیسائی فتنہ، اب علمی سطح کا فتنہ نہیں رہا بلکہ معاشی فتنہ کی شکل اختیار کر رہا ہے اور اندرونی ملک، برہمنی قوتیں مسلمانوں کو معاشی طور پر مفلوج کر کے ان فتنوں کے نئے میدانِ ہموار کر رہی ہیں اور بین الاقوامی طاقتوں طاقتیں مسلمان ممالک کو غربت و افلاس کے گڑھے میں دھکیلنے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کرتی ہیں۔

ایک اہم ترین فتنہ "قرآنِ فتنی" کے نام پر بھڑکایا جا رہا ہے ایک صاحبِ مدِ شیخ نام نے "انٹرنیشنل اسلامک پرائیویٹیشن سوسائٹی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے اور وہ نوجوانوں کو "ادوارِ قرآن" قسمی کی دعوت دے رہا ہے اطلاعات کے مطابق لوگ بڑی کثرت سے اس تحریک میں شامل ہو رہے ہیں اور اس کے برسِ قرآن کی ویڈیو کیسٹس جگہ جگہ پھیل رہی ہیں اس ناکارہ کی فرمائش پر ایک دوست نے مجھے

فتنوں کے مقابلہ میں علماء کی ذمہ داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”وَمَا يَكْفُرُ لَكُمْ وَيُنْفِقُ لَكُمْ مِمَّا كَرِهْتُمْ أَبَدًا“ (اصططی : ۴۰)

قرب قیامت کا زمانہ جوں جوں قریب آ رہا ہے اسی نسبت سے تاریکی میں اضافہ ہو رہا ہے اور فتنوں کی پوش پوش بڑھ رہی ہے علما امت نجوم امت محمدیہ (علی صلیہ وسلم) کے طہیب ہیں اور جنہیں ”العلما“ دینہ واجب کے تحت کرامت سے مشرف کیا گیا ہے ہر چند کہ ان فتنوں کے مقابلہ میں صف آراء ہیں لیکن اس میں پامانی مشورت اور احتیاط کی کمی محسوس ہو رہی ہے جس کے نتیجے میں فتنوں کی مقاومت میں ضعف اور سستی نمایاں ہونے لگی ہے اور لال فتنہ کی جراثیم میں اضافہ ہو رہا ہے ضرورت ہے کہ حضرات علما کرام اس صورت حال میں اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی وجہ سے ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو صحیح طور پر ادا کرے گے نئے نئے عزم اور نئے دھڑے کے ساتھ فتنوں کے مقابلہ میں صف آراء ہوں۔

اس میں سے ایک ضرورت کا وقت ہے چونکہ قادیانیوں کو ”بھنی حور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے“ اور رسمی طور پر ان کی تہذیبی سرگرمیوں پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے اس نئے عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا کہ قادیانی فتنہ ختم ہو چکا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ زیر زمین ان کی آمد لوی سرگرمیاں بڑی تیزی سے جاری ہیں اور وہ بڑے مختلف جھگڑوں سے بوجھنوں کا شکار کر رہے ہیں۔

۱۔ اللہ قرآن پڑھے والوں کو خوشی دے گا۔ قرآن کے معنی و مطالب سمجھنا ہے اس نے قرآن سمجھنے کے لئے کسی ملامت دہی مفسر مترجم کے پاس حصہ یا اس کے ترجمہ یا تفاسیر پڑھنے یا دیکھنے کی تفسی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۔ ان مختلف مترجموں اور مفسروں نے ہی دراصل امت کو غلط معنی و تفسیر کے دریچے گمراہ کیا ہے۔

۳۔ قرآن کوئی نئی یا جدید کتاب نہیں جو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے بلکہ یہی کتاب معنی قرآن جوہ کی توں پچھلے امین کو بھی دی گئی تھی مختلف ناموں سے۔

۴۔ پوری نماز اپنے وقت بقدر اور اوقات کے ساتھ قرآن سے ثابت ہے (حدیث و سنت کا سرے سے ذرا بھی نہیں کرتا) حتیٰ کہ انھوں نے گمراہ شخص کے نماز جنازہ بھی قرآن سے ثابت ہے اور اس کا طریقہ بھی۔

۵۔ نماز کا موجودہ طریقہ و سنت قرآن سے ثابت ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معنی براہی کی پیروی کر کے کی تلقین کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رہے کے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں جو کہ خانہ کعبہ میں پڑھتے تھے اور اس کی نقل کریں اور اس طریقے کو اپنائیں اور معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز پڑھے والوں کو دیکھ کر حال پڑھنا شروع کی اور مسلمانوں کو سکھائی یہ مہم یہ بدعت قرآنی آیت میں صلی اللہ علیہ وسلم (مقام ابراہیم علیہ السلام) کا کر کے کا معنی و مطلب بیان کرتا ہے۔

۶۔ بقول محمد شیخ منکر حدیث و سنت اور محرف قرآن کتاب اللہ (قرآن) میں جہاں جہاں بھی لعنہ اور لعنہ پرستی کا ذکر ہے اس کا دراصل معنی خواہشات نفس کی پیروی ہے اس کا کتاب ہے کہ قرآن میں جن جنوں کا ذکر ہے وہ پھر معنی یا کسی بھی مادی

معلومات فراہم کی ہیں، ایل میں ان کا خط لفظ بہ لفظ نقل کرتا ہوں۔
حضرت مولانا محمد یوسف مدھیانوی صاحب مدظلہ
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند سالوں سے کرپٹی میں ایک یا فتنہ بڑی تیزی سے قرآن اور قرآن کی
تشریح کی آٹھیں کام کر رہے ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر اس تحریک کے بانی و کرتا
وہرنا محمد شیخ نے اپنے سینئر کام "انٹرنیشنل مسلم پبلیکیشن سینٹر" رکھا ہے۔

INTERNATIONAL ISLAMIC

PROPAGATION CENTRE

اس لوگوں کے پروگرامز اکثر ویسٹرن ریڈیو فنانس سینٹر شہر انصاف میں ہوتے
رہتے ہیں۔ ایل میں بطور نمونہ اس کے چند عقائد جس کا وہ قرآنی آیات کی تفسیریں
پر چار کر رہا ہے دیئے جاتے ہیں اور آپ سے استدعا ہے کہ اگر لوگ قرآن وحدیث
کی روشنی میں قوم کی رہنمائی فرمائیں کہ لوگ اس فتنے سے آگاہی حاصل کر کے اپنے
رہے سے عقائد کا تحفظ کر سکیں۔ سچ جب کہ قدم قدم پر نئے نئے فتنے جنم لے
رہے ہیں۔ یہ فتنہ بھی بڑا شرانگیز ہے اور لگائیوں سے کہ تداوی اب بھی خود سامنے
آنے کے پس پردہ وہ کہ ہمدردی کے ساتھ مل کر اس قسم کے لوگوں کو قرآن
وسنت کے نام پر آگے بڑھا رہے ہیں۔

یہ فتنہ بدور لوگ (ان کا سربراہ محمد شیخ) بڑھ چکے طبقے میں کام کر رہا ہے۔ پس
ان کا مرکز علامہ اقبال روڈ پی ای سی سٹیٹس میں تھا جب کہ اب اس کلب کو رنویٹس
منتقل ہو چکا ہے اور ایک برج آج بھی پی ای سی ایٹس کے قبرستان کے پیچھے موجود

ہے۔

فقیر اس کے عقائد سے ہیں :

اور تقسیموں کے ذریعے عداوتوں اختلافات میں الجھ کر اپنا کلام بڑی تیزی سے نروٹے ہیں۔ آج بد قسمتی و بد بختی سے خیر کی قوتیں (یعنی جماعتیں) منتشر و منتشر ہیں۔ دست پہ گریباں ہیں جب کہ شرکی تمام قوتیں تمام اختلافات کے باوجود مل کر ایک مضبوط طاقت بنی ہوئی ہیں اور خیر کو بیست و نابود کر کے لئے کوشش ہیں۔ بڑی حد تک کامیاب بھی ہو چکی ہیں۔ لیکن ہم دیں کی حیرت انگیزی کے لئے کڑھے والے اور دھوکے کرنے والے اب تک بد قسمتی سے اپنے جھوٹے جھوٹے اختلافات کو بھی پس پشت ال کر اللہ اور اس کے رسول آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر ایک اور حقد ہونے کو چلی آئی تاکہ کامیاب نہ بن سکے۔ نہ جانے ہماری آنکھیں کب کھلیں گی، آج ہم مسجد اقصیٰ بھوں گئے، لگتا ہے کہ مسلمانوں کا اس سے کوئی بھی تعلق ہی نہ تھا، باہری مسجد کی شہادت ہمارے لبہاں سے نکلی ہو جاتی، کل کہیں حد انخواست ہم یہ بھی نہ بھوں جائیں کہ ہم اور ہمارے پیارے دادا رسول عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور نام یہو تھے۔ اللہ قادر مطلق پوری امت کو اپنے حفظ و میں رکھے۔ (امین یا رب العالمین)۔

آج قاتلوں کے سوا دوسرے آپ کی رہنمائی کی ضرورت قوم کو بالخصوص فوجوں نسل کو پہلے سے کہیں زیادہ ہے، یہ خط لکھتے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ اپنے اذکار عالیہ کے ذریعے قوم کی قرآن و سنت کی روشنی میں مدد و رہنمائی فرمائیں اور اس طبقے کو بھی پیش نظر رکھیں جو اپنے بچوں کو دنیاوی نفع کی خاطر انگریزی اور کالونٹ اسکولوں میں پڑھاتے ہیں، جہاں ان کلڈین تو سب ہو جاتے ہیں، نیک انگریزی بولتی آجاتی ہے۔ آپ کے قیمتی وقت اور آپ کی بے انتہا مصروفیت کے پیش نظر اس خط کو ختم کرتے ہوئے آپ سے خصوصی دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

شے سے بنائے یا تماشے ہوئے نہ تھے۔ یہ بت جن کا اللہ سے ذکر کیا ہے کوئی ملای بہت نہ تھے بلکہ یہ دراصل مختلف زبانوں کے لوگوں نے اپنے ذہنوں میں اپنی خوشداشت کے مطابق اپنی نفسانی خوشبختی کی بیرونی آرائش کے لئے اپنی خوشداشت کو مختلف نام و رسم رکھے تھے۔ امت و عربی و عبرانی کے دینی و نفسانی بتوں کے نام ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بتوں کو مسمار کرنے کے واقعے کو بھی اس شخص نے بائبل کا قصہ اور عیسائیوں کا عقیدہ یہ دیا اور اس کا کہنا ہے کہ اس واقعے کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واقعہ کلبہ کے سے کوئی ملای بتوں کو توڑا تھا اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں تو یہ عیسائی عقیدہ ہے۔ اور عیسائیوں کی بائبل کا عقیدہ ہے بلکہ صحیح قرآنی مضمون یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کے ذہن و قلب سے ان کے غلط خیالات کو نکال دیا تھا۔

۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبلغ، پیات، دروں، ٹائی، ٹاکرے۔

مندرجہ بالا چند عقائد جن کی یہ شخص تبلیغ و شروعت کر رہا ہے بطور نمونے کے ہیں۔ جب کہ اور سب شجر عقائد و نظریات و قرآن میں تحریرات کی مثالیں اس کی ریڈیو (Videns) میں لکھی اور سنی جاسکتی ہیں۔

حضرت و ان آج جب کہ نو بتوں میں گمراہی کی دہلیز میں تقریباً اٹھ سو سال پہلے چلی ہے اور ہمارا پرہیزگار کھانہ خدہ جو نہ صرف حکومت کرتا ہے بلکہ اس گمراہی اور اسی طبقہ کے لوگ "فوج" یہودی کہیں اور سوں سروں میں جاتے ہیں اور اس ملک اور اس قوم پر حکمرانی کرتے ہیں وہ آج ان قوتوں کے جو شعور مند آدمی کا وہ یا انھوں میں اسلامی ممالک اور خاص طور پر پاکستان میں عہد چاہتے ہیں کے خاص نشان ہیں اور یہ لوگ یہ حقے مسلمانوں کو آپس میں دست و گریب کر کے علماء کرام کو ایک دوسرے کی توپوں کے دھانوں کے سامنے کھڑا کر کے "مروعی خنکافات کو موارے کر مختلف جمعی ناموں

صحت و مرض... دو نعمتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي جعلنا من نعمته ما نعيشه

معص وکالت معمولی سادہ القہ بھی تہی کے لیے بڑا عبرت آموز ثابت ہوا ہے۔ راقم الحروف کی سستی یا مصروفیت کی وجہ سے منہات کی تیاری میں ہمیشہ تاخیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ زینقہ کا پرچہ زینقہ کی ابتدائی تاریخوں میں پہنچا جاسکے میں سے اپنے رفقاء سے کہا کہ دو انچ کا پرچہ بھی اس کے ساتھ ہی ہفتہ عشرہ میں تیار کر دیا جائے۔ اور اس وقت تک دوسری مصروفیات موقوف رکھی جائیں۔ تاکہ تاخیر کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ یہ پہلا زینقہ حضرات کا قصہ ہے ۳۰ زینقہ دیکھو کہ غسل کرتے ہوئے مجھے دھنیں کھل کے پیچھے حقیقت سے ورد اور معمولی سی کلفتی کا احساس ہوا جیسے کہ چوٹی سے لگا ہوا اور دور تک بھی اس کا خیال نہیں تھا کہ یہ کسی ہتلا کی کھٹی اور کسی شدید مرض کا پیش خیمہ ہے جو پڑھنے کے بعد حسب معمول کھانا کھایا اور دراما آرام کیا قلیل عرصہ میں حرارت ہی محسوس ہوئی اور بدن میں سسل کی سی کیفیت پیدا ہوتی تھی چاہا کہ تن مجلس دگر میں شرکت نہ کروں لیکن اس طبیعت کے کی پردہ نہیں کی۔ وضو سے فارغ ہو کر حسب معمول مجلس دگر میں شرکت کے لیے مدرسہ چلا گیا وہاں سے قلیل مغرب مسجد ”الاحوال“ پہنچا (جو کے دن مغرب کے بعد وہاں قرآن مجید کے درس کا معمول ہے) درس سے فارغ ہو کر گھڑی تک نہیں پہنچا

تھا کہ شدید کچکی شروع ہو گئی۔ گاڑی کے پیٹھے بندہ کرواتے اور مشکل سے گھر پہنچا۔ کچکی کے ساتھ کڑکے کا بخار شروع ہوا کان کے نیچے جہاں درد کا احساس ہوا تھا وہاں درد بڑھنے لگا یہاں تک کہ دو تین دن میں درد سے ساری گزریں اتر گئی کلاں پر بڑے بڑے چھالے پڑ گئے اور اس سے پانی رستے لگاں میں ایسی دہریں سا رشتہ اور صحن تھی کہ کسی سوت یا بنا مشکل ہو گا، اور ہر بخار ایک سو چار پانچ کے درمیان رہا۔ ایسا لگتا تھا گویا تھور میں جل رہا ہوں کرب و بے چینی کی ایسی کیفیت رہی کہ بس لطف ہی چھ گیا۔ ڈاکٹر صاحبان بخار امارے کے لئے دو آئیں دیتے۔ ان سے تابعدار کیا کہ دن رات میں میں چار مرتبہ پھینکے ہوئے کپڑے تبدیل کیے جاتے مگر بخار کی شدت میں کمی نہ آتی مسلسل کئی راتیں ایسی گزریں کہ آنکھ نہ لگ سکی جس طرح پندروں صاحب فرما رہا اور بیماری کی وجہ سے بدن کی تمام قوتیں ساقط ہو گئیں۔ حق تعالیٰ شہد کا لاکھ شکر ہے کہ اس مالک نے اپنے لطف و احسان سے حیات نو بخشی اور صحت و شفا فرمائی

بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے، اس قسم کے حادثات انسان کے لیے درد حیات ہیں، نہ اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کا تذکرہ یا جاننے اور نہ ان کے سبب باطن تلاش کرنے یا ان سے تعلق اخذ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن یہ ناگوارہ اس معمول حادثہ سے جس طرح جہلی اعتبار سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوا، اس طرح وہیں و فکر نے بھی اس سے غیر معمولی تاثر لیا اس لیے جی چاہا کہ آج کی صحبت میں اسی سلسلہ کے چند تاثرات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔

اگرچہ صحت حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، چنانچہ حدیث شریفہ میں ہے:

بَعْدَ مَعْرِفَةِ الْفَقْرِ كَرَمٌ مِمَّا لَا يَحْصَى

(رواہ بخاری جس بن مبارک متحدہ ص ۹۸)

ترجمہ :-

توفیق الہی ایک لمحہ کے لئے بھی س سے، سکش ہو جائے تو یہ ایک قدم بھی
 آگے نہیں چل سکتا۔ جس طرح کسی کارخانے کی پوری مشینری ہتی رو کے بغیر
 معطل رہتی ہے۔ اسی طرح انسان کی ساری صلاحیتیں توفیق و لطف الہی کے بغیر
 معطل اور بیہ کار بنتی ہیں۔

پھر انسان کا وجود اور اس کی جسمانی و روحانی تمام صلاحیتیں اور توفیق ہر آن
 حق تعالیٰ کی حفاظت و نگرانی کی محتاج ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے ہی حفاظت اس سے اٹھ
 میں تو نہ اس کا وجود ہتی رو سکتا ہے نہ یہ اپنی کسی صداقت کی حفاظت کر سکتا ہے۔
 اس کے ضعف و مجز کا یہ عالم ہے کہ یہ نہی ہی جو نئی فود کسی گہرے پٹنگے سے بھی
 پنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں ہے

من من بکدکم۔ میں ! لہذا میں نہ جس۔

(نساء ۴۴)

ترجمہ: ”تو کہ کون گمانی کرتا ہے، تمہاری رت میں اور ر میں

ر خون سے۔“

ترجمہ حضرت شیخ الحداد

الغرض آدمی اپنی رات میں بچ در بچ اور کھن توڑا خاک ہے اس کے پاس جو
 کچھ ہے مالک کا عطیہ ہے۔ جس طرح اپنے وجود میں محتاج ہے، اسی طرح پنی بقا و
 حفاظت اور اپنے ظاہری و باطنی قوی کے استعمال میں بھی مرہا احتیاج ہے۔ آدمی کے
 تمام اوصاف ماری ہیں کہ ایک وقت میں ہوتے ہیں اور دوسرے وقت میں نہیں
 ہوتے، لیکن مجز و ممانگی اور ضعف و بے چارگی اس کا ایسا وصف لازم ہے جو ایک
 مو کے لئے بھی اس سے جد نہیں ہوتا۔ یہ مصمون گرچ ہر مسلمان کے
 عقیدے میں داخل ہے، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اکثر و بیشتر اس کا استعمار نہیں رہتا۔

بیماری میں انسان پر اپنے ضعف و عجز اور رہنمائی کی حقیقت منکشف ہوتی ہے چنانچہ اس ناکارہ کو سب سے پہلے تو اس مرض سے جڑی کے ضعف اور سہلی کمزوری اور لچاری و بے بسی کا شدت سے احساس ہوتا۔ جڑی کو اپنی قوت و طاقت اپنی سیاق و صلاحیت اور اپنی ہر سہلی و ہمدانی پر بڑا اعتماد ہے اور وہ اپنی زندگی کی تنگ و دو اور اس کے آثار و نتائج بڑے درجے سے اپنی طرف منسوب کرنے کا عادی ہے اگر اس کے وجود سے کوئی اچھا کارنامہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو وہ اپنی غاواں و حام نگری کی وجہ سے محب و پندہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ حماقت کی اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ اپنے تئیں تقدیر کا خالق سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے ضعف و کمزوری کا یہ عالم ہے کہ ایک پیوٹی جو اللہ تعالیٰ کے مقصود میں کمزوری کی شکوے ہے اسے سستہ و غیر کردنے کے لئے کافی ہے۔ اور ایک مجھڑ جو اپنی کمزوری میں صریح اشل ہے اس کے کمزوری و عجز کا علاج کرے کے لئے مانت ہے۔

و حقیقۃً الانسان ضعيف۔

جڑی اکثر یہ بھول جاتا ہے کہ اس کی قوت و طاقت اور بوقت و صلاحیت اس کی حادہ زو نہیں بلکہ بغیر کسی شتقاق کے مالک کا عطیہ ہے وہ جس طرح عطا کرنے پر قادر ہے اسی طرح اسے سب بھی کر سکتا ہے۔ پھر انسان کی قوتوں اور صلاحیتوں کا استعمال بھی حق تعالیٰ شانہ کے طبع و توفیق پر موقوف ہے۔ اس سے وجود سے جو عمل فیہ صادر ہوتے ہیں۔ یہ اس کا اپنا کمال نہیں بلکہ محض کریم آقا کے فضل و احسان اور لطف و کرم کا اثر ہے۔

کار رفق تست مقلد الفئان لا عاشق

مصنوع راقتے پر آہوئے جیس بست اند

خمس انسان میں بتیرے بے انصاف اور ناپاس ہیں جو تنے سے شمار احسانات رکھے کر
 بھی نعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے۔ اس بیماری میں اس حقیقت کا بھی شدت سے
 احساس ہو اگر دم و گ اوائے شکر میں کتنے مصطفیٰ ہیں۔ حق تعالیٰ شامہ کی کسی ایک
 نوب کا شکر بھی ہم سے ممکن نہیں۔ یہی ایک عافیت کی نعمت ہے جس کی وسعت کا
 حوالہ کرنے سے ہم قاصر ہیں اور اس کی سیکڑوں انواع و اقسام میں بیشتر وہ ہیں جن کی
 طرف بھی التفات بھی نہیں ہونا اور نہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ان پر بھی شکر واجب
 ہے۔ یہی طریقت برکت اور ہر لمحہ انسان حق تعالیٰ شانہ کی بے شمار نعمتوں میں غرق ہے
 بہت سے اعلاعات ہنہ پر آدمی کی نظر جاتی ہے اور ان پر جیسا ایک شکر بھی کریتا ہے۔
 اس، کھوں سرد زور نصیب انسان کے حیطہ اور اک ہی سے یا ہر ہیں۔ یہ مسکین انسان پر
 یا شکر کرے گا انسانی وجود کی مشینری کا ایک ایک پر وہ کیا اس لائق نہیں کہ اس پر
 مستقل شکر یا جائے؟ مگر ہم میں سے کون ہے جس کو کسی ایک عصوں سہمتی و
 عافیت پر بھی دائمی شکر کی تربیت آتی ہو۔ اس سے جہان بھر میں (ملکہ دونوں جہاں میں)
 جیسی ہوئی سے شمار مستوی کو قیس کہا جاسکتا ہے۔

دل کی بہت رات کے وقت مرض کی شدت و تکلیف میں عموماً اضافہ ہو جاتا
 ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ دن کی چل چل میں مریض کی توجہ دوسری چیزوں میں
 لگ رہتی ہے اور مرض کی طرف التفات کم ہو جاتا ہے لیکن رات کی تاریکی و تنہائی
 میں سانسے کا عالم ہوتا ہے اور مریض کی تمام توجہ سمٹ کر مرض اور تکلیف پر مرکوز
 ہو جاتی ہے۔ اس لئے تکلیف کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ
 رات راحت و آرام کا وقت ہے۔ اس کے طبیعت رات کے وقت راحت و آرام کا
 تقاضا کرتی ہے اور بیماری اس سے مانع آتی ہے۔ اس زحام سے تکلیف دو چند ہو جاتی
 ہے۔ مثلاً ایک شخص سندرست ہے اسے کوئی تکلیف نہیں وہ سنا چاہتا ہے لیکن

اس بیماری میں جو پندرہ روزہ "خلوت" نصیب ہوئی۔ الحمد للہ اس میں اس حقیقت کا خوب خوب استحضار ہوا۔

ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی صلاح عارفی نور اللہ مرتدہ اللہ قریب کرتے تھے کہ اپنے اعمال کو اپنی طرف منسوب کرو گے تو ٹھو کریں کھاؤ گے، اگر ان میں اچھائی نظر آئے گی تو عجب دھوپ بندی کے مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اگر ان میں نقائص نظر آئیں گے تو یاس و ناامیدی کا شکار ہو کر صحت ہار بیٹھو گے کہ ہم سے ٹھیک طرح بن نہیں پڑتا۔ کہتے تھے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرو، ان کا عطیہ ہو، ان کا فضل و احسان سمجھو۔ اس سے نہ خود ستائی پیدا ہو گی اور نہ مایوسی، کسی کمال پر نظر چنے گی تو نور آشکر کرو گے اللہ یک حمد، یک ست کہ آپ نے گریں قدر عطیہ عنایت فرمایا اور اگر اپنے عمل میں نقص نظر آئے گا تب بھی اسے مالک کا عطیہ سمجھ کر اس کی قدر کرو گے۔

چاہو دے اگر اس ہم نہ پورے

قرآن کریم میں ارشاد ہے ۔

"وَرَبُّكَ مَنَّ اللَّهُ لَكَ لِيَصِحُّوا" لا ب صوم

کفارہ" (المائدہ ۳۳)

ترجمہ: "پھر اگر تم کو اصل اللہ کے نہ پورے کر مکو چنگ آدی بڑا

بے انصاف ہے، ہاشکرا۔"

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں "یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بے شمار ہوں کہ غیر متانت ہیں۔ کہ اگر تم سب مل کر لہجہ ہی گفتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ" اور دوسرے فقرہ کی شرح میں لکھتے ہیں "یعنی

اسے کسی جگہ اور کسی حالت میں وحشت نہیں، محرم نے مخلوق سے دل لگایا اور اسی کے ساتھ مالوس ہوئے۔ اگر مخلوق سے وحشت ہوتی اور حق تعالیٰ شانہ کی یاد سوس و منہار ہوتی تو قبر کی وحشت کا اندیشہ نہ ہوتا۔ بہر حال مریض کے لئے رات کی وحشت بڑی عبرت کی چیز ہے، جو قبر کی وحشت کو یاد دلاتی ہے۔

مرض، موت کی دہلیز ہے۔ مریض دبا، کھرائی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کو ایک معمولی جھٹکا بھی موت کی آغوش میں پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ ہمارے یہاں مایوسی کی حالت کو "موت و حیات کی کشمکش" کہتے کا قاعدہ موعودہ ایچ ہے۔ حالانکہ موت و حیات میں کبھی کشمکش نہیں ہوتی۔ موت ایسے مقررہ اقب پر "کر زندگی کا بعد خاتمہ" کر دیتی ہے۔ اللہ اس کو امید و بیم اور خوف و رجائ کشمکش کہنا چاہئے۔ یہ چین بھی بڑی قوت کے ساتھ مسلط رہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مرض کی شدت میں درمیا اضافہ کر دیں تو یہ بیماری جلد یواختاریت ہو سکتی ہے۔ موت کے بعد میرے گرد و پیش کی یہ چیزیں یہ دوست، احباب یہ عزیز و اقارب یہ بیوی بچے اور یہ سارا پھینکا ہو جہاں میرے کس کام کا ہے؟ میرے لئے یہ "خرت اور صرغ" خرت ہے اور وہ اعمال ہیں جو صرف "خرت" کے لئے کئے گئے ہوں۔ یہاں اور وہ ہمارے دھندے جو صرف دنیا کے لئے کئے جاتے ہیں محض ہو اور باطل ہیں "ان میں مشغول ہو رہے خرت کو بھوں چانا کتنی بڑی نادانی اور حماقت ہے۔ افسوس کہ ہم میں سے اکثر لوگ جیتے جی کسی حماقت میں مبتلا رہتے ہیں۔

اسلام بڑا دودھ فروش ہے، قرآن کریم میں بھی اس کی زبرد قراوش کی شکایت

کی گئی ہے :

کوئی شخص سے سونے نہیں دیتا اور مسلسل کئی راتیں اسی طرح گزر جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ شخص بیمار نہیں، کسی دکھ درد میں مبتلا نہیں۔ لیکن راحت و آرام سے محرومی ہی اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ اب اگر دکھ درد و تکلیف کے ساتھ راحت و آرام سے محرومی کا عذاب بھی جمع ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے مریض کی تکلیف میں مزید اضافہ ہو گا۔ الغرض مریض کو رات کی تہ کا تصور ہی بے چین کئے دیتا ہے کہ یہ اللہ! رات کیسے گزرے گی؟

مجھے رات کے سنانے میں جس چیز کا سب سے زیادہ احساس ہوتا اور جو میرے ضعف و نہایت لرزہ و کرب و بے چینی میں مزید اضافہ کا سبب بنتی وہ یہ تھی کہ یہ پناہی ماؤس مکان ہے جس میں برسوں سے رہتے آئے ہیں، وہی ماؤس بستر ہے جس پر ہمیشہ آرام کرتے ہیں، علاج کے لئے معالج موجود ہے، تھکاوٹ موجود ہیں، دو تیس موجود ہیں، غذاؤں موجود ہیں، خدمت کے لئے آدمی موجود ہیں، صرف رات کا سناٹا اور اس کی تاریکی و تنہائی مرض کی شدت میں اضافہ کر رہی ہے۔ قبر کے ستارے اور اس کی تاریکی و تنہائی میں وحشت و بے قراری کا کیا عالم ہو گا جب کہ وہ جہان بھی غیر ماؤس سے دور مکان بھی، خاک کے اس بستر پر بھی اس سے پہلے کبھی لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ وہاں نہ کوئی بیمار اور اور پرسلن حل ہو گا نہ ماؤس و غم خواہ رات کی تاریکی و تنہائی اس قدر بے چین کئے دیتی ہے تو بند قبر کی تنہائی و تاریکی اور وہاں کی وحشت کیسے برداشت ہوگی اور (محلہ اللہ ثم محاذ اللہ) وہاں کوئی تکلیف ہوئی تو اس کا کیا دوا ہو گا؟

تمہاری بے چینی کے ساتھ بار بار اندھ آس و حسی مردہ کی لڑائی و ان دعا رہیں پرستی تھی۔ اسی کے ساتھ بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس بھی ابھرتا کہ قبر میں کلمہ دینے والی چیز تو اس مع اللہ ہے جس شخص کو اس مع اللہ کی دوست حاصل ہو

اور اس لئے تعالیٰ کو خوب پکارتے تھے، "میں نے جتنے تھے، اللہ تعالیٰ سے عہد مانگتے تھے" اور اپنی روش پر سے سکے وعدے کرتے تھے۔ لیکن جی تکلیف اور ہونی سب وعدے وعید ہوں گئے اور زندگی کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

راقم الحروف محسوس کرتا ہے کہ مرض کے دوران "الحق" ثابت ہو گیا اور "حرث" کے استغفار کی جو کیفیت تھی اور جس کی مدت ہے اس کا دماغ اسی حد تک کام میں، صحت کے بعد وہ یقیناً نہیں رہی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وصل سے بعد حقائق اور صورتوں کے بعد جیسے میں ڈال دیا تھا۔ اس پر رنج و صدمہ ہوتا ہے۔ میں یہ "یک گونہ غفلت" بھی حق تعالیٰ شانہ کی بڑی نعمت ہے، یہ "یک گونہ" استغفار ہم ضعیف، کم عقل سے باہر سے دور۔ زندگی کے مشاغل میں طے واقع ہو جاتا ہے۔ ایسی غفلت کہ آدمی اپنی حالت کو بالکل جھوٹا سمجھتا ہے۔ اور صحت و علالت سے محسوس کے بعد شکر کے بجائے نفراں نعمت کا راستہ اختیار کر کے اور اپنی سابقہ غریبیتوں میں پھر مشغول ہو جاتے، یہ حالت مذموم ہے۔ جس کی شکایت قرآن حکیم میں بھی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ "غفلت" کو دور فرما میں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خبر پہنچی کہ اس نے اس حدیث کا نقل ہو گیا ہے۔ بعد میں اطلاع ملی کہ وہ خبر غلط تھی وہ ماشاء اللہ زندہ سلامت ہیں۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو خط لکھا کہ "مگرچہ اپنی جہ غلط تھی، تاہم تم کو یہی سمجھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ شانہ سے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ بھیج دیا ہے تاکہ تم پہلی زندگی کی غلطی نہ کر سکو۔ اس لئے تم کو لازم ہے کہ حیات ہوئے ایک ایک لمحہ و قیمت سمجھو اور اسے نصیحت میں صانع نہ کرو۔"

اسی طرح شدید مرض سے صحت کے بعد آدمی کو یہی سمجھنا چاہیے کہ میں تو مر گیا تھا مگر حق تعالیٰ شانہ نے مجھ کو اپنے فضل و علالت سے مجھے حیات نو دیا ہے اور

و۔ مہر لایا۔ تہ۔ را۔ جسہ۔ او۔ ہ۔
 د۔ ہ۔ کہ۔ عہ۔ ہ۔ ہ۔ کہ۔ ہ۔ ہ۔
 حہ۔ ہ۔ کہ۔ ہ۔ ہ۔ ہ۔ ہ۔ ہ۔ ہ۔

(۲۰۸)

ترجمہ : اور جب پہلے میں کو تکلیف پہنچا، ہم کو پہنچا، میں
 ہو یا کھر ہوا چمک رہا تھا، میں نے اس سے وہ تکلیف چلا جائے
 گویا کسی نہ پکارا تھا ہم کو تکلیف پہنچنے پر، یہی طعن پیدا ہے۔
 ہاں لوگوں کو جواب دہ کر رہے ہیں۔
 (ترجمہ حضرت شیخ الحداد)

شیخ الحداد مولانا شبیر احمد عثمانی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں
 "یعنی اس میں سب دیکھتے ہیں خود خدا سب طعن کرتا ہے اور
 یہی اپنی رہی ہے مانتا ہے مگر کہو، اور پورا اٹا ہے کہ جس اور
 تکلیف پہنچی گھر اگر ہمیں پکارنا شروع کر دیا۔ جب تک مصیبت رہی
 کھڑے بیٹھے، یعنی ہر حالت میں خدا کو پکارا رہا۔ پھر جس تکلیف
 پہنچی گئی سب کہاں گئے گویا خدا سے کوئی واسطہ نہ تھا وہی
 غور و فطرت کا نشانہ وہی انہوں نے رو گئی جس میں پہلے جگہ تھا۔"

حدیث میں ہے کہ "خدا خدا کو اپنے پیش و آہرام میں یاد رکھا، خدا تجھ کو تیری
 حتی مصیبت میں یاد رکھے گا" اس میں دلالت یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے، غنی
 مہر اور فراہمی پر خدا کا شکر کرنا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے
 کسی کو نہیں ملتی۔

ہم میں سے اکثر لوگوں کو یہ صورت پیش آتی ہوگی کہ سختی اور بیماری کے

شامتِ اعمال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

حق تعالیٰ شائد سے انسان کی سعادت و شقاوت کو اس کے اعمال سے وابستہ فرمایا ہے، ہر عمل پر اس کے مناسب رد عمل کا تصور ہوتا ہے۔ بندوں کے جس قسم کے اعمال تہمل پر اس میں ہے اسی کے مناسب ان کے حق میں تہمل سے فیصلے صادر ہوں گے۔ اعمال خیر پر حق کے فیصلے انہیں کے 'لور اعمال شر پر دوسری نوعیت کے فیصلے ہوں گے۔ امرادی عمل پر افراد کے بارے میں مخصوص فیصلے ہوں گے۔ اور جتنا ہی عمل پر مجموعی طور پر قوم یا طبقہ کے بارے میں فیصلے ہوں گے۔

اعمال کے ثمرات و نتائج یا میں بھی رونما ہوتے ہیں 'لور آخرت میں بھی ہوں گے۔ اچھے اعمال پر جس طرح اخروی سعادت مرتب ہوتی ہے اسی طرح دیا میں سعادت و کامرانی نصیب ہوتی ہے 'لور گدے اعمال پر آخرت کی شقاوت و خسران کے ساتھ ساتھ دیا میں بھی عذاب کی شکنیں نمودار ہوتی ہیں۔ نیک و بد اعمال کے بارے میں نتائج کا تصور تو آخرت میں ہوگا کیونکہ کامل جزا و سزا کے لئے قیامت کا در تجویز فرمایا گیا ہے۔ لیکن بطور نمونہ کچھ نتائج یا کم سے کم فن نتائج کی جگہ سی بھٹک دیا میں بھی رونما ہوتی ہے تاکہ معتمد تیسرا بار پر نہ رہے بلکہ کچھ تھوڑا سا عقد بھی دے دیا جائے۔

دیا جس دو بارہ بھیج دیا۔ اور ان محلات رسوں کو ریادہ سے ریادہ قیسی بٹانے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

۱۔ دیکھو کہ جس طرح یہ رسوں کی قیسی بٹانے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔
 ۲۔ دیکھو کہ جس طرح یہ رسوں کی قیسی بٹانے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔
 ۳۔ دیکھو کہ جس طرح یہ رسوں کی قیسی بٹانے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

۴۔ دیکھو کہ جس طرح یہ رسوں کی قیسی بٹانے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

ہمارے طرز زندگی سے ایسا لگتا ہے کہ "خیرت ہی جزو" کا ہمارے دینی عمل سے کوئی ربط و تعلق نہیں۔ "خیرت کا معنی" اس دنیا سے غم نہ رہنا ہے۔ ہم نہ ایسے ہی عمل کرتے رہیں ہم سے کوئی ہمارے نہیں ہوگی۔ ہمہ تن غم و غم ہیں "خیرت" کا یہاں سے کہ "خیرت" کی یہ کیفیت ہماری کئی حقیقت سے "حدیث شریف" میں ارشاد ہے

مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ بِمَا فِي بَيْتِهِ وَبِمَا فِي حَقْدِهِ وَبِمَا فِي كَبَدِهِ

وَمَنْ مَاتَ مِنْكُمْ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ بِمَا فِي بَيْتِهِ وَبِمَا فِي حَقْدِهِ وَبِمَا فِي كَبَدِهِ

ترجمہ: "مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ بِمَا فِي بَيْتِهِ وَبِمَا فِي حَقْدِهِ وَبِمَا فِي كَبَدِهِ"

ترجمہ: جو شخص آپ سے مرے گا اور اس کو اپنے گھر، اپنے دشمن اور اپنے غم کی خبر نہ ہوگی۔

یہ اور بات ہے کہ ہمارے عمل سے کوئی ہمارے نہیں ہوگی۔

مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ بِمَا فِي بَيْتِهِ وَبِمَا فِي حَقْدِهِ وَبِمَا فِي كَبَدِهِ

پہ "خیرت" میں "خیرت"۔

ہم میں اب دو غلطیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ایک ہے ہم اصلاح اعمال کی فکر سے بے نیاز ہیں۔ دوسرا ہے اصلاح اعمال کی فکر سے اور یہ اصلاح "خیرت" کے لئے۔

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ سے ان ہی دو غلطیوں کی اصلاح کے لئے رسالہ "خیرت الامل" تالیف فرمایا تھا۔ اس کی تمہید میں فرماتے ہیں

"یہ پہلی کتاب ہے جو دنیا میں عبادت میں غم و غم سے

ہے کہ اس وقت میں جو حالت ہم لوگوں کی ہے کہ طاعت میں غم و

غفلت اور محنت میں سہولت و جرات و کلام ہے، حقیقت میں عبادت

ہمارے یہاں جزا و سزا کے تصور میں دو غلط فہمیاں مست عام ہو گئی ہیں۔ قریباً سب ہی عوام و خواص آتشا بد - ان میں جگہ نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ جسے برے اعمال کے سزا قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ اسی وقت جزا و سزا بھی ہوگی۔ دوسری اس دنیوی زندگی کو نیک و بد اعمال کی جزا و سزا سے کوئی تعلق نہیں۔ سب زندگی میں نیک و بد اعمال پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ یہاں کسی کو اپنے کئے کی جزا و سزا ملتی ہے۔

دوم یہ کہ آخرت کی جزا و سزا پر اگرچہ ایمان ہے لیکن جو بہشت کے عذاب و تسلط، عشت - میزماں کی تاریکی اور بدی مذلت کی عداوت و شیرینی نے آخرت کی جزا و سزا کے تصور کو بہت ہی دھندلا اور مٹھل دیا ہے اس کا استحصاری میں رہنا کہ جو اعمال ہم پہ ناسخ عمل میں درج کر رہے ہیں قیامت کے دن ان کے ایک ایک درہ کا حساب بھی دینا ہو گا۔

فصل دوم در بیان جزا و سزا

مفسر قرآن طبرانی رحمہ اللہ (۱)

ترجمہ: سو جو شخص (ایمان میں) ڈر اور برائیگی سے گاردا (ہو) اس

کو دیکھو کہ اس کا اور نہ شخص درہ برابر دینے کا دواں کو کیے

لے گا۔ (۲)

اور جس گناہوں کا کلمہ ہم میں لا رہے ہیں کل اسے جو اپنی جگہاں کمرہ اٹھاتا ہو گا

وہ نہ جہنم میں نہ جہنم میں نہ جہنم میں نہ جہنم میں

(۳)

ترجمہ: در حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ بے بار اپنی عمر دے

ہوں تہ خوب میں ہو کہ بری ہوئی رہا جس کو داریں گے۔

(ترجمہ حضرت تھوری)

و لا یصلح لہ ان یشکر ولا ینکح ولا ینکح

مکہ میں

ترجمہ "ہمت تم ایسا ہوا گا کہ "تخصیرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ایسے خطبہ دیا جو سورہ اس میں یہ ہے۔ قرآن سورہ ایمان کی میں اس
 شخص کا جس کے لئے امانت میں سورہ بنی میں اس شخص کا
 جس کو پہلے عہد کا پس میں تہ۔

دوسرے نصوص کے پیش نظریہ حدیث اور اس نوعیت کی دیگر احادیث میں
 میں جس اہل علم کے نزدیک ان میں اصل ایمان کی نفی میں ہند کمال ایمان کی نفی
 مقصود ہے۔ آخر میں ایمان دار معاشرہ حاکم نہیں ہوتا اور نہ خائن معاشرہ اسلامی
 معاشرہ کہلانے کا مستحق ہے۔ یکس ہمارے معاشرے میں امانت و دیانت نام کی کوئی چیز
 وجود نہ کو بھی نہیں ملتی۔ قاتل شاہ اللہ۔ زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس میں حیا و
 بدعتی سرایت نہ کر گئی ہو۔ اور لگی اور وہ یہ سرکاری محکموں میں کون سا ادارہ اور
 کو سا محکمہ ایسا ہے جو اس زندگی سے محفوظ ہو؟ گزشتہ دنوں وفاقی تختہ کا یہاں
 اخبارات میں شائع ہو تھا کہ

"اب تک قومی بچت کے ۱۱ اے میں فروز کے ۷۹ واقعت
 ہو چکے ہیں اور سرمایے سے ایک لاکھ میں زمین کی مٹی رقم میں سرمایہ
 سے راند ہے اور ابھی جن کیسوں کو سنا جاتی ہے اس کی تعداد ایک
 سو سے تجاوز ہے۔"

اور یہ جگہ ترائی ۸ جولائی ۱۹۹۷ء

یہ صرف ایک دورے کے اس واقعہ کے اعداد و شمار ہیں جن کی شکایت وفاقی
 تختہ تک پہنچ سکی ہے اس سے ۱۱ اے معاشرے میں دیانت و امانت کے سفیر کا

و لا یفعل قوم الکبیر والصبر لا یفعل عہد
و لا یفعل قوم عہد لا یفعل عہد
و لا یفعل قوم عہد لا یفعل عہد

و لا یفعل قوم عہد لا یفعل عہد

ترجمہ : جس قوم میں حیات عام ہو جاتی ہے اس سے اس میں
رعہ ہاں دیا جاتا ہے اور جس قوم میں رعہ عام ہو جاتا ہے ان میں
ماتہ کلب سے واقع ہو سکتی ہیں۔ جو قوم تپ تپ سے کسی
کتنی سے اب فاروق بد کردی جاتا ہے جو حق کے صاف پیسے رقی
سے اس میں خوریری عام ہو جاتی ہے اور جو قوم صاف شکی کرتی ہے
ان پر شین کا تسلط ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں پانچ گناہوں کے پانچ بوجھانک نکلیے گئے ہیں جن میں
معاشرہ پوری طرح اس کی پیٹ میں ہے۔

۱۔ غول۔۔۔۔۔

مال عیست میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں اور بھی اس کا اطلاق مطلق حیات پر
بھی آتا ہے جس کے مقابلے میں دیانت داری اور مات کا غلط استعمال ہوتا ہے۔
"امانت" اور "ایمان" قرین ہیں اور حیات ایمان کی ضد ہے۔

حضرت انس بن مالکہ علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں :

حال یہ کہہ رہی ہے :

دوریاں قعرِ دریا چلتے پتھر
بازینگولی کہ دامنِ تکیں ہوشیار باش

مجھ میں نہیں "کہ" وہ نوحہ مسل جس کو صعب مخالف سے احتیاط کی تمام
سولتیں حاصل ہوں اور اس احتیاط کی راہ میں ان پر کوئی پابندی عائد نہ ہو اس سے
یہ توقع کیے کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی عصمت و عصمت کو تہذیبی سے بچانے میں کامیاب
ہو جائے۔ ذرا صبر کرو۔ ملاحظہ ہو۔

ستم پکائے ستم یہ ہے کہ ناصحان قوم کو مسل حدیدی ان مشکلات کا کوئی
احساس نہیں اور نہ سے اس طوفانِ توحہ سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر کبھی زیرِ غور
آتی ہے۔ ملکِ ملت سے قوم جس کی آرزوئے آزادی سے اور جو مسکس خودیادہ حسرت کے
میکسار ہیں "وہ" "آرہوی سوال" کا علم اٹھائے اس صورتِ حال کو مرید سنگین خانے میں
مصروف ہیں۔ چند بڑے گھرانے کی بیگم ان کی آگہ ظہر ہیں اور ناصحان قوم ان
بیگم کے اشارہ چشمہ، اہل پر رقص کرنے کو ہیں سعادت اور صحیح خدمت اسلام
سمجھتے ہیں۔ انصاف فرمائیے کیا یہ کسی اسلامی معشرہ کے خط و خال ہیں؟ اور جو معشرہ
اس طرح "جنسی دیا" کی پیب میں "جائے" میں نہ نئے سرائے کا ظہور ہو کر کثرت
امانت کا وقوع سے صورت حال کا فطرین ہے۔

۳۔ — حدیث کا سیرا فقرہ ہے کہ جو قوم تپ توں میں ہی ترقی ہے وہ رقی
مدش کے صرب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ "تپ توں میں کی" کا مفہوم عام ہے کہ جس
مقدار کی عیس کے لئے جو پیمانہ مقرر ہے اسے پورا نہ کیا جائے اور صاحب حق کا
حق پورا نہ کیا جائے۔ حضرت قدس مفتی محمد شفیع صاحب "معارف القرآن" میں

ایمان کیا جاسکتا ہے۔

”قیاس کن ز گلستان سن بہار مر“

”ج کل احبارت میں اپنی کریشن کمیٹی کے چیر میں نے بڑے دھواں دار بیانات حدت میں ”رہے ہیں۔ خدا کرے یہ کمیٹی ”ورتحال“ اصلاح میں کسی حد تک کامیاب ہو جائے اور دیگر بہت سی کمیٹیوں اور اداروں ”شرح یہ خود ہی کریشن کا شکار نہ ہو جائے

اسی بڑی ہوئی حساب و بروائی کا نتیجہ ہے کہ امن و امان مفقود ہے ہر شخص پر خوف و ہراس کی کیفیت طاری ہے اس بد مٹی سے نہ گھر محفوظ ہے نہ سڑکیں نہ بازار نہ دفاتر نہ کالج نہ صنعت نہ برائے ”مساجد“ اور ”مذہب“ اور جموع۔

اس بد مٹی و حیانت کی فردائی کا اصل سبب یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی عہدہ و منصب کے لئے انتخاب کرتے ہوئے اس کی تعلیم ”تہ اور ڈگری“ کو (پھر پھر اشارش و رشوت) کو معیار بننا جاتا ہے۔ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ اس شخص کے دیں و دہانت اور ایمان و امانت کا معیار کیا ہے؟

۳۔ حدیث ”اور مراقرہ یہ ہے کہ جس قوم میں زنا عام ہو جاتا ہے اس میں موت بہ کثرت واقع ہوتی ہیں۔ زنا کے عام ہو جانے میں اس کے اسباب کو بڑا دخل ہے ہمارے معاشرے میں زنا کے اسباب اس قدر عام ہیں کہ پچھلے زمانوں میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ عورتوں کی بے تحاشی و عریانی ”لوگوں“ ”لڑکیوں کی ٹکڑے“ تعلیم مرو و زن کا بے حیانت خستہ ”ہر شعبہ زندگی میں مرد و عورت کے دو شہ بدارش چنے اور چدنے کا جنون“ ”موہاں“ ”فحش اور فحش“ ”بیچاں“ ”تکیر“ ”گالنے اور نغنے۔۔۔

العرض اسباب زنا کا ایک طوفان ہے جس میں قوم گلے گلے تک زہاب رہی ہے اور اس طوفان کی قوت و شدت روز افزوں ہے۔ اس طوفان کو دیکھ کر تو ہون ”مل مرہاں

مزدور مزد مے جتنے وقت کی خدمت کا معاوضہ دیا ہے اس میں سے وقت پرانا اور کتنا بھی اس میں داخل ہے۔ وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معنوں سے اس میں سستی کرنا بھی تعلیم ہے، اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہل علم میں بھی عقلیت پائی جاتی ہے اپنی مہارت سے فرائض میں کمی کر کے کوئی کام نہیں سمجھتا۔ ع۔ ع۔ ع۔

(علاقہ القرآن۔ ج ۸ ص ۶۳-۶۴)

”ناپ لوس میں کمی“ اور حقوق ادا کرنے کے دینے والے مقرر ہیں ان کو پورا کرنے کی یاد دہانی بھی ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت مفتی صاحبؒ سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ہزاروں میں کوئی ایک ہو گا جو مقررہ پیمانے کو پورا نہ کرے گا مریض۔ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی سرائینی رزق کی بندش بھی عام ہو رہی ہے۔ رزق کی بندش کی بھی بہت سی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ رزق کا قحط ہو جائے۔ ایک صورت یہ ہے کہ چیزوں کی فراوانی اور بہتات ہو۔ مگر صارفین کی قوت خرید میں کمی واقع ہو جائے۔ ایک صورت یہ ہے کہ رزق سے برکت ٹھو جائے اور (ظلمات اللہ) ہر شخص کو قلت وسائل کی شکایت ہو۔

مور فرمائیے تو ہمارے یہاں ”بندش رزق“ کی بہ ساری صورتیں پائی جاتی ہیں اور رزق کے معاملے میں معاشرے کی اکثریت حیران و پریشان ہے۔ یہ دور گارق عام رہی ہے اور اسکے نتیجے میں جو جوان نسل مملی جدید کی تہذیب بن رہی ہے۔ معمولی سی بات پر لڑائی جھگڑا، قتل و قتل اور قومی مذہب کی توڑ پھوڑ گویا روزمرہ کا معمول بن رہا ہے۔ کوئی دن ایسا نہ ہو گا جو اس نوعیت کے ناخوشگوار واقعات سے خالی

"قرآن و حدیث میں شپ توں میں کمی کرنے کو حرام قرار دیا
 ہے کیونکہ عام طور سے مسلمان کایں دین اسکی دو طریقوں سے
 ہوتا ہے اسکی نئے درمیان یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقہ ر کائن اور ہو گیا
 نہیں، میں یہ معلوم ہے کہ مقصود اس سے ہے ایک حقہ ر کائن
 پر اچھا دانت ہے اس میں کمی کرنا حرام ہے تو معلوم ہو کہ یہ
 صرف شپ توں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مرد و چہ جس سے کسی
 کائن پر کرنا یا نہ کرنا پچھنا ہے اس کا بھی حکم ہے حرام شپ
 توں سے ہو یا عدا شکاری سے یا کسی اور طریقہ سے ہے ایک میں
 حقہ ر کے حق سے نہ کرنا بلکہ تعلیم حرام ہے۔"

مطابق امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے ایک
 شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے رکوع بعد سے ویرہ پڑھنے لگا۔
 حدیث حدیث میں "قرآن و حدیث میں تو اس کو فرمایا

یہ ضعف یعنی تو نے اللہ کے حق میں تعلیم برائی فاروق
 اعظم کے پس توں کا نقل کر کے حضرت امام مالک سے فرمایا
 کہ یہ وہ ہے، ضعف یعنی پورا حق دینا یا نہ کرنا ہر چیز میں
 سے یہی ہے کہ نماز وضو طہارت میں بھی اور کسی طہرت
 و سرے حقوق اللہ اور عبادات میں کمی کوتاہی کرنے والے
 تعلیم کرنے کا مجرم ہے اسی طہرت حقوق اللہ میں جو شخص
 مقررہ حق سے نہ کرتا ہے وہ بھی "تعلیم کرنے کا مجرم ہے۔"

حشد کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہے یہ سب حکام کی حق سے جس کا دوسرا نام فقر ہے۔ اس تفصیل سے وہ شہادت مع ہو گئے جو حدیث سے ارشد کے متعلق ظاہری حدیث کے اعتبار سے ہو سکتے ہیں۔

(معارف القرآن جلد ۸، ص ۶۹۵-۶۹۶)

حدیث کا چوتھا فقرہ یہ ہے کہ جو قوم حق کے خلاف فیصلے کرتی ہے اس میں قتل و خوریزی عام ہو جاتی ہے۔ ”حق کے مطابق فیصلہ کرنے کا مطلب ہے ”صحیح قانون کے مطابق صحیح فیصلہ کرنا“ گویا اس کے معنوں میں وہ چیزیں شامل ہیں ایک یہ کہ قانون کے مطابق ہے وٹ فیصلہ کیا جائے جس میں نہ کسی کی روراحت ہو نہ راجع یا سفارش کا فرق ہو۔ دوم یہ کہ جس قانون کے مطابق فیصلہ کیا گیا قانون بھی بجائے حود صحیح اور برحق ہو۔ پس اگر قانون ہی لحاظ ہو، ناقص ہو، ظالمانہ ہو تو اس کے مطابق جو فیصلہ بھی کیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدل و انصاف کا فیہ نہ نہیں ہوگا۔ اور اسے فیصلے کرنے والا ”مباح حق فیصلہ“ کی وعید کا مستحق ہوگا۔ وہ قیامت کے دن عذر نہیں کر سکے گا کہ میں نے یہ قانون کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔ اسی طرح اگر قانون تو صحیح اور برحق ہے مگر فیصلہ کرنے والے نے قانون کے مطابق سب لوٹ اور سب ایک فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ رشوت و سفارش یا قرابت کی وجہ سے ایک فرق کی رعایت کی گئی تو یہ فیصلہ بھی ظالمانہ اور جائز نہ فیصلہ ہوگا۔

بد قسمتی سے ہمارے یہاں ”حق کے مطابق فیصلہ“ کی دو بات مراد۔ مفقود میں قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہمارے یہاں انگریز کا قانون بعض جروی ریسٹ کے ساتھ نافذ ہے اور ہماری عدالتیں اگر اس کو عدالت کہنا صحیح ہے یا کے مطابق فیصلے کرنے کی پابندی میں گویا ہمارے یہاں عدالتوں میں نہ ”بدن اللہ“ کے بجائے

گھر رہتا ہو۔ حضرت مفتی صاحب ”قطع روق“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”حدیث میں جتنے لوگوں کا رہنما قطع کر دینے کا ارشاد ہے اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو روز سے بالکل محروم کر دیا جائے اور یہ صورت بھی قطع روق میں داخل ہے کہ روق سوچا ہوتا ہوئے وہ اس کو کھانا نہ سکے یا استعمال نہ سکے۔ جیسے بہت سی بیماریوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اس زمانے میں بہت عام ہے۔ یہی طرح قحط کی صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اشیاء ضرورت معقولہ ہو جائیں اور۔ بھی ہو سکتی ہے کہ موجود بلکہ شیر ہونے کے باوجود ان کی کڑائی کی بڑھ جائے کہ خرید کی مشکل ہو جائے جیسا کہ تاریخ کل اس کا مشاہدہ اکثر چروں میں ہو رہا ہے اور حدیث میں فقر مسکونہ کا رشتہ ہے اس کے معنی صرف یہی نہیں کہ روپیہ ہیہ اور ضرورت کی اشیاء اس کے پاس نہ رہیں بلکہ فقر کے اصلی معنی محتاجی اور حاجت مندی کے ہیں ہر شخص اپنے دربار اور ضروریات زندگی میں دو سروں کا حق حاکم ہو وہ اتنا ہی فقیر ہے۔ اس زمانے کے حالات پر غور کیا جائے تو اسل اپنے بہن سبب اور نقل و حرکت اور اپنے رادوں کے پور کرنے میں ایسے ایسے قوائیں میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے اس کے لقمہ اور کل تک پر پابند ہیں اپنی ماں سوچا ہوتے ہوئے خریداری میں براہ نہیں کہ جہاں سے چاہے وہ خریدے۔ سڑکیں تراشیں کہ جب نہیں جانا چاہے چاہئے ایسی ایسی پابندیوں میں اپنا جکڑا رہے کہ ہر کام کے لئے دستگرد اور سروں سے لے کر چہرے کی تک کی

انصاف ایسی گراں بخش ہے کہ عریب آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔

چوتھے 'یہ عدالتی نظام ایسا درجہ درجہ ہے کہ دوری کے طالب کا بیارہ عمر بہر ہو جاتا ہے اور وہ قید حیات سے رہائی حاصل کر لیتا ہے۔ مگر عدالت سے انصاف لانے سے قاصر رہتی ہے۔ یہ نہم تر صورت ظل ظلم، ظلم، اور ظلم و ظلم کی ہے۔ جس کی چٹکی میں "انصاف کے نام" پر معاشرہ پس رہا ہے۔ یہی کا نتیجہ ہے کہ قانون کا احترام اٹھ گیا ہے اور قانون کو ہاتھ میں پیسے کا راجھا تیری سے بیٹھ رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں ہڈی، فرستری، ہتھ، و قتل و غارت کے لاوے پھوٹ رہے ہیں۔ یہ وہ صورت حال ہے جس کا نقشہ حدیث شریف میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے کہ "جب کوئی قوم باطل میلے رتی ہے تو اس میں حوری بی عام ہو جاتی ہے۔"

۵۔ حدیث شریف کا پانچواں فقرہ عہد شکنی سے متعلق ہے کہ جب کوئی قوم اپنے کئے ہوئے معاہدوں کا پاس نہیں کرتی۔ بلکہ عہد شکنی کا راجھا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دشمن کو مسلط کر دیتے ہیں۔ اس سے غالباً وہ سرکاری معاہدات مرد ہیں، غیر قوموں کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ عہد شکنی بجائے خود یکساں بدترین جرم ہے لیکن غیر قوموں کے ساتھ کئے گئے معاہدات میں عہد شکنی کرنا اس جرم کو در زیادہ سنگین کر دیتا ہے اور بالآخر یہ عہد شکنی مسلمانوں کی دست و رسائی اور اس پر دشمن کے تسلط کا جب بن جاتی ہے۔ عور ہائے من والک۔

خلاصہ یہ کہ آج ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں وہ ہماری شامت، اعمال کا نتیجہ ہیں اس صورت حال کو نہ تو کانفرنسوں اور جلسوں کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے نہ حکومت کی تبدیلی اس کا حل ہے نہ انتخاب، نہ پارلیمنٹ، ان پریشانیوں کے زوال کی س ایک صورت ہے کہ ہم اپنی بد عملیوں سے توبہ کریں اور اصلاح احوال کے نئے اصلاح اعمال کا راستہ اختیار کریں۔ حق تعالیٰ شائد ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔ ہماری

ہمارے الامکدیر کے مطابق فیصے ہوتے ہیں۔

پور پھر جس قسم کا قانون بھی ملے گا۔ صحیح یا غلط۔ فیصے اس کے مطابق سیں ہونے بلکہ رشوت و سفارش کے مطابق فیصے ہوتے ہیں رشوت و سفارش کا ضولین قانون کی حکمرانی کو بہتر کرنے گیا ہے چنانچہ قانون نظام سے مظلوم کو حق دینے سے قاصر ہے۔ اس کی حیثیت منڈی کے نکال مال کی ہے جو شخص بھی اس کے زیادہ ام لگائے قانون اس کی چاکری کے لئے حاضر ہے۔ کسی دانا کار قور یا نکل صحیح ہے کہ۔

”قانون مڑی کا جال ہے یہ کمزور کو پھاس لیتا ہے اور طاقتور سے توڑ دیتا ہے۔“

ان جو چیزوں کے علاوہ موجود عدالتی نظام اتنا پیچیدہ اور اتنا ہنگامے کے عالم آدمی اس سے دوری کی کوئی توقع نہیں رکھتا۔ بلکہ عدالت کے لفظ ہی سے پتہ مانگتا ہے اور اگر عدالت سے رجوع کرنا ہی پڑے تو حصوں انصاف کے طور و طویل راستے کو اپنی زندگی میں قطع کرے کی سے کوئی توقع نہیں ہوتی۔ دیوانی مقدمات میں زیادہ تر فیصد باپ کے بعد بیٹے کی زندگی میں ہوتا ہے اور یہاں اوقات و دوا کے مقدمہ کا فیصد چوتے کو بتایا جاتا ہے۔ موجودہ مقدمات میں بھی ساہما سال تک جیلوں میں پرے مڑتے رہتے ہیں اور عدالت ایک طویل عرصے کے بعد فیصد کرتی ہے کہ وہ مجرم ہیں یا بے قصور اور نے قصور ہوئے کی صورت میں انہیں عدالت کے دروازے پر انصاف کی بھیک مانگنے کے جرم میں طویل عرصہ جیلوں ہوا کھانی پڑتی ہے۔

الغرض ہمارے موجودہ عدالتی نظام میں لوں جو وہ قانون ال (آلماشاء اللہ) غلط اور ناحق سے جس کے مطابق فیصے کئے جاتے ہیں۔ وہ سرے یہ عدالتی فیصلے اکثر و بیشتر بے نوث نہیں بلکہ رشوت و سفارش یا دوستی و فراست کی بنا پر کئے جاتے ہیں۔

تیسرے انصاف نفع تو کرنا مستلزم بھی مستلزم نہیں ہونا ہمارے ملک میں

کو تابیوں اور غرضوں کو محقق فرمائیں اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی صورت میں جس "حیات طیبہ" کا وعدہ فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وہی لہذا ہی عسی حب حقه سدا

مولانا محمد عسی لا مری بی رحمہ

وعسی نہ رحمہ نہ و با عہ حصہ

(جہانم عزم المرام ص ۵۸)

نہیں ہو تھیں۔

بعض گناہ تو ایسے ہیں جنہیں ہر شخص کبھی "گناہوں سے" دیکھ رہا ہے اور گناہ گار بھی ان کو گناہ ہی سمجھ کر کرتے ہیں۔ لیکن بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف کسی تو اذیت بھی نہیں ہوتی۔ اس نوعیت کے بے شمار گناہوں میں ہم بتانا ہو کہ غضب الہی کے مستحق ہو رہے ہیں۔ یہاں صرف دو گناہوں کو ذکر کرنا ہوں ان میں سے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کر دینا ہے۔ مذہبی شریعت میں ہے

مَنْ حَذَرَ رَعِيَّةَ اللَّهِ عَمَهُ - جَبِيَّ حَسْبِي اللَّهُ
وَسَمِعَ غَاثًا - وَنَاسِيَةً تَقْبِي بِسَلَةِ لَنَا مَرْغِي بِالْمَعْرُوفِ
وَمُجْهِوًا - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً
عَمَهُ - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً

(بخاری ص ۲۸۲)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے ذات کی حس کے قفسہ میں میری جان سے تمہیں نیکی کا حکم کرنا ہو گا اور برائی سے روکنا ہو گا" درودِ فریب سے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے حدب بھیجیں "پھر تم اس سے دعا میں کرو اور تمہاری دعائیں بھی نہ سنی جائیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے :

"لَا تَكُنْ رَعِيَّةَ اللَّهِ عَمَهُ - جَبِيَّ حَسْبِي اللَّهُ

(بخاری ص ۲۸۲)

مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً - مَعْنِيَةً

ترجمہ: لوگ! نہ برائی کو ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کی اصلاح نہ

کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دیکھو پر ایک ایسا دور آئے گا کہ مومن مسلمانوں کی جماعت کے لیے دعا کرے گا مگر اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ تم اپنی ذات کے لیے اور اپنی پیش آمد ضروریات کے لئے دعا کرو تو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، لیکن عام دیکھوں کے حق میں نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے مجھے ناراض کر رکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان پر غضبناک ہوں۔

پاکستان کے حالات ایک عرصہ سے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ پاکستان کے یوم تاسیس ہی تہ مختلفہ پہ چل رہے ہیں لیکن شدید جنرل ضیاء الحق کے بعد ملکی حالت میں جو شدت پیدا ہوئی اور جس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اس کی مثال پہلے کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ ملک میں سیاسی انتشار ہوں یا مذہبی افتراق، مختلفوں اور ڈاکوؤں کی چیرہ دستیال ہوں یا منافقین و مرتدین کا تسلط، قتل و خوب ریزی کے مسلسل واقعات ہوں یا عتذہ گروہی و تحریک کاری کے مظاہر۔ طوقانی یارشوں، سیلابوں سے تباہیوں اور فصلوں کی تباہ کاریوں ہوں یا شیء صرف کی قلت و گرائی یہ سب غضب الہی کی شکلیں ہیں۔

ع — شامت اعلیٰ، بصورتِ نادر گرفت

وطن عزیز کے مجموعی حالات پر نظر کرنے سے جو سب سے پہلا تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس قوم سے ناراض ہیں، اور یہ قوم لہرائی کی بجائی میں پس رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہزاروں مقبولانِ الہی اس قوم کے لئے دستِ بدعا ہیں اور وہ اپنے غلامِ نیم سب سے درجہ دار مجبور الہی سے اس قوم کی صلح و فلاح کی بجائے مانگ رہے ہیں لیکن قوم کا یہ سہرا حرام اس قدر لبریز ہے کہ ان کی دعا میں بھی موثر و کارگر

شدت سے محسوس فرماتے تھے اور بار بار اس کی طرف متوجہ فرماتے رہے۔ حضرت
 ے اپنی وفات سے چھ مہینے پہلے اپریل ۷۷ء میں ہو ادارہ تحریر فرمایا تھا اس کا آیت
 اقتباس یہاں نقل کرنا ہوں :

”اب کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید حق تعالیٰ اس قوم
 سے ناراض ہے اور اس کے غضب کے آثار نمایاں ہوئے گئے ہیں
 اور شدید خطرہ ہے کہ اس کا حشر بھی اس پر پڑا شدہ ملکوں جیسا نہ ہو
 جائے۔ اللہ تعالیٰ پتی بند میں رکھے۔ آمین۔ تحلیات کی ہنگامہ
 کوئی شروع ہوئی حد حد کر کے وہ ہنگامہ ختم ہوا لیکن اس ہنگامہ
 اورائی ے ایک ایسی خطرناک ہنگامہ آرائی کا بیج ڈال دیا کہ نہ معلوم
 اس کی عاقبت کیا ہوگی اور اس مبتدائی خبر یہ ہوگی ؟

اعداء اسلام پاکستان پر نظر جمائے ہوئے ہیں وہ یہاں کہ چلی
 حکومت کے خواہشمند ہیں اگر بالعرض کوئی صداع دینی قیادت ابھری
 نظر آتی ہے تو ہمیں اس کا خطرہ لاحق ہو جا، ہے اور سکھ منہ
 و حاء (تمام کفریک ملت ہے) کے مصداق ہمیں میں اختلافات
 کو ختم کر کے اس کے خلاف سب اعداء اسلام متفق ہو جاتے
 ہیں اور جو بھی غیر دینی قیادت ہو اس کو لیکر کہتے ہیں۔

بہر حال موجودہ صورت حال ایک طرف انتہائی دردناک
 ہے اور شدید صبر ہے کہ ملک میں پدائشی اور سبہ ظہیمانی
 دورہ شروع ہو کر حوں ریوی شروع نہ ہو جائے اور وہ درناک
 دور شروع نہ ہو جائے جس کے تصور سے بھی روکنے کھڑے ہو
 جاتے ہیں۔ وہ سرور طرف اصداء انتہائی ہائوس کن ہے اس

کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر عذابِ عام نازل کر دیں۔

ایسے گروہ و جماعت کے حالات پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ باہم فساد و اجتماعی طور پر جس جرم میں مبتلا نہیں؟۔ ہمارے ذاتی مفادات کو اگر ذرا بھی نہیں لگتی ہے تو ہم سرِ احتجاج بن جاتے ہیں لیکن ہمارے سہ سے احکام ایسے کو کھلے بندوں توڑا جاتا ہے۔ فواحش و بے حیائی کے پھیلنے کی ہر چار گھنٹہ کو ششیں ہو رہی ہیں۔ دین کے قطعی فرائض و شعائر کو مٹایا جا رہا ہے اور ابواء و دعوت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ نیکس ہر صورت حل کی اصلاح کے لئے کوئی کوشش نہیں ہو رہی۔ اس کے نتیجے میں گمراہی عذابِ عام کی پیٹ میں رہے ہوں تو اس میں قصور کس کا ہے؟۔

دوسرا گناہ جس میں ناسیس پاکستان سے ہے کہ آج تک ہم لوگ بہت ہیں وہ مقبولانِ بارگاہِ الہی کی توہین و تذلیل ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ لورال کے رہائے جس قدر توہین و تذلیل ہو چکی تھی اس کے تصور سے بھی روٹنے کھڑے ہوتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد یہ سیاسی اختلاف ختم ہو چکا تھا ہونا چاہئے تھا کہ اس کے بعد ان کی توہین و تذلیل کا سلسلہ بند کر دیا جاتا اور تحریک پاکستان کے دوران جو کوتاہیاں ہو چکی تھیں ان کی تلافی کی جاتی لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہو سکا۔ ان بزرگوں پر ست و شتم کا سلسلہ بدستور جاری رہا بلکہ اعلیٰ سطحوں پر ملائے کے خلاف ہر چٹائی شروع کر دی گئی اور مذاکرہ ملائیت کے خلاف ایک مستقل تحریک کا آغاز کر دیا گیا۔ حالانکہ غریب ملک کا تصور صرف یہ تھا کہ ملک و ملت کو عدم کی شاہراہ پر ڈالنا چاہتا تھا جس ملک میں مقبولانِ الہی کی پوشتین دری کی گئی ہو اور جس میں دین اور مل دین کی تھیں و تذلیل کو ترقی پسندی کی علامت سمجھا جاوے۔ ہونہ عصبِ الہی کا نشانہ بننے سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف ہمدانی نور اللہ مرقدہ اس کو بدی

طرف توجہ کریں اور امت کی اصلاح کی صلی و عملی تدبیر اختیار کریں۔ اور آج کل تبلیغ جماعت کے طرز پر عموم کے ساتھ اس کی اصلاح کی تدبیروں میں لگ جائیں اور دیہی نضا پیدا کرے گی محنت کریں اور ہر شخص اپنی صلاحیت و فرصت کے مطابق ہمس و توجہ کرے۔“

نہایت پرہیزگار

اور اپنے آخری لواہیہ میں حضرت نے تحریر فرمایا:

”ہم نے ”ہدایت“ کے صفحات پر بار بار ان حقائق کا واسطہ دیا ہے کہ خدا کے لیے اس ملک پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی زندگی سے توبہ کرو، موجودہ صورت حال اور برناتک حالات ہماری شامت، اعمال کے نتائج ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ نہ جان محفوظ نہ تیرہ محفوظ نہ مال محفوظ نہ بجائے روزافروز ترقی کے روز افزوں فقر و محنت میں گرتے جا رہے ہیں ہر حال اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ ہم اسے دیکھیں اور خط و مقررین ان حقائق کو امت کے کانوں تک پہنچیں اور ہمارے اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائع نشر و اشاعت سے ان حقائق کو واضح کر سکیں اور صحیح اسلامی معاشرت سے زندگی کے ثمرات، نتائج سے روشناس کر سکیں اور سلاخی حکومتیں جن خطرناک غلطیوں سے دنیا کے صفحے سے مٹ گئی ہیں اس کی عبرت ناک داستانیں سیکھیں اور بتائیں کہ مسلمانوں پر من حیث القوم ظفر فراموش زندگی کبھی راست نہیں تھی اور ظلم و کبر اور بربریت سے ساتھ کوئی حکمران بھی اس کے برے عواقب

لیے کہ گزشتہ تیس سالہ تجربات کے اصلاح کی صورت سے
 مایوس بنا دیا ہے موجودہ صورت کا علاج ہماری نگاہ میں حسب
 ذیل ہے :

(الف) : تمام است سلامیہ پاکستان کے باشندے یوم توبہ و انابت
 منائیں، نغروی و انتہائی طور پر ”یوم توبہ“ مقرر کر کے صلاۃ حاجت
 پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں مانگیں کہ

” اے اللہ! ہم گنہ گار و بدکار ہیں ہم سبے گناہوں و
 تقصیرات سے بے گناہ کرتے ہیں ہمیں معاف فرما اور اس غضب و
 زندگی سے نجات عطا فرما کہ رحمت انگیز حیات طیبہ نصیب فرما اور
 اس ملک و قوم پر رحم فرما کہ صانع کائنات ہمیں نصیب فرما اور جو
 برہمنوں کو ہم سے گھایاں دی ہیں اور ان کی توبہ نہ کرے اور میرے
 اولیٰ صالحین و اتقیا امت کی توبہ نہ تحقیق کی ہے ہمیں معاف فرما اور
 سچ بھی جن کی پاکیزہ روحوں کو پیدا کیے ہیں اللہ ہمیں معاف
 فرما اور اے اللہ پورے تیس سال پاکستان کے بیت گناہوں و دران
 ہم نے جو بد اعمالیوں کی ہیں اور یہ غضب و دعوت دینے والی جو
 زندگی اختیار کی ہے ہمیں معاف فرما و صریح و تقویٰ کی رہنمائی عطا
 فرما اور ہمیں اپنی رحمت کا کلمہ کا مستحق بنا۔“

انغمس ایک مدت توبہ ہے کہ اس طرح نغروی و ختمی توبہ
 کہ کئے ساتھ زندگی پر مدامت کے ساتھ صریح و تقویٰ کا عزم
 کیا جائے

(ب) : امت اسلامیہ پاکستان کے خواص، عوام و دعوت و اصلاح کی

بد امنی کے اسباب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمہ اسیاعلیٰ عبادت میں مصطفیٰ • بعد

منہ کے حالات ایک عرصہ سے مخدوش چلے گئے ہیں، موصوم افراد کی طرف سے مسیح اکیٹ، انفر، قتل اور دہشت گردی کی لہریں وقفہ وقفہ سے اٹھتی ہیں، درجہ عرصہ کے لئے اس واپس کو تدارک کر رہی ہیں۔ حکومت سرحد اور فوجی مشین کے درمیان ہوں سے غنیمت ہے، عوام چند دن سکون کا سانس لیتے ہیں کہ ایک ہی لہر اٹھتی ہے جو موصوم کی دہشت گردی کو مہلک کر جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں حیدر آباد اور سرحد میں دہشت گردی، شہریوں کے قتل عام اور قتل و قتل کی جو لہر آئی اس نے صوبہ کو عالمی سطح پر شہرت دی ہے، اور اہل اقتدار بھی صوبہ منہ کے حالات کو مابقی مشرقی پاکستان کے حالات سے وابستہ دیکھ کر مجبور ہو گئے ہیں، اب ہر کھو اور فوج کی مدد سے امن بحال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری قیوم کرنے سے وابستہ اقتدار عاجز اور بے بس نظر آتے ہیں،

ہیں، • • • • •

ان ناگفتہ بہ حالات کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں، لیکن ان کا اصل سبب ہماری شہریت پر عمل ہے۔ قریب و سخت کے موصوم مطلق ہیں کہ کسی قوم کی انجمن نامہائیں اور بد کاریوں کا پتہ جب ہرزہ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ شکنہ کی جانب سے ان کی گواہی کی جاتی ہے۔

ترجمہ ۱۰ اور جب ہم کسی ہستی کو ہلک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے
حوش بیش لوگوں کو قہم دیتے ہیں۔ پھر (جب) وہ لوگ وہیں
شرارت مچاتے ہیں تو میں پر جھٹ تہہ ہو جاتی سے پھر ہم اس ہستی کو
تباہ اور غارت کر دیتے ہیں۔“
(۱۰ حضرت محمد ص ۱)

نیر اور شلو ہے :

و هو عا در عی . بعد عہدکے بعد
عہدکے اس بعد . عہدکے عہدکے عہدکے
عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے
بعثتوں

ترجمہ ۱۱۔ ”پہلے کیے۔ اس پر بھی وہی قدر ہے کہ تم پر کون عذاب
تمہارے آپ سے بھیجے اسے یا تمہارے پاؤں سے سے یا کہ تم کو
گردہ گردہ کر کے سب کو بھڑا دے اور جنہیں ایک دوسرے کی
زانی چھو دے“ آپ! کہئے تو سنی! ہم میں میں دامن علف
پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔“

(زیر حضرت محمد ص ۱)

نیر ایک اور جگہ ارشاد ہے

و هو عا در عی . بعد عہدکے بعد
عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے
عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے
عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے عہدکے

(زیر حضرت محمد ص ۱)

اس وقت ہم جٹا ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ان گناہوں کی ہے جس کو ہم بے حد گناہ سمجھتے ہیں، ان سے نفرت بھی کرتے ہیں، ان سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں، لیکن ان کے محدثے میں وہ کو تباہی عام و خاص میں سرایت کر چکے ہیں، ایک یہ کہ اگر ایسا گناہ ہم سے سرزد ہو جائے تو توبہ و استغفار کا جیسا اہتمام ہونا چاہئے وہ ہم نہیں کرتے، ظاہر ہے کہ جب بندے عام گناہوں میں ایسے جٹا ہو جائیں کہ ان کی گندگی سے زمین بھر جائے اور بندوں کی توبہ و استغفار آسمان پر نہ پہنچے تو غضب الہی جوش میں آتا ہے، دوسری کو تھی اس سلسلہ میں یہ ہو رہی ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ خود تو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں مگر جو لوگ گناہوں میں جٹا ہیں ان کو گناہوں سے نکالنے اور بچانے کی کسی کو بھی فکر نہیں، یہ ایک ایسی غلطی ہے جو عام فوجوں میں سچا سچا ملے سے بھی وجہ ہے کہ معاصر روزمرہ بدھ رہے ہیں، لیکن ان سے روک تھام کرنے کا اہتمام نہیں، جو گناہ ہمیں چھپ کر کئے جاتے تھے وہ اب کھلے بندوں کئے جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر کہیں ٹک لگی ہو اور اس کو ٹھننے والا کوئی نہ ہو تو وہ ٹک پھینک جائے گی، پلاٹفرم پر رہتی بستی کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دے گی۔ کچھ ہی حل اس وقت ہمارے معاشرے کا ہو رہا ہے۔ گناہوں کی ٹک سے ایمان کی بستیاں مٹ رہی ہیں۔ لیکن صائے کرام "مشترک عقلم" دیندار اور پاکباز حضرات کی طرف سے اس ٹک کے ٹھننے کا کوئی اہتمام نہیں، لہذا یہ صورتحال آسمان سے نازل عذاب کا سبب بن رہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

عن سعد بن ابی بشیر قال قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم من "مدھر فی جمود نہ و نوافع فیہا

مثل قوم استہموا لعلہ قصار حصہم فی معادہا

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ملک سے آتے اور
 پرہیزگاری کرتے تو سم ان پر "سلمان اور رمین کی برکتیں" کھوں دیجے
 لیکن اسوں نے تو (جیسیوں کی) تکذیب کی تو ہم نے (بھی) اس کے
 اٹھال (بد) کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔
 (بہتر حضرت عثمانؓ)

یہ چند آیات شریفہ بطور نمونہ ذکر کی ہیں، ورنہ یہ مضمون قرآن کریم میں
 بہت کثرت کے ساتھ آیا ہے، اسی طرح مختصر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس
 مضمون کو بہت اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ گناہوں کی کثرت عذاب عالم کا
 سبب بن جاتی ہے :

عن رسيدك حجج رجب ان عسا ف ب
 قلبك رسول الله الهدى وفهد نصا حججك او ب
 نعم ذا كثر الحبث

(صحیح بخاری ص ۱۰۳۱، صحیح مسلم ص ۳۸۸، ص ۲)

ترجمہ: "ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے
 روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ایسی حالت میں
 بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے جب کہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں
 گے؟ فرمایا: "پہلے احب (گناہوں کی) گندگی زیادہ ہو جائے گی۔"

اس وقت ہمارے معاشرے میں گناہوں کی کثرت کا جو عالم ہے وہ کسی بیان و
 وضاحت کا محتاج نہیں، ایسا لگتا ہے کہ گویا پورا معاشرہ گناہوں کی زندگی میں ڈوبا ہوا
 ہے۔ حتم ہلائے حتم یہ کہ اس حالت پر نہ کسی کو افسوس اور نہ امت ہے، نہ گناہ کا
 ارتکاب کرنے والوں کے دل میں کوئی جھجک و شرم باقی رہی ہے۔ جن گناہوں میں

قرآن ۲۰ قیس ابن ابی حارمؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خطبہ دیا، اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرماتا: لوگو! تم یہ آئینہ پڑھے ہو، "اے ایمان والو! تم اپنے نفسوں کو لازم پکڑو، تم کو نقصان نہیں دے گا وہ شخص جو گمراہ ہو جائے" جب کہ تم ہر عیت پر رہو۔" (المائدہ: ۵۱) اور تم اس آیت کا مفہوم سمجھ لیتے ہو کہ ہم پر دو سروس کو گناہوں سے روکنا ضروری ہیں، پس اپنا فکر کرتی چاہئے) حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لہجہ نہ ہوئے خود سنا ہے کہ لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ماتھہ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم عامہ میں مبتلا کر دیں۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہ کئے جائیں اور وہ روکنے پر قادر بھی ہوں اس کے باوجود نہ دیکھیں نہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب عام میں پکڑ لیں۔"

ابو ذؤؤ اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ. إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ النَّفْسَ الَّتِي حَقَّتْ لَهَا الذُّنُوبُ وَلَمْ تُغْنِهَا عَنْهَا حَسَنَاتٌ. أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِتْنَةً مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكُمْ أَنْ تَقُولُوا: مَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ حَسَنَاتٌ أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِتْنَةً مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكُمْ أَنْ تَقُولُوا: مَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ حَسَنَاتٌ أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِتْنَةً مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكُمْ أَنْ تَقُولُوا: مَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ حَسَنَاتٌ"

ترجمہ ” حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تخیل یہ داخل ہوا کہ ایک شخص دوسرے شخص سے متاثر اس بوجھ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو اس گنہ سے منع کرتا کہ یہ تیرے لئے حلال نہیں، پھر اگلے دن متاثر دیکھتا کہ وہ بدستور گنہ میں مبتلا ہے۔ اس کے باوجود اس کے ساتھ خور و نوش اور نشست و برخاست جاری رکھتے ہیں جب اموں نے ایسا یا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت شریف تلاوت فرمائی: ”لَا یَسْمَعُونَ کَلِمَہً مِّنْہٗ سَمِعُوا“ اسرائیل سے فاسقوں تک (الائمہ ۸ ص ۸۷) پھر فرمایا: ہرگز نہیں اللہ ان قسم! تمہیں نیکی کا تقیم کرنا ہو گا۔ رانی سے روکنا ہو گا، ظالم کا ہاتھ پکڑنا ہو گا اور اسے قہوں حق پر مجبور کرنا ہو گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی ایک دوسرے کے مشابہ کر دیں گے اور پھر تم پر بھی اسی طرح سخت کریں گے جس طرح بنی اسرائیل پر۔ لعنت قرآنی تھی۔“

اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے ملانے میں کو مدد کا لیکن وہ باز نہ آئے“ تب بھی ان کے ملانے میں مجرموں کے ساتھ کھانا پینا اور الصائمین جاری رکھا، پس اللہ تعالیٰ نے سب کے دلوں کو ایک دوسرے کے مشابہ کر دیا اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت قرآنی کیونکہ

گناہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ نفس کی حیلہ تراشیدوں سے ان کو حلال کر دیا جاتا ہے کیا
 ان کے ذہن میں ہے کہ ڈر بھی منڈانا اور گناہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جس پر
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید نفرت کا اظہار فرمایا ہے کیا کسی کے ذہن میں
 ہے کہ غورقوں کا مردوں کی مشابہت کرنا اور مردوں کا غورقوں کی مشابہت کرنا حرام اور
 گناہ کبیرہ ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے؟ کیا آج
 رشوت کو "مجبوری" کا نام دے کر حلال نہیں کر دیا گیا؟ اور کیا سوا کو "منافع" کے نام
 سے جائز قرار نہیں دے دیا گیا؟ کیا قمار اور جوئے کو انعامی اسکیوں کے ذریعے سے
 مباح نہیں کر لیا گیا؟

یہ لوہے کی قسم کے سینکڑوں کبیرہ گناہ جو معاشرے میں پھیل چکے ہیں کیا کسی
 کے دہس میں ان کی قباحت پائی رہی ہے؟ اور کیا ان کبیرہ گناہوں کے مرتکب اپنے
 "پتہ مجرم اور گناہگار سمجھتے ہیں؟" نہیں بلکہ وہ ان تمام کبائر کا ارتکاب کر کے باوجود
 معاشرے میں معزز سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے گوشہ خیز میں بھی کبھی یہ بات نہیں
 آتی کہ ہم کسی جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس
 رضی اللہ عنہ کا ارشاد مروی ہے:

لَكُمْ تَعْمَلُونَ عَمَلًا هِيَ مِثْلُ عَيْبِكُمْ مِنْ

سَعَرِكُمْ يَعْمَلُونَ عَمَلًا هِيَ مِثْلُ عَيْبِكُمْ

عَلَيْكُمْ وَمِنْكُمْ عَمَلًا هِيَ مِثْلُ عَيْبِكُمْ

ترجمہ: تم اپنے عیبوں کی طرح

ترجمہ: تم لوگ بہت سے اکل پے کرتے ہو جو تمہاری نفس میں

ہل سے زیادہ باریک ہیں (یعنی ان کو معمولی سمجھتے ہو)۔ لیکن ہم

لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے میں ان کو ہدک

مکرم فی قوم معصی شہر نعمہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بعیدۃ عنہ ولا یعمرون لا صبیہم نہ منہ نعمہ رب
 ذیل ان یستولوا

۱۶ اپریل ۲۰۲۰ء ص ۲۳۶ ج ۲۰۰۰ ص ۲۳۶ مشکوٰۃ ص ۲۳۶

ترجمہ: ”حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے عودتا ہے کہ
 جو شخص بھی کسی ایسی قوم میں ہو جس کے اندر گناہ کئے جاتے ہیں
 وہ ان کے روکے پر قادر ہو اس کے باوجود وہ روکے تو اللہ تعالیٰ اس
 سب کو ان کی موت سے پہلے عذاب نام میں مبتلا کر کے چھوڑیں
 گئے۔“

اس احادیث شریفہ سے واضح ہے کہ عذاب الہی سے بچنے کے لئے جو ٹیکہ
 ہونا چاہیے نہیں بلکہ بشرط قدرت گناہوں کو گناہوں سے باز رکھنا خاصوں کا ماتھہ روکن
 اور انہیں قبول حق پر مجبور کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ گناہگاروں کا بغیر روک ٹوک
 کے گناہ کرنا پورے معاشرے کا اجتماعی جرم ہے جس پر جماعی عذاب و عذاب نام ہوتا
 ہے حق تعالیٰ شانہ ہمیں محتاط فرمائے آج کم و بیش ہم سبھی اجتماعی جرم کے مرتکب
 ہیں۔

گناہ کی وہ سری قسم ان گناہوں کی ہے جس کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا نہ ان پر کسی کو
 ندامت ہے نہ وہ ان سے توبہ و استغفار کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ جب آدمی
 گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے تو اس پر ندامت اور توبہ و استغفار کا کیا سوال؟

اپنے معاشرے پر نظر ڈال کر دیکھئے بے شمار کبیرہ گناہ اسے نظر نہیں آتے جن کو

کرنے والے گناہ سمجھتے تھے۔

تیسری قسم ان کہانوں کی ہے جس کو بوگ کوئی عیب اور برائی ہی سمجھتے تھے اور یہ خدا اور رسولؐ سے صریح بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو اچھائی اور نیکی فرمایا ہو اس کو برائی سمجھنا اور جس چیز کو برائی اور گناہ فرمایا ہو اس کو اچھائی اور نیکی سمجھنا گویا خدا اور رسول کے خلاف اعلان بغاوت ہے۔ اس قسم کے گناہوں کی بھی ہمارے معاشرے میں بڑی کثرت ہے۔ بہت سی برائیاں معاشرے میں چھپی ہوئی ہیں لیکن بوگ مسخ فطرت کی وجہ سے ان کو اچھائی سمجھ کر ان پر فخر کر رہے ہیں۔ اور بہت سی اچھائیاں مت رہی ہیں اور بوگ ان کے کرنے والوں کو ان کی نفرت سمجھتے ہیں، کل ہی میرے ایک دوست بتا رہے تھے کہ شلو ر کے پانچے ٹخنوں سے لوہر دیکھ کر بوہوں ال پر آؤ زبے کس رہے تھے۔ انہیں میاں پانچیز میں چل رہے ہو کہ پانچے لوہر اٹھا رکھے ہیں۔

جب مختصر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

بِرِّقَ لَعْنُومٍ مِّنْ عَدُوٍّ سَافِهٍ لَا حَاجَ عِلْمِهِ

فَعِلْمُهُ مِثْلُ عِلْمِ كَلْبٍ وَدَمٍ مِّنْ دُمَلِكٍ دُهِي

بِأَنَّ عِلْمَ كَلْبٍ لَا يَنْفَعُهُ عِلْمُهُ (ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد، مشکوٰۃ، ص ۲۷۲)

ترجمہ: کلبوں کی نیکی (شلو ر، پھیل) تو کسی پتلی تفتہ ہوتا چاہئے، مگر آدمی پتلی اور تختے سے درمیان رہے تب بھی اس پر کوئی فائدہ نہیں۔ اور جو لختوں سے بچے ہو وہ دوسخ میں ہے۔ یہ بات آپؐ نے تمہیں یاد ارشاد فرمائی۔

حاجت فرمائیے جس فعل پر مختصر صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسخ کی وعید

تمہارے معاملات جو، توں کے سپرد ہوں تو تمہارے لئے نیشن کا
پیشہ اس کی پشت سے بھتر ہے۔“

لیکن تمہارے یہاں بڑی جرأت سے ایک جہاں عورت کو جس کے باپ کا تعزید
قوم کو پہلے ہو چکا تھا وزیر اعظم نامہ لکھا گیا۔

میر بھی کیا سادہ ہیں بیکار پرے جس کے سب
اسی عطا کے بیٹے سے روا لیتے ہیں

چار انگ عالم میں سن پر فخر و مہبت کے شلوئے بھلے گئے اس کو عورتوں
کے حقوق کی فتح سے تعبیر کیا گیا، حدیث پیش کی گئی تو اس کا مذاق اڑایا گیا۔ احمد دین
در انکاب مست کا حوالہ دیا گیا تو اسے ملائیت کہا گیا۔ ابھی ڈیڑھ سال نہیں گزرے کہ ارشاد
ہوئے کے مطابق اس قوم کی ناگہانی و نامرئوں اور عدم فلاح کے منظر سامنے آنے لگے،
یہ فائق ہے تو خاتمہ کیس ہو گا؟ یہ آغاز ہے تو انجام کیا ہو گا؟ خدا خیر کرے، بعد اب
دعا دعا ہے۔ ”لور بلاشبہ آخرت کا طرب زیادہ غلب اور پائیدار ہے۔“

گناہوں کی اس تفصیل سے مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ ہم پر مصائب و ملیات
کے زور کا اصل سبب یہ ہے کہ ہماری جہانگیر جہاں حالت اللہ تعالیٰ سے موت کی طرف
مائل ہے۔ معاشرے میں جو کبیرہ گنہہ چھپے ہوئے ہیں ان میں ۹۹ فیصد ایسے ہیں جن کو
ہر گنہہ ای نہیں سمجھا جاتا یا اگر ان کو گنہہ سمجھتے بھی ہیں تو ان کو بڑی معصوم اور بڑی
بلکی چیز تصور کرتے ہیں اس صورت حال کی اصلاح اسی صورت میں ممکن ہے جب
کہ اس جہل کا علاج کیا جائے اور گناہوں کو دفعہ گنہہ سمجھ کر ان پر تدارک کے
ساتھ استغفار کیا جائے نیز یہ کہ گناہوں میں جہل و گمراہی کو گناہوں پر نہ تو کتنا اثر
گناہوں کے معاملہ میں بہت کرنا بھی، حق استغفار جرم ہے۔ نیز یہ کہ جب تک

اچھائی فرید، جب قوم اس کو برائی سمجھنے لگے اور جن چیزوں کو برائی نہ مانتا تھا، ان کو اچھا سمجھا جانے لگے تو انصاف کیجئے کہ ایسی قوم کو بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حیثیت سے جینے کا حق ہے؟

تیسری قسم کے بہ گناہ جن کو گناہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ ان پر فخر کیا جاتا ہے۔ ان کی ایک مثال عورت کی سرپرستی کا مسئلہ ہے، جو ہر جمع امت ناجائز و حرام ہے اور حدیث شریف میں اس کی مزا قوم کی ناکامی و نامرودی بیان فرمائی گئی ہے

”لن یصلح قوم و ہوا مرہمہ مرہۃ۔“

(صحیح بخاری ص ۳۶۲ ج ۱)

ترجمہ: ”وہ قوم ہرگز کامیاب و کامران نہ ہوگی جس نے فقہاء عورتوں کے سپرد کر دیا۔“

نور فرمایا گیا ہے کہ ایسی حالت میں زمین کا پیٹ تمہارے لئے زمیں کی پشت سے بہتر ہے۔

”ان کدور مرءکم حیدرکم واعیاءکم
مسحکم و مورکم شورکم یسکم فطہم لارص
حیدرکم مر فطہم و ادکان مرءکم سرکم و
اعیاءکم محلاکم و مورکم سی ساءکم لبطن
لا ص حیدرکم من فطہم۔“ (حدیث شریف ص ۳۵۴)

ترجمہ: ”جب تمہارے حکام تم میں سب سے بہتر ہوں، تمہارے مالدار خلی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے پائیں تو تمہارے لئے زمین کی پشت زمین کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام برے لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوں اور

یک صبح در آن محبت نشو با همه عبا -
 قلوب اعراس - صلوات و صلوات با همه
 و در عبا - سکر و عصبک سی صحت عبا -
 بوفو عهدک لای شریکیم شریک به بختی -
 همه ملک در قلم و در بحر و در ساری -
 اعلنا و ما است اعظم به شای -

بحر و سید بحر سید و شای به سید سید و شای -
 صبی به عینه و علی تکه و شای به شای -

(بابت اولی قمر ۱۳۳۳)

توبہ و استغفار کے ذریعے حق تعالیٰ شانہ سے بچے دل سے معافی نہ مانگی جائے تب تک دفعِ بلا کی دعائیں بھی سود مند نہیں۔ امام عبداللہ بن مسعودؓ نے کتب الرقائق میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے جو ہم سب کے لئے لائقِ توجہ ہے

”عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عنہ
 قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 لا یجوز لرجل ان یشکک فی حق اللہ ورسولہ
 الا یجاءلہ فی حق اللہ ورسولہ
 الا یجاءلہ فی حق اللہ ورسولہ“

(کتب الرقائق ص ۱۵۵-۱۵۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ موسمِ مسلمانوں کی جماعت کے لئے دعا کرے گا مگر قبول نہیں کی جائے گی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو اپنی ذات کے لئے اور اپنی پیش آمد ضروریات کے لئے دعا کرے گا میں قبول کرتا ہوں لیکن عام لوگوں کے حق میں قبول نہیں کروں گا اس لئے کہ انہوں نے مجھے ناراض کر دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان سے ناراض ہوں۔“

یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عنہ
 ولا یجوز لرجل ان یشکک فی حق اللہ ورسولہ
 الا یجاءلہ فی حق اللہ ورسولہ
 الا یجاءلہ فی حق اللہ ورسولہ
 الا یجاءلہ فی حق اللہ ورسولہ

سینور عناصر میں مسئلہ پر ملاحظہ کیسے کر سکتے ہیں؟“۔

روزنامہ بولے وقت کراچی (۸ شعبان ۱۳۰۳ھ ۱۳ مئی ۱۹۸۳ء) کے ایک
اوپر شدہ کا اقتباس ہے: ”انگریز کی معنوی اور کامیابی اور اسلامی قدروں کی مخالفت
کرنا اس طرح تعلیم کا فطری اور منطقی نتیجہ ہے جسے مارو میکالے سے اس نظریہ کو
بروزے کارہانے کے لئے رائج کیا تھا کہ :

”میں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری
کھڑوں ریلیز کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دے۔ اور یہ
ایسی جماعت ہونی چاہئے جو حونا اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی
ہو۔ مگر مذاق اور رائے اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔“

چنانچہ انگریز کی یہ معنوی لولہ محض رنگ و سس کی وجہ سے مسلمان اور پاکستانی
کہلاتی ہے۔ ”رندہ اپنے ذوق و ادراک“ اپنے فہم و شعور اور اپنی عقل و دانش کے اعتبار
سے اپنے فرتگی ”ہاکی ترجمان“ ہے۔ ”اگر وہ اسلامی تعلیمات کے علی الرغم مخلوق تعلیم کی
حدیث کرتی سے تو یہ ان کی دہلی الہ کا عین نقابا ہے۔ اور ہمارے نزدیک خواتین کو
کالچوں اور یونیورسٹیوں کے چتر گوانا بھی (خواہ ان کی تعلیم گاہیں الگ ہی کیوں نہ
ہوں) انگریز کا متروکہ ورثہ ہے۔ جب شریعت سے خواتین کا میدان عمل ہی الگ رکھا
ہے۔ اور ہمیں معاشی بوجھ سے فارغ کر کے لولہ کی تعلیم و تربیت اور اس میں سمازی کا
شعبہ ان کے سپرد کیا ہے تو ان کو سائنس، جغرافیہ اور دیگر مروجہ فنون کی تعلیم دینا
اسلام کے مزاج سے کیا مناسبت رکھتا ہے؟ لڑکیوں کو انگریزی پڑھانے کا ہیشن بھی
انگریز کی سنت ہے“ اور جو لوگ سنت رسول اللہ کو چھوڑ کر اس سنت فرتنگ کو سینے
سے چمٹائے ہوئے ہیں وہ بھی بی (محمد) انگریز کی لولہ معنوی کے زمرہ میں شامل
ہیں۔

انگریز کی معنوی اولاد

مصمم المہاجر حسن الہ حب

الحمد لله الذي وسع سماعتہ سبحانہ من عباده الصالحین

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ انگریزی زبان ہماری زبان کی رومی و فنی ترقی کا دوسرا نام ہے وہاں اس زبان نے ہمارے عام شرقی انداز فکر و نظر کو بھی مثالی طور پر متاثر کیا ہے اور مغربی معاشرت سے متاثر ہوئے والے طبقے کو جب ”انگریز کی اور ”معنوی“ قرار دیا جاتا ہے تو اس میں مبالغہ آرائی کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔ انگریزی زبان کی ثقافت اپنی جگہ لیکن مغربی فکر سے مرعوبیت بالکل مختلف بات ہے جو بلاشبہ قابلِ مذمت ہے۔ ہمارے ہاں اس کا ایک بڑا ثبوت وہ ”انگریزی اخبارات بھی ہیں جو ”انگلش پریس“ کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور غالباً اسی بنا پر مشرقی اور بعض دیک روایت سے اعتراض یا ان کی مخالفت کو اپنا مشن سمجھ بیٹھے ہیں۔ حواتمین کی جداگانہ پوری رشتی کی تجویز مڑکیوں کے خصوصی کاموں کے قیام کی مخالفت ”انگلش پریس“ کا طریقہ اختیار رہا ہے حالانکہ یہ سوائے مقیم کا مطالبہ ہے اب میر کرچی جناب افغانی سے کہیں کراچی میں لڑکیوں کے سنے میڈیکل کالج کے قیام کا ارادہ ظاہر کر دیا۔ اس پر ”انگریزی روایت“ کے عین مطابق مخالفت کی مہم شروع کرنے میں ایک دن کی محنت دینا مناسب نہیں سمجھا گیا اس لئے کہ مخلوط تعلیم جاری رکھنا اور سے فروغ دینا ”انگریز کی اولاد معنوی“ کا بنیادی فریضہ جو ہوا۔ حالانکہ پاکستانیوں کی ہماری اکثریت مخلوط نظام تعلیم کے حق میں نہیں۔ مگر مغرب پرست یعنی

اسی کے ساتھ خواتین کے ورکنگ گروپ کی سرحد پر دیل سفارش بھی ملاحظہ

رہا ہے۔

”ملک میں احمد، بخارا، منصوبے کے لئے خواتین کے ترقیاتی پروگراموں کے ورکنگ گروپ سے سفارش کی ہے کہ پاکستان میں گھریلو خواتین پر پردے کی پابندی ختم کر دی جائے۔ تاکہ انہیں تعلیم و تربیت اور فنی مہارت فراہم کر کے ملک کی مختلف ترقیاتی اسکیموں اور منصوبوں کے لئے سودمند بنایا جاسکے۔ ورکنگ گروپ کی سفارشات ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے تحت پیش کی گئی ہیں جس میں گھریلو خواتین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ کسی پیداواری عمل میں مصروف نہیں ہیں۔“

(خاک، پی ۱۸، مئی ۱۹۸۳ء)

یہ خبر کسی لادین کیونسٹ و مغربی ملک کی نہیں بلکہ چشم بدور ”اسلامیہ“ ”جمہوریہ پاکستان“ کی ہے اور یہ سفارش کسی فرد کی ذاتی خرابی کی پیداوار نہیں بلکہ ”مسندہ بیچ سداہ منصوبے کے لئے خواتین کے ترقیاتی پروگراموں کے ورکنگ گروپ“ کی ہے جو نیم سرکاری ادارہ ہے۔ اور حکومت کے زیر سایہ کھلم کھرا ہے۔ اور یہ سفارش ”نئی بجلی خانہ کے دور کی ہے۔ یہ بھٹو صاحب کے دور کی ”بلکہ سچ کے مارشلنگ دور کی ہے جس میں اسلام اسلام کی رٹ لگاتے لگاتے دیو میں خشک ہو رہی ہیں۔“

ع چوں فراق کعبہ بر جزو کھامد مسلمان

کراچی اسلام آباد اور لاہور کی حوالی (اس کی دیوار عبادت سرے بڑے چھوٹے شہروں میں پھیل رہی ہے) یورپ کی بے خدا تہذیب کو بھی شرابی ہے۔ گلی کوچوں میں حسن ”وارہ کے نظارے“ آرتش و غنائش کے مظاہرے اور جنون شبیہ کے

دوسرے نے یہ سفارش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سربراہ مملکت سے بڑے کسی
 پھولے دمہ دار افسر تک کسی نے بھی تو اس شیطانی سفارش پر کسی قسم کی کبیدگی و
 ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ گویا اس سفارش پر ارکلی مملکت کا "اجماع سکوتی" ہے۔

منکرات کو دیکھ کر اس پر تکیہ کرتا اہل طہ کا فرض ہے "اگر تکیہ کی جائے تو
 شدید اندیشہ ہے کہ جو تک منکرات میں مبتلا ہیں ان کے ساتھ سرے سے کوئی بھی خدا
 کے عہد بانی پیوستہ نہیں بنائیں۔ اس لئے حواتیں کے ورکنگ گروپ کے اس خط
 میں پر سر پہی کے علاوہ حسب ذیل ہیں جاری کیا

"گھڑو حواتیں کو پردے کی پابندی سے "رہ کرے کی ورکنگ

گروپ کی سفارش، کرہی کے جید ملامتورنا ملتی وی حسن ٹوکی،

مولانا مفتی محمد ابرار منشی الخالدیہ مولانا سلیم اللہ خاں مولانا محمد

اسعد قاضی مولانا محمد اسعد یار خاں مولانا محمد دینا مولانا محمد امجد

قاضی نے ایک مشترکہ پین میں آپے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے

کہا ہے کہ "تندہ پانچ ملہ مسووبے سے لئے حواتیں کے ترقیاتی

پروگراموں سے ورکنگ گروپ کی سفارش میں قرضی سے ارتد

سے اور قرضی نظام کفالتی ازا کر قرضہ امدادی کو، عمت دینا ہے۔ علما

سے کہا کہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے نہ نظام قرضی کا انکار قضا

اعلیٰ سے سرکشی ہے اور دینی اصطلاح میں ارتد کہہ سکتے ہیں

کہا کہ ورکنگ گروپ میں اسلام دشمن عناصر کو نکال دیا جائے

اور ان کے خلاف شرعی عدالت میں مقدمہ چلا کر سزا دی جائے

جسوں سے عورتوں کو پردے سے بے نیاز کرے (عربی) کی سفارش

جس مگر رہی ہے دیکھ یہ جارہا ہے کہ ان میں سو۔ واثبات، وردعا والتمنا کی کیفیت سمجھ۔
 رجوع الی اللہ کی روشنی میں، بعض جگہ احمد مساجد سے قنوت نازلہ شروع کر دی ہے، بہت
 سی مساجد میں ختم، امین شریف کا اہتمام کیا جا رہا ہے، اور بعض مساجد میں بیت کریم کا
 ورد شروع کیا گیا ہے، لیکن اہل کراچی کی عمومی عواصی توجہ الی اللہ کے آثار نظر نہیں
 آتے۔ شہوت قلبی اور تنگدلی کی کیفیت مسلمانوں کے حق میں بڑی تشویشناک ہے۔
 دوا احش و منکرات کا ارتکاب بے تکلف کیا جا رہا ہے۔ ناؤ نوش کے محصلین جہم رہی ہیں، شادی
 رہ کے اہل بیچ رہے ہیں، اور ان میں جس عیوب کی کائناتیں، حدود و احکام کا بے تکلف اختلاط
 اور دیگر خلاف شرع امور کا ارتکاب بغیر کسی احساس گناہ کے کیا جا رہا ہے۔ قہر مخفیہ کہ
 قدر الہی کو پہنچنے والے اسباب کی فراوانی روز بروز سے، اور رحمت خداوندی کو مستوجب
 کرنے والے اہل کافرانہ نظر رہا ہے۔ ان حالات میں ہماری تقدیر بدلے تو کیسے بدلے؟
 اس ناکارہ نے ایک رسالہ ”غیر حاضر“ حدیث نبویؐ کے ”میسے میں“ کے نام سے
 مرتب کیا تھا۔ اس میں امام عبد اللہ بن مبارک کی کتاب ”کتاب التوبہ و الرجوع“ سے
 حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث غفل کی گئی ہے:

”لوگوں پر آج یہ وقت آئے گا کہ سو گنہگاروں سے ملے
 جا رہے گا۔“ یوں میں ہوئی، حق بھلی شان فرما میں گئے۔ تو یہ،
 کے سے راہی، دقتی ضرور۔“ سے نے عا کر میں سب سے مگر عام
 لوگوں کے لئے میں یہ وقت آ رہا ہے، مجھے تا اس گریہ ہے، ہر ایک
 رویت میں سے کہ میں تہ، غصناک ناراضی، ہوں۔“

”میرا حال ہے“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“

یہ ناکارہ ایک موقع پر، اپنے شیخ، حاجی شیخ الی مودہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری
 نے سرہ کی مجلس میں حاضر تھا، اس حدیث شریف کا خلاصہ یا ”میرے حضور“ کی ہے
 اپنے محضہ میں جلال میں لکھا، ”یہ حدیث انہوں نے“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“ ”یہ“
 یا تو حکم ہو کہ ”تہ لاؤ“ اس ناکارہ سے کتاب پیش آمد، حضرت اس حدیث کو پڑھ

پاکستان کے حالات و بہاری سنگ دن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

.....

گزشتہ سہ ماہی کے حالات اور عرصہ سے جس طرح چل رہے ہیں وہ حکایت بیان نہیں
 ”عیاں رچے ہیں“ یہ بظاہر خدہ جنتی کی صورت ہے یا بوس کہنے نہ یہی ”اکوڑوں“ ”مغیروں“
 قاتلوں اور دہشت گردوں کا رن ہے ”ستے عوام“ ان کا ہاتھ میں روٹاں مٹھیں گے
 ”مردم و سرکار“ میں امن و امان کے قصہ سے باہر ہے ”حکومتی“ و ”عوام“
 کی حکمت و مصلحت سے غفلت سے قاصر بلکہ عموماً مصلحت ہو سرورہ ”سے“ ”چ“ ”س“ کے بل کار یا تو
 دہشت گردوں کی سرپرستی ”رہے“ میں ”یا“ ”جدید“ ”سطح“ ”سے“ ”سج“ ”سے“ کے پلو جو اس کے لیے
 کٹر اے میں غلط فہم نہ کرے جس ”گویا“ ”شیخ“ ”مصدق“ کے معنی
 ”پہ“ ”حرام“ ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“

جہاں ”س“ ”پہ“ ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“
 کی حقیقت ”س“ ”پہ“ ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“
 کہ وہ گھر سے دھڑ دھڑ سے گھر بیچ بھی بیٹھے گا یہ ”س“ ”پہ“ ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“
 و ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“ کے سیدہ ”س“ ”پہ“ ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“
 کیا جاسکتا ہے۔ الامان ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“ اس کے پلو جو۔ ہمارے حکمران ہوتے ”طغیان“ سے ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“
 داد حکمرانی دے رہے ہیں اور کبھی کبھی ترنگ میں فرماتے ہیں کہ دہشت گردوں کی دم توڑ رہی
 ہے ”اور دہشت گرد آخری ہنگاموں سے ”رہے“ ہیں ”یعنی“ ”وہی“ ”مسل“ کہ ”روم“ ”جلا“ ”رہا“ ”اور“ ”سج“
 ہنسی بھاتا رہا۔

”س“ ”پہ“ ”زادہ“ ”مرد“ ”اند“ ”شکار“ ”و“ ”شکار“ ”نشاہ“ سے کہ وہ عوام ”جنت“ کے سر سے یہ ”س“

کر خوب روئے اور اہل محفل پر بھی رقت طاری ہوئی۔ ہمارے شیخ قطب علیہ الرحمہ حضرت مولانا محمد زکیا مدنی نور اللہ مرقدہ بڑے درد سے فرمایا کرتے تھے کہ "الکسوس اس امت کے غم میں کوئی روئے وال بھی نہیں رہا"۔ یہ یادگار راہیہ تمام اہل قلوب اور تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ہمارے یہ تمام حالات حق تعالیٰ شانہ کی وسعت عالی کے قہر و عصب کا مظہر ہیں۔ تمام حضرات متوجہ الی اللہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے گزرا کر امیں اور امت کے حق میں دعا و التجا کریں۔ کیونکہ امت نہیں رہی ہے اللہ کے سلام اس کے نکاحوں کر رہے ہیں و وعدوں کی توفیق و توفیق میں کو چیرے چالو۔ درویشی میں مصروف ہے۔ نیک امت کے حال دار پر بیل شک یہاں سے اس کی تکیاں بست نام ہیں پے فرقہ اپنی حماقت سے کہہ دیا ہے وہی غم میں تھکے ہوئے تو بہت ہیں لیکن وہ قلوب ناہید ہوتے جا رہے ہیں۔ امت سے غم میں ایسا گرتا میں در ایسا پہل نہیں کہ کرم تقالواں پر رحم آئے شہید کوئی بیوت کسی شمس دی جو امت کی حالت رہ رہے بارگاہ نبی میں دعا و دعا اور وہ وفوں سے تو بکشتہ ہوا رہا۔ یہ امت اس کے سر پہ یہ امت کا تاج رکھ گیا تھا۔ آج اپنی جگہ صومعہ عمارت ہوئی ہے۔ اس کی حالت اس کے گلی کی ہے جس کو بھریے چیرے ہوئے ہیں اس کی کوئی نگہ پل اور پارساں ہو۔

ترے محبوب کی ہے یہ نشان
میرے ہوا نہ اتنی شخصیت ہزارے

یہ کہ ایمان سے پی سادہ کاریوں سے آپ و ناس کا ہے بلاشبہ ہمارے ساتھ جو ہر جہاں ہے۔ ہرے افعال و کاموں میں ہے اللہ کے نام اپنے جرم و گناہوں سے ہوتے آپ سے رحم کی التجا کرتے ہیں۔ اللہ کے ہمارے غفلت و غموشی اور بد عملی و سیئہ کاریوں سے سوائے میں آپ کی رحمت و عفو و مغفرت ہے۔ یا اللہ ہمارے برا کرم ہماری صحت میں عفو و مغفرت آپ کی رحمت ہے۔ یا اللہ مخلوق کے صواب و سبب کی صفت قدموں سے مقدمہ میں مجھ سے نہیں۔ یا اللہ ہماری بد روی و رویہ و بدی اور ہماری بد کنی کو۔ دیکھئے اپنی شان ربی اور شان عفو و مغفرت پر نظر فرمائیے یا کہ ہم اگر اپنی

کراچی کا المیہ اور اس کا حل

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

پانچ فوٹیس دو روپوں سے ہمیں ملنے والے درجہ اولیٰ ملازمت کے جال بننے میں مصروف ہیں لیکن جو تو کی ہمارے حوصلے بھی شاید الٹا کرے اس سے کچھ ہیں۔
جس شہر کی یا غیر شعوری طور پر عوام کی ساری خوشی کے مرہب بن جاتے ہیں۔

مشرق پاکستان کے مملوکہ کا المیہ سب سے پہلے بے مشرقی مغربی بھائیوں کے درمیان پورے ہندو کے رہنے والے شعل پیدا کر دیا۔ دو عرب بھائیوں کے درمیان مصافحہ ٹائٹس ہو چکی۔ شیخ عیوب رحمت کے مچھ بکارت کاہن کھر کر کے ملک کے توڑ حصوں کو الٹا کر دیا جیسا کہ ملک دولت و حجاب کسی کو اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس رچر کے ٹکٹس میں تیار کئے جارہے ہیں اور اس سہ درجہ پہلا کی جگہ جارہے ہیں ہر روئے مسلمانوں کے جاتیں اس دن بھی چرچہ کریں۔ اس وقت تقی فصیح بن گیلان پٹنیکریٹ اور برہمن کے لیے ایسے مظاہر ہوئے۔ ثابت سے سرایت یا سبب کا ایک عریاں قصہ تھا جس کا تماشا "دور بھان" کے نام سے تھا۔

"عبارت کھارہ پیل بھی چکا ہم تپ تپاشن بھی چکے"

یہ دنگہ یہ فتنہ کی جگہ بڑھان کے لئے مہروں کے طور پر استعمال کئے جارہے تھے۔ آخر کار ان کا حشر بھی سب سے رکھ گیا۔ وہ ساری دیانے لئے مڑنے کی عزت بن کر رہ گئے۔ "آج ہی ہاتھ ہے" وہی دنگہ دیش سابق مشرقی پاکستان) ہے۔ "دور بھان" "دور بھان بھان" سے لہرے لگائے جاتے ہیں۔ یہ فتنہ ۱۹۷۱ء میں بھارت کے پاس سے جاتے اور ہندو بھارت سے ایک دوسرے سے دن میں اتارے دی گئے۔

ہمارے اہل بکڑ چنگے ہیں' یہاں تک کہ انہی کو ٹھکن ڈال دیا جائے۔ آج بھی وقت ہے۔
ہم قوم یوس کی طرف تائب ہو جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"سو سب سے پہلی وہی تھی۔ ایمانی لائق پھر کار ہاں وہ (میں) لاء اگر
یوس کی قوم تائب وہ ایمان لائے تو انہوں نے ہم سے ان پرستے دست کا
طلب کیا۔ یہ کہانی میں 'اور فائدہ پہنچا ہم سے اس ایک وقت تک'
(سورہ یوس آیت ۹۸-۹۹ ترجمہ شیخ الحداد)

حضرت یوس علیہ السلام کی قوم کے ایمان سے کام لے کر اس آیت شریفہ میں ارشاد
فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"جب وہ قوم حضرت یوس علیہ السلام کی مسلسل دعوت و تبلیغ کے بعد
اپنی اصلاح پذیر ہو گئی۔ ہوں تو حق تعالیٰ شانہ سے حضرت یوس علیہ السلام کو
مکرم فرمایا۔ اس کو گناہوں سے روکا۔ اس کے اندر اندر ایمان بڑھ گیا
تو اسے حضرت یوس علیہ السلام سے قوم میں اس کا بیان کر دیا
قوم یوس علیہ السلام سے انہیں میں مشورہ ہوا تو اس پر سب کا اتفاق ہوا
کہ ہم سے بھی یوس علیہ السلام کو حوصہ ہوئے نہیں دیکھا اس لئے
اس کی بہت ظلم و ستم کرنے کے قتل ہمیں مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہ
بھیجا دے۔ یہ طے ہوا۔ رات و دن اسے مار پیٹ کر مقرر رہے
تین تو بچ گئے۔ کہ جو میں ہو گا اور وہ وہاں سے چلے گئے تو یقین کرلو
کہ صبح و شام یہاں تک کہ حضرت یوس علیہ السلام ہر شہر
سے وہی رات و دن جتنی سے کھل گئے صبح ہوا تو ہر اب انہی سیاہ
صوف میں اور ہاتھوں کی شکل میں ان سے سروں پر منڈلائے لگا اور ہاتھ
تھکن سے پیچھے لے کر قریب ہوئے لگا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہم
سب ماب ہوئے۔ اسے یہاں تک کہ حضرت یوس علیہ السلام کو خوش
یاں۔ ان کے ہاتھ پر مشرب پائیں ہو جائیں اور پچھتے انکار سے توبہ۔

نئی دشمنوں نے ہمارے ساتھ کیا کر دیا اور "فلسوفی سبیل اللہ" کے پیچھے میں ہر کس جانفوق طاقتوں کا شکار بن گئے ہیں اور کس کی غلامی کا حقوق دولت ہمارے گنگے میں ڈال دیا گیا ہے؟ ہم جو ایک دوسرے کا ٹکڑا ملت رہے تھے، اب دوسرے کی جان ٹل اور عزت و آبرو کی ہوں تکمیل رہے تھے اور بڑھم خود اپنی عزت و وقار اور حقوق کی جنگ لڑ رہے تھے۔ یہ کھل پروپیگنڈے کا سہو تھا، ورنہ وہ حقیقت ہم حیران کی غلامی کے طوق و سلاسل اپنے لئے تیار کر رہے تھے۔

میں نے تمام بھائیوں سے درخواست کی تھی کہ انہوں (جو خود بھی تکلیفیں ہوں یا سیاہی جانتیں) کوئی درگزر نہ کرے کہ خدا "ہمیں کی اس سرپھوں سے اپنی یاد و عزت تیار کریں" اس باہمی لڑائی سے تم میں سے کسی کو فوج عیسائی ہوگی بلکہ تمہارا ہونے دشمن، عیسائی اس ملک میں جہاز سار مل صحبت سے اڑے گا، وہ تمہارے لئے صرف بے رحمیوں کا پھانسی جلی رہا ہے۔ ملک میں بل دشمنی دینی بددعا ہے۔" سنہ ۱۹۴۷ء پروپیگنڈے کا سہارہ رہا ہے اور جو تمہارے درمیان شعلہ کی شمشیر مسلسل جڑا ہے۔ تمہیں جو کشتی نے جسم میں داخل رہا ہے۔

۱۳۱۲ھ شروع ہوا ہے میں مسلمان علیحدہ ہوں۔ خدا نے کہے ہیں "میں علیہ عاشرہ کاں بعد و" "میں" کی سال سے دیکھ رہا ہوں کہ "میں" سار کے لیے میں "میں" میں بیٹے تار ہوتے ہیں "ج" سے دھوک میں اس کی تکمیل ہوتی ہے "اور عاشرہ محرم کے بعد اس کے بعد کے "تار شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ کے "عظیم واقعات عاشرہ محرم میں پیش آتے ہیں۔ قیامت کا سورج بھی نہیں دیکھ سکا ہے گا وہ محرم کی راتوں میں آج ہوگی اور بعد کاں ہوگا میں غیب رہا ہے کہ "اس سال میں سورج محرم و ۱۳۱۲ء ہے خدا "خبر کہے کہ ہماری قوم اور ہمارے وطن کے بارے میں "میں" سے کیا بیٹے ہوں گے چاہیے ہیں۔

حوب یاد رکھو کہ بدوں کے اعمال اس قسم کے "میں" پر جا میں گئے "میں" سے یہی بیٹے تار ہوں گے میں پہلے ایک مضمون میں عرض کر چکا ہوں کہ جمہوری خود

رہیں ہیں جارحیت کا بائیں۔ پسائیں اور ایک دوسرے کو منائے کا خیال ترک کر
یں، فتنہ و فساد اور جارحیت سے بھی کن مسئلہ کا حل تلاش نہیں کیا جاسکتا۔

(۳)۔ رہاں اور تہذیب و بھی تقویت دہیز رہی کا دریچہ بہ بتا جائے۔ فطرت کا حسن
سے سب اہل ملتیں یہاں ہیں، سب ہیں، بے گناہے نہیں۔ وریضہ کریں کہ سب کو
جل جہل برپائیں ہوا۔

(۴)۔ کراچی، طبرہ میں فور جدیدی ثقافت سے چاہیں اور تمام طہات لغت و
محبت و نصائیں اس محبت کے اندر کہ قیوں نہیں اور شہری مسائل کے حل کے لئے
سب مل جل کر کوشش کریں۔

(۵)۔ سب سے اہم یہ کہ پوری قوم، راجی بھی اور رہا بھی اور قوم کے مختلف حصہ
بھی علم و اصلاح کی تہذیب قائم کریں ہر صاحب حق و اس کا حق لو کریں اور کسی کے
ساتھ ظلم و ستم نہ کریں۔ سب کا حق سے عد کریں، تاکہ ممکن حد میں احساس محرومی کے
سبب درجہ گراؤ نہ ہو۔

(۶)۔ میں تمام اہل قلوب کی خدمت میں التجا کہ، انہوں نے حق تعالیٰ کی ہر گاہ عالی میں
اتحاد کریں، وہائیں کریں، مگر گزائیں کہ ہماری قوم جو طور اعتبار بنی ہوئی سے لہذا تعالیٰ
اپنی رحمت بے پایوں کے صدقے ہمارے قصور کو معاف فرمادے، اور اپنے حبیب صلی
اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس امت کو غیار کی بازوئوں سے محبت عطا فرمائیں۔ آمین

(۷)۔ تمام مسلمان مساجد میں بھی درگاہوں میں "صناعتِ نیچیا" اور دیگر دیگر
و وظائف کا اہتمام کریں جو سے خود و دہشت کے علاج کے لئے مسنون اور اکابر
کا محسوس ہیں۔

یہ اس ناکارہ سے روٹی چند چیزوں کی نشاندہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ
جو کچھ لکھا ہے اس سے کسی طبقہ کی جانچ دینی یا کسی مادی "تقصیر مفصل" نہیں، محض
درد و مسدود کے ساتھ امت محمدیہ (علیہ السلام) کی بھلائی و فلاح ہے، اگر کسی
فرد کو اس تحریر کے کسی لفظ سے رنج و صدمہ پہنچاؤ (اس کا تعلق کسی بھی کسبِ فکر سے

ہیں مگر حضرت یونسؑ کو یہ پتا تو خود ہی عداوت کے ساتھ توبہ
استغفار میں مل گئے اسی سے ایک میدان میں نکل گئے عورتیں بچے
اور عائلہ سب اس میدان میں جمع کر دیتے تھے۔ ان کے کپڑے پس کر
بھروزا۔ ان کے ساتھ اس میدان میں توبہ سے ادا شدہ بے پناہ ہاتھ
میں اس طرح مشغول ہوسے کہ پورا میدان آدھکا سے گونجنے لگا۔ اللہ
تعالیٰ سے اس کی توبہ قبول فرماں اور عداوت ان سے جلاوا جیسا کہ اس
'ہیت میں ذکر کیا ہے' روایات میں ہے کہ یہ مشہور جی 'مناہ' محرم
قانون تھا۔

۱۔ حدیث تقریباً ۵۷۵ ص ۱۴

میں ہے قوم یہاں سے 'توبہ اہل وطن سے ہر جس شخص سے جس کے دل
میں خدا و رسول کی رخصتی تھی' نہایت عداوت اور دوسروں سے بھلا کرتا ہوں کہ
خدا کے لئے حج قوم یونسؑ کا روبرو آئیں 'حسن کے تحت درج دیں:

(۱)۔ بارگاہ اہلی میں توبہ میں 'اور ہم کہتے ہیں جو کچھ کا عزم رہیں' جس میں
عورتوں کے بچے دی گئی تھیں 'وہی' تر اور ان اشیاء میں سے ہیں 'اور
اللہ تعالیٰ سے بچے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے ماکریں' کا لفظ ہمیں ظالموں کے ساتھ
اور ان کے فتنے سے پہلے عطا فرما' مسلمان دینی شعائر کو زندہ کریں 'مجاہد' کو تو کریں اور
اس عداوت سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی دعا میں جائیں۔

(۲)۔ 'حج تک ہم سے ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ یا ہے' ایک دوسرے سے
صدق و راستی کے ساتھ معافی تلافی رہیں' رقیب دوسرے کے حقوق ہم نے ہتھی
کر رکھے ہیں اس کو 'برے کا عزم' نہیں حکومت کو چاہئے 'عام معافی کا ملے کر دے
اور متاثرہ فرد اور ان کے یارین کو چاہئے کہ وہ بھی عداوتوں سے ساتھ معافی مانگے
ہیں 'ایم یہ ایم کے درمیان ہر دو کے قاتلوں کو چاہئے کہ وہ یہ حقوق ختم کر کے ایک
دوسرے سے گلے مل جائیں اور غلامیوں کا زور مل بیٹھ جائیں یہ بھی غلامیوں
(خصوصاً یہ مجاہد) پر پادھی کو چاہئے کہ اپنے نفسی اختلافات کو اس سے وائے میں

ہو) میں اس سے صدمہ دس سے معقل کا حوالہ دیتا ہوں امیرا میں سے کہ اگر تمام بھائی اس
 نیکیت کے مطابق عمل کرے گا عرم کریں تو آج بھی امر سے یہ عذاب نصیب نہ سکتا ہے۔
 جس طرح کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ پر ایمان لیا اور فوراً اس وحایت اور
 الفت و محبت کی نفاذ کام ہو گئی ہے۔

یا اللہ اہم خبری پہا میں "تا چاہتے ہیں" یا اللہ ہمارے تمام جرائم کو معاف فرما اور
 ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدمے تمام شیاطین الہامیہ و الجن کے شر سے پہا
 حفاظت فرما آمین

و تسمیہ دعویٰ و الحمد لله رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و تسمیہ دعویٰ و الحمد لله رب العالمین

گروہوں کے درمیان اتقید مشکل ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ حکومت کی باطنی کاتھو ہے؟ یا حکومت جان بوجھ کر کراچی کے عوام سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے؟ تب تک بلائے تعجب یہ ہے کہ کراچی چل رہا ہے، مٹ رہا ہے، خون مسلم کی ارنانی ہے، انسانی اقدار کی پامال ہے، لوگ دہشت گردی کے عصیت کے چنگل میں جیر لیکن ناخدیان قوم کے نائن پر جوں تک سپر ریجیٹی اور ایل کراچی کی ذیوں جلی پر ان کے دل میں ذرا بھی سسک پیدا نہیں ہوئی۔ صدر مملکت جوئے آرام سے مملکت کی صدارت فرما رہے ہیں، سربراہ عساکر بڑے طینان سے ملکی سرحدوں کی حفاظت رہا رہے ہیں۔ لیکن صحتیہ وزارت عظمیٰ کی ری پر متمکن ملکر ملکوں کے درے درے میں سپہ مخائیں کے خلاف مقدمات چلا رہی ہیں اور ملک کی جنوں کو آید فرما رہی ہیں، تجارتی سینٹر ملکوں میں ہیں اور اپنی حکومت کے حس کارکردگی کے قدر اشتہارات شائع فرما رہی ہیں، لیکن کراچی اور کراچی والوں کے حال رہا کسی کو رحم نہیں آتا کسی کی عقل میں نہیں آتا کہ کراچی کے مسئلہ کا حل کیا ہے؟ اور اس محفل کا کس طرح سجدہ جاسکتا ہے۔

دیریا کو اپنی طغیانوں سے نکال
سٹی کسی کی پار ہو د درمیان رہے

یہ قصات کس کی سنی اور کوشش کا نتیجہ ہیں؟ حکمت صحیح طور پر اس کا تعین بھی نہیں کر پائی۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ الطاف حسین اس کا مدد رہا ہے، وہ دہشت گرد ہے، اس کے خلاف ۔۔۔ مقدمے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے برعکس الطاف حسین یہ الزام لگا رہا ہے کہ اپنی دہشت گرد ہے، اور پاپی کی حکومت کے کارند دہشت گردی کر رہے ہیں، اگر حکومت کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ الطاف حسین دہشت گرد ہے تو یہاں وہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک یہ کہ الطاف حسین سے لوگوں کو توں قتل کر دے؟ ان کو کوں انو کر دے؟ اگر اس کے خلاف دہشت گردی کا مرتکب کوں ہے؟

دو سوال یہ ہے کہ اگر حکمت کا یہ الزام صحیح ہے تب بھی قابل عور بات یہ ہے

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"جب دو مسلمان کھواریں سوئت کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں نکل
"میں تو قاتل اور مقتول دونوں جسم میں جاگئی گئے۔ عرض کیا کیا؟
"وہاں اللہ یہ قاتل تو جبر جنسی ہوا، مقتول کیوں جسم میں جاتے گا؟
فرمایا: وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔"

(صحیح بخاری ۲- ۱۰۵۵ صحیح مسلم ۲- ۳۸۸)

یہی قصہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنتا تسلی میں مروی ہے۔
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

"جب دو مسلمان کھواریں سوئت کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں
جائیں پس ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرے۔ تو دونوں میں
میں مجھے حرم کیا گیا؟ وہاں اللہ یہ قاتل تو جبر و زمی ہو، مقتول کیوں
کروں گے میں کیا؟ فرمایا: وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔"
(نسائی شریف ۲- ۵۵۵)

کراچی ایک عرصہ سے فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ مسلح شہزادہ گروہ قتل و
عامت میں ایک دوسرے پر داری لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پورے شہر و بشت
گروہی تاراج ہے، بازار بند ہیں، سڑکیں سنبلن ہیں اور عوام قاتلوں، ڈاکوؤں اور دہشت
گردوں کے رحم و کرم پر رہے ہیں، خوف و ہراس کی فلفل پورے شہر پر محیط ہے، بہت
سے علاقوں میں کھے بچھ کر دھ بیس نہیں، ہاں جب مریض علاج و معالجہ سے محروم
ہیں لوگ دہشت کے مارے گھروں میں دیکھے ہوئے ہیں اور مزدور پیشہ لوگوں کے لئے
کسب معاش کی کوئی صورت نہیں۔ اسالگتا ہے کہ کراچی میں حکومت نام کی کوئی چیز
میں حکومت کے جن اداروں کے دہ لوگوں کے حال و حال اور عرش و آہود کی حفاظت کا
قریضہ سپرد کیا گیا ہے (جو حکومت کی اصطلاح میں پولیس اور شیگرز کہلاتے ہیں) وہ خود
عوام کے لئے دہل پھل رہے ہوئے ہیں، عوام کے لئے قانون کے محافظوں اور دہشت

”۶۔“ کے سخت یا غریب کے آگے کار ہوں؟ حکومت اس کو قیام امن کی دوسری سپرد کر رہی ہے جب کہ دشمن نے سٹو ہوا کرنے کی ذمہ داری اس کو پیسے سے سوپ رکھی ہے۔ حکومت دہشت گردوں کی سرکوبی اور شہریوں کو ڈاکوؤں اور سیدیوں سے تجارت دوسے کا کام ان لوگوں سے لے رہی ہے جس کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ خود سیدیوں کے سرفروہ ہوں مگر یہ لوگ بکریوں سے ریوڑ کو بھیڑوں کے حوالے کیا جا رہا ہے۔

ایک امکان یہ بھی ظاہر ہو جا رہا ہے کہ اس حالات میں مختلف رستوں میں تلواریوں کا بھی حصہ ہے۔ اس سے متعلق شاید بھی موجود ہیں۔ مثلاً کافی دیر پہلے شہر میں کالونی میں ایک مکان سے فارغ ہو رہی تھی پھر اس سے ملتا ہوا تھا کہ وہاں ناگام رہا۔ ملا کر فوج نے کارروائی کی ایک شخص مار گیا اور ایک گرفتار کیا۔ یہ مکان بھی تلواریوں کا تھا اور فائرنگ کر رہا تھا بھی تلواریں تھیں۔

بائل کالونی میں دو تھے رقبے سے بعد متحارب گروہ رہے تھے۔ وہاں نے بزرگوں سے کشمکش کی کہ یہ کون رہا ہے؟ انکشاف ہو۔ وہاں کے کاروبار کا مرکز۔ ”خدمت“ اس کام دے رہا ہے۔ اپنے دوستوں کے ذریعہ کبھی ایک گروہ کے خلاف کا واپس کر رہا ہے، کبھی دوسرے گروہ کے خلاف۔ اس طرح دونوں گروہ آپس میں کشمکش رہا رہے ہیں۔ اور جب کبھی یہ آگ اور تھنڈی ہوسے کوئی ہے تو یہ صاف صاف مرید مار دوڑتے لے لے اپنے خدائی خدمت گاروں کو مامور کر دیتے ہیں۔

حال ہی میں انتخابات میں یہ جبر شائع ہونے لگا ہے

”ایک رات بھارت اسرائیل متعلق کرتے والا گرفتار“

”لاہور (پارلیمنٹ ڈسٹرکٹ)؛ سٹیل انٹیلی جنس نے ایک آسٹریائی باشندے بمشراحہ کو اسرائیلی لٹنی رات بھارت اور اسرائیل کو متعلق کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے ایک چلیں روزانہ کے مطابق تلواری بمشراحہ کی اسلام آباد میں ایک پرائیویٹ کمپنی فرم ہے اور اس سے خاص عوارض ہیں کمپنی کے نظام کی تنصیب کے دوران جو بھی

کہ الطاف حسین اور اس کی جماعت ہشت گردی پر آمادہ کیوں ہوئی؟ اور وہ کیا اسباب و
 علل ہیں جنہوں نے اس لاکھوں افراد پر مشتمل جماعت کو حکومت کے بقول ہشت گرد
 بنادیا ہے؟ کیا یہ وہی صورت حال ہے جس نے مشرقی پاکستان کے شیخ مجیب الرحمن کو غدار
 بنادیا تھا۔ اور جس سے ملک کو دو نیم کر دیا؟ کسی طبقے کے ساتھ ایسی بے انصافی و جہل و
 نہ سمجھنے کی وہ "جنگ بندی" ہے کہ آج کل کے دور میں آپ اسے غدار و غلامی و غلامی
 کہہ کر مرید مشتعل کر دے گی۔ اگر وہ غدار اور غلامی نہیں تھے تو آپ کے
 اشتعال انگیز حربے سن کر، اعدا باغی اور غدار مارو یہ اعدا لے۔

ہمارے مقصود۔ شیخ مجیب الرحمن کی صلیٹی ٹیٹو بنانا ہے اور یہ الطاف حسین کہ معصوم
 مرتد ثابت کرنا ہے، بلکہ یہ بتانا ہے کہ اگر الطاف حسین ظالم ہے تو حکومت کا رویہ بھی
 موٹی مضائقہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ظالم ہے۔ کنگسٹن بوسی جیٹ سے جس
 معصوم، بے گناہ کی نیت و نیت ہو۔

سچی۔ سات۔ ۷۔ ملک میں "دہشت گرد" سے ایجنٹ نہیں لگے ہیں اور یہ کہ ہندوستان
 اپنے ایجنٹوں کے وسیع رپٹی میں جہاں کشمیر کا بدنام ہے وہاں ہے یہ بات بڑی حد تک
 قرین قیاس سے شیعہ مسلمانوں پر کرے کے لئے دونوں فرقوں کے مشورہ لے ہی مقدمات و
 خانہ بنانا، ایم کیو ایم کے دونوں دھڑوں کے جواب گروہوں کی شکل میں تبدیلی سے
 لئے دونوں سے چند چیدہ قرا کو چس چس۔ ہلاک کرنا کی طرح سانے دونوں سے
 درمیان مسدودی ملک ہر ملک کے لئے دونوں کی "بلیوں" کو نشانہ بنانا، یہ غیر ملکی ایجنٹوں کا
 کام بھی نہ ملتا ہے، ان کے درمیان میں ڈال دیا جائے اور پھر مسدودت کا یہ شجرہ خیر
 حوری چلتا چھوٹا ہے، اور مسلمانوں میں کتنے مرتد ہیں۔

جیسا کہ ہم سے عرض کیا کہ اس امکان و مسرد نہیں آج چا سکتا، جس سوال یہ ہے کہ
 حکومت نے اس کا ادا کیا تلاش کیا ہے؟ اور اس غیر ملکی مداخلت کے مددگار کی سائنس
 اختیار کی ہے؟ ہماری اطلاع کے مطابق حکومت کے جانوں ہلاک کرنے والے اور
 (جو پیس اور ریکرو) میں ہندو بھی شامل ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ۔ سرکاری اہل کار جو۔

پدگراہم کے بعض خفیہ راہ حاصل کر لئے اور اپنی آسٹریلوی بیوی کی
 معرفت یہ راہ بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی
 "موساد" کے ایجنٹوں کو سب کچھ بتا دی۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۰ جولائی ۱۹۸۵ء)

لیکن ہماری حکومت کی نظر میں شاید قلابازیوں سے بڑھ کر شریف اور معصوم کوئی
 نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن جن کڑے احساس شعبوں میں قلابازیوں اور ان کے ہمناموں کو
 مسئلہ کیا جا رہا ہے اور موجودہ اور حکومت میں اس لوگوں کی جراثیم دے چکی اس قدر بڑھ
 چکی ہے کہ گزشتہ اودار میں اس کی مثال نہ ملے گی۔

طریقہ عملات قائمہ اور نہ فریق بھی ہو حکومت کا فرض ہے کہ عام شہریوں کی
 زندگی اجیر رہے۔ بجائے لسانی اصل جہ کو تلاش کر کے حکمت و دانائی اور تدبیر کے
 ساتھ اس دنیا کی سرے۔ اور۔۔۔ خیال میں سرپی میں جس سطحی و بے دردی سے
 دروازہ درجنوں آدمی قتل ہو رہے ہیں اور اس سلسلہ میں جس سیلہ تشدد اور بربریت کا
 لوگوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے یہ کسی مسلم کا فعل نہیں ہو سکتا۔ ایسی درندگی کا مظاہرہ
 صرف وہی کر سکتا ہے جس کا دل کھری آرمی سے بالکل سیاہ ہو چکا ہو، انسانوں کا قہر کر
 کے یورپ میں بند کیا جا رہا ہے اور وہاں تک لاشیں سڑکوں پر پڑی سڑ رہی ہیں اور کوئی
 ان کی تدفین تک نہیں کرتا۔ کیا یہ کسی مسلم کا فعل ہو سکتا ہے؟

ایک مدرسہ کے برسرِ اس ہنگامہ کے پاس تشریف لائے، ہمسوں سے بتایا کہ ایک
 نوجوان ان کے مدرسہ کا پورے ہی تھا، اس کو اور اس کے ساتھ مدرسہ کے ڈرائیور کو پکڑ لیا
 گیا۔ دونوں کے ہاتھ پاؤں پانچہ کر ان کے ہاتھوں نو رہاؤں کا قہر کیا گیا۔ پھر بے شمار
 گولیاں دونوں کے منوں میں پوسٹ کی گئیں، دونوں کی لاشیں مدرسہ کے پاس پھینک دی
 گئیں اور ان کی جیب میں یہ پرچہ ڈال دیا کہ ٹھہری کرے والوں کی یہی سزا ہے۔

اس نوعیت کے بیسیوں حوادث رونما ہو رہے ہیں، مگر افسوس کہ کسی کے دل میں
 رحم نہیں، کسی کے دل میں خدا کا خوف نہیں، کسی کے دل میں یہ فکر نہیں کہ مرنے کے

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس دائرے کا ابتدائی ہدف
 کھینچا ہوا ہر اذیل ہیں۔ ماہرین کے مطابق ایڈر اور ہون کی طرح
 اس دائرے سے بھی سب سے پہلے منحنیہ حار و بارانی جنگلوں میں کام
 کرنے والے محنت کشوں کو تشدد بٹلیا۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ
 دائرے سب سے پہلے دریائے ایمیزن کے طاس میں پائے جانے
 والے جنگلی سوڈوں اور تلمیر (وسطی اور جنوبی امریکا میں پائے جانے
 والا ایک سم دار جانور جو غمی فٹ اونچا درجہ فٹ لبا ہوتا ہے) میں
 پیدا اور پھر اس کے بعد یہ انسانوں کو منتقل ہوا۔ واضح رہے کہ
 ہاگ دائرے کے لیے ’پھینکے اور دستی ریلوئوں کے ٹاپ سے ٹیک
 دوسرے محض کو منتقل ہو جائے۔ ماہرین اس بیماری کو طاعون کے
 مماثل قرار دے رہے ہیں۔

اس دائرے کا شمار بد قسمت شروع شروع میں تیز رفتاری میں
 جلا ہوا تھا۔ اس کے بعد اسے جن زونوں میں شدید درد اور سوجن
 کی تکلیف لاحق ہو جاتی ہے اس ابتدائی علامات کے بعد مردوں
 کے اندر دلی اعضا سے جسم کے اندر ہی خون رسنے لگتا ہے اور پھر
 ’ہمت بہت ناک‘ کھوں مہر سوڈوں سے حور بنے لگتا ہے۔
 عام طور پر اس دائرے کا شکار بننے والے ۳۰ بعد افراد موت کے
 منہ میں پہلے جاتے ہیں اور جو بد قسمت یا خوش قسمت زندہ بچ جاتے
 ہیں۔ وہ کسی عفریت سے کم نظر نہیں آتے۔ کیونکہ اسل کم شور
 زیادہ نظر آتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اب تک کم از کم
 ۳۳۰ افراد اس دائرے کا شکار ہو چکے ہیں۔ زندہ بچ جانے والے

ایک عبرت ناک بیماری

اللہ کی پناہ! ایک عذاب الہی

انسان سو رکھ میں ہونے لگے

مسمم المہ شر حسن الر حیب۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

دور نامہ جنگ راجی (۳۳ جولائی ۱۹۹۵ء) میں جناب ”ر“ ایم فکین صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں ایک عورت انگلیز بیماری کا ذکر ہے، جن کا زمین کریم کی نظر سے یہ مضمون نہیں گزر، ان کے مطالعہ کے لئے ویل میں درج کیا جاتا ہے :

”ہاگ وائرس“

”ایڈز اور پولیو جیسے خطرناک وائرس کے بعد دنیا کو اب ایک

نور خطرناک اور عجیب و غریب وائرس کا سامنا ہے۔ یہ وائرس جسے

”ہاگ“ یا ”کوچھو“ کا نام دیا گیا ہے، کو سمیا اور براہیل میں نمودار

ہوا ہے۔ اس وائرس کا شکار تیل یا تو مریض ہے یا پھر چند دور میں

اس کا چہرہ سودا ہوا جاتا ہے۔ سانس دان سر توڑ کوشش کر رہے

ہیں کہ کوئی دیکھیں تیار ہو جائے جو اس خطرناک ترین وائرس

کو ختم کر سکے۔

پہلے اس کا تعین کیا جانا چاہئے کہ یہ وائرس کس طرح عمل کرتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی اس وائرس کے پھیلاؤ کی روک تھام کے لئے کوئی دوا یا ویکسین تیار کی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر جیرن کار کا کہنا ہے ” ہمیں اس وائرس پر انتہائی سرحت سے قابو پانا ہوگا۔ اگر خدا انخواست ہم اس کو شش میں ناکام رہے تو پھر ” نے والے چند سالوں میں یہ خوفناک بیماری پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں سے لے سکتی ہے۔ ایسا ہوا تو پھر نثر ارض پر ہر طرف سور نما انسان ہی نظر ” میں گئے۔“

رہبر سہ ماہی ۲۲ جولائی ۱۹۹۵ء

اس مضمون میں ہمارے لئے جہت و ہیئت سے کئی پسو ہیں اس میں سے چند ضروری امور کی جانب توجہ دیتا ہوں۔

۱۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ اس بات شدہ قوموں کا، ریا سے جس کی شکلیں مسخ ہوئیں اور جس کو اس کے جرائم کی سزا میں بندوں اور خیریتوں کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا، مثلاً سورہ بقرہ آیت ۶۶ میں اس یودیوں کا، کرے جس کو بندوں کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا۔

اس آیت شریفہ کے ذیل میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں :

فاکدہ یہ واقعہ بھی ہے، سرکسل کا حضرت اؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوا، یہ اسرائیل کے لئے ہفت دنوں معظمہ اور عبادت کے سے مقرر تھا اور پھیلی کا شکار بھی اس دن ممنوع

مریضوں کی جلد موٹی ہو جاتی ہے ٹانگ اور کانوں کی مہلتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ٹانگ اس حد تک موٹی ہو جاتی ہیں کہ وہ بہتیت ہو جاتی ہے کہ اس میں اور سور کی قوت قوتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ بال ٹھوڑے اور سونے ہو جاتے ہیں۔ اس کی رنگت بھی بدلتی ہے۔ جلد میں کوئی لکڑی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی رنگت بھی سیٹھوں کی طرح نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر جیون کا کہنا ہے کہ:

”انسانی جسم میں سے والی یہ خوفناک تبدیلی محض چند روز میں عمل ہو جاتی ہے۔ اور مریض خواہ مرد ہو یا عورت اس کی شکل سو جیسی ہو جاتی ہے۔ اس مرض یا وائرس کا یہ پہلو انسانی دردناک ہے کہ اس کا شکار ایک قاتل طریت انسان بن جاتا ہے۔ میں نے کئی واقعات دیکھے ہیں کہ ایک شخص جو سب کو پیارا تھا اس بیماری میں مبتلا ہو کر سب کا پیار اور محبت کھو بیٹھ گیا۔ وہ ایسے شخص سے دور بھاگتے ہیں۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر بھی اس کے قریب آنے سے گریز کرتے ہیں۔ میں نے اس طرح کی خوفناک بیماری اس سے قبل بھی سیکھی دیکھی۔“

ہائ وائرس سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۷۸۷ ہو چکی ہے۔ جو زندہ بچ گئے ہیں وہ موت سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ کوہیائی پبلک ہیلتھ ایجنسی نے اس وائرس سے متاثرہ افراد کی مختلف قسم کی طبیعتیں ملک کی اعلیٰ پوزیشنوں اور یہاں پر اس کو بھجوائی ہیں۔ اس ضمن میں امریکا کے ماہرین سے بھی رجوع کیا گیا ہے۔ سائنس دان اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ

حضرت شیخ الاسلام مولانا شمس احمد عثقیؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں

”میں تو تمام کتب سلویہ میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے لیکن
 بنی اسرائیل کے کافروں پر جب وہ صیہون و ترو میں حد سے گزر
 گئے مگر نہ بجز کسی طرح اور تکاب جو ہم سے باز آتا تھا اور نہ میر
 مجرم مجرم کو روکتا تھا بلکہ سب شہرہ شکر ہو کر بے تکلف ایک
 دوسرے کے ہم پیار و ہم نوا بن گئے تھے منکرات و فواحش کا
 اور تکاب کرے دلوں پر کسی طرح کے نقصان نہ لگتا اور ترش
 روئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا تب خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام
 اور حضرت مسیح علیہ السلام کی بدولت سے ان پر لعنت فرمائی جیسے
 گناہوں پر ان کی حسرت حد سے گزر گئی یہ لعنت بھی جو ایسے
 جلیل القدر اہلبیت کے توسط سے کی گئی جو میر معمولی طور پر چہ کن
 ثابت ہوئی غالباً یہ لعنت کے نتیجہ میں ان میں سے بہت سے افراد
 ظاہر اور باطن بدور اور خیر کی شکل میں مسیح کر دیئے گئے۔“

(واحد جلد)

ان آیات شریفہ سے واضح ہوا کہ اہم سہبت سے بعض کو مسیح کا عذاب ہوا
 یعنی انسانوں کی ظاہری شکلیں بھی بندوں اور خزیروں کی شکل میں تبدیل کر دی
 گئیں۔

بعض لوگ اپنی عقلیت پسندی کی وجہ سے ان تمام آیات کو بعض میں مسخ یا
 بندوں اور خزیروں کی شکل میں تبدیل کر دئے جانے کا ذکر ہے ”مسخ معنوی“ پر
 محمول کرتے ہیں ”یعنی ان کی ظاہری سلفی شکلیں تبدیل نہیں ہوئی تھیں بلکہ یہ لوگ

تھے۔ یہ لوگ مسند کے کنارے پر بیٹھتے، اور پھیل کے شوق سے
تھے، اس حکم کو نہ مانا، اور شکار لیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف
سے مسخ صورت کا عذاب نازل ہوا، اور تین دن کے بعد وہ
سب مر گئے۔“

(معارف القرآن جلد ۱ ص ۲۳۲)

سورۃ اعراف کے رکوع ۲ (آیات ۱۳۳-۱۴۶) میں بھی اسی واقعہ کی تفصیل ذکر
فرمائی گئی ہے۔

سورۃ المائدہ آیت ۶۰ میں اس لوگوں کا ذکر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی
میں پر قرآنی لوٹا، اور بن کو بیدار اور خرم بنا دیا، معارف القرآن میں ہے
”یہودیوں نے جب حج بیت کے حکام کی خلاف ورزی کی تو
اللہ کا عذاب آیا، وہ بکھرتا دیکھ گئے، اور خسار کی درخواست پر
”مطلی مانہ نازل ہوئے گا، انہوں سے پھر بھی ناشکری کی تو اس کو
بہر اور سوزنا دی گیا۔“

(معارف القرآن جلد سوم ص ۱۸۳)

اور سورۃ مائدہ ۷۸-۷۹ میں اس کی خصوصیت کا سبب ذکر کیا گیا ہے کہ وہ
لوگوں نے جو تم اور باقرانیوں پر دشمنی کے ساتھ اصرار کیا، جس کی وجہ سے حضرت
داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اس پر لعنت فرمائی

مفسرین ہونے کا قرآنی اسرائیل میں سے داؤد کی زبان پر اور
عیسیٰ بن مریم کی۔ یہ اس لئے کہ وہ باقران تھے، اور حد سے گزر
گئے تھے۔ انہیں میں منع کرتے تھے، کہ وہ جو وہ کر رہے
تھے، کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے۔“ (معارف القرآن)

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حکم کن کے ساتھ پیدا فرمایا تھا،
 اسی طرح کلمہ کن کے ساتھ اشکل کو بھی مسح کر دیا۔ اور کن ٹیکونی طاقت کے ظہور
 کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کسی شخص پر ایک ایک ایسی ناگہانی بیماری مسلط کر دی
 جائے جس سے "تا" "نفا" اس کی شکل بگڑ جائے، جیسا کہ کولہ ہال مضمون میں سے
 وائرس کا نام ہوا گیا ہے کہ تاج تک۔ تو اس کا حقیقی سبب دریافت ہو سکا اور نہ اس کا
 علاج کسی کے ہاں ہے۔ گزشتہ اقوام میں بھی اس کن ٹیکونی الٹی طاقت کا ظہور
 ہوا تھا، چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

"تکونیں" جہاں میں صحت رہی وہیں اور صورت گرفت کہ
 حملہ گوشت مایوں در شکم رہاں شدہ شدہ دادہ خیرہ جدام گردیدہ ویف
 ہار خلد ایشل مدف شدہ پاست ایشل شکل چسب و سارفت
 دور مشائے ایشل نمی و اندوب غور نمود رنگ رد روح
 گردیدہ، مویجے اصلی پیاں ساقط پذیرفتہ و شکل چہرہ خیر شد
 چنانچہ در غلبہ جدام و شرد دیالیں احمد قوت تعلق ہم از ایشاں رائل
 کشہ و قسم و شعور سلی بجا ہام کی نگرستندی کہ مستند و بعد
 از حد روز مجہ دلاک شدہ و مردہ۔"

(تفسیر عنزی، القرون ۶۶)

ترجمہ: "اور میں لوگوں میں ان صفت کی تکونیں و بچو سے ہیں
 اور صورت اختیار کی کہ وہی چھٹیوں کا گوشت ال کے بیٹھ میں گزارہ
 کر جدام کا لہجہ خیر شدہ بن گیا، اور ایک یہ مدہ جدام ان کی جلد میں
 ایسی قوت سے بوڑھ کہ ان کی کھال نے ہمدرد کی کھال کی شکل

انسانی صفت سے عاری ہو گئے تھے اور ان کے اندر بندوں اور خنزیروں کی صفت در آئی تھیں۔

اہل حق پیشہ ان سے شریفہ کو "مسخ ظاہری" پر محمول کرتے "تھے ہیں" یعنی ان ملعون لوگوں میں صرف معنوی تبدیلی نہیں آئی تھی بلکہ معنوی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کی ظاہری شکلیں بھی بدل گئی تھیں۔ پور میں نے جس مضمون کا حوالہ دیا ہے اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد اہل حق کا یہ موقف صحیح ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں ہر تم پیشہ لوگوں کی ظاہری شکلوں کو بھی مسخ کر سکتے ہیں جیسا کہ ان کی باطنی شکلیں ان کے حرام پر عیثم اصرار کی وجہ سے مسخ ہو چکی تھیں۔

۲ قرآن کریم میں اس کی وضاحت بھی فرمادی گئی ہے کہ اشکال کی یہ تبدیلی (جسے مسخ کہتے ہیں) اسباب عدویہ سے بالاتر "حق تعالیٰ شانہ کی کن ٹیکنیکی طاقت سے ظہور میں آئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے

فَعَبَّ لَهُم كُيُوبُهُمْ قُلُوبُهُمْ مَدْرَسَةٌ لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (البقرة: ۶۶)

ترجمہ: "تو ہم نے کن ان سے ہو چکے ریل بندر۔

درجہ شیخ الحدیث

رحمات اللہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں
 "وہیں گشتن گشتن ملکوں و بیجاو اسب نہ گشتن تکلیف و
 محنتان" یا وہ فعل در مقدور محنت در کار شد۔"

(تفسیر عزیزی، القرة: ۶۶)

ترجمہ: "اور۔ لہذا کہ ذیل بندر بن ملک و بیجاو کا کثرتاً
 کہ تکلیف و محنتان کا حکم کہ اس فعل کا محنت کی قدرت میں

لئے پھرتے ہیں اور چھوٹے بچوں کی سی پر لطف حرکتوں کی وجہ سے انہیں محبوب رکھتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بندہ بھی ہے تو ایسے بندہ کہ جو صلیب ایل و محقر تھے کیونکہ ان کے اندر کی حلقہ ہون کے گوشت پوست کو کھارنی تھی نہایت شمعیں تھی اور ان کے بدن سے باقتل برداشت بدو رقی تھی اور جو شخص کہ دور سے عبرت کے طور پر اس کا رشا، جیسے تاروں پر سن طعن کرتا اور رجز و دھامت کرتا اور یہ کئی حسرت کے ساتھ سر ہلاتے اور دیکھتے۔

حضرت شہ صاحب کی یہ تحریر دو سو سلی پے ی ہے، لیکن اب لکھا ہے گویا ”ہاگ وائرس“ کا مضمون چڑھ کر لکھ رہے ہیں۔ غور فرمائیے کہ ان مسخ شدہ اسم سابقہ میں نور ”ج“ کے ”ہاگ وائرس“ کے جملہ مہیوں میں کتنی شدید مشابہت ہے۔
نمودہاوند۔ استغفر اللہ۔

۳ جس طرح قرآن میں پہلی امتوں میں مسخ کے عبرتاک عذاب کا ذکر فرمایا ہے، اسی طرح اعلیٰ شریف میں اس امت میں بھی مسخ کے عذاب کی پیشگویی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

”میری امت میں کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب، اور کلمات موسیقی کو (حوشما نعیوں سے) طلل کر لیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے قریب اقامت کریں گے وہی ان کے موسیقی پر کر کیا کریں گے ان کے پاس کوئی طاعت مند اپنی ضرورت لے کر نہ آئے گا تو (ازراہ حقارت) کہیں گے کہ ”میں نہ“

اقتدار کرنی 'کوری' کی کمر میں بھی غم نور جھکاؤ ظاہر ہوا 'اور چرے کا رنگ سوخت ہو گیا' من کے بدن کے اصلی بل جھڑ گئے 'اور چرے کی شکل بدل گئی' جیسا کہ غلبہ جذام میں ہوتا ہے مزید برآں یہ کہ من کی بولنے کی قوت بھی راسل ہو گئی 'اس طرح پوری بندوبست کی شکل بن گئی' البتہ اسانی قسم و شعور باقی رہا 'من میں ایک دوسرے کو (بندوں کی شکل میں مسخ شدہ) دیکھتے تھے 'اور دوتے تھے 'اور نہیں روئے کے بعد سب ہلک 'اور سردار ہو گئے'۔

یہ تو ٹھوٹی طور پر من کے بند رہا دیئے جانے کی توجیس ہوئی 'گے من کے ذیل بندر' بنا دیئے جانے کی توجیس کرتے ہوئے شہ صاحب لکھتے ہیں "کاش بوزلنا خوش شکل میگردیدند کہ مردم "انرا" بنا بر مرغوبیت حرکت تنہا پرورش می لیدند" و قلابہ زریں و جامائے ریشمین می پوشانند" و مصاحب خودی سازند" دور رنگ اطفال و مصب۔ خوش حرکات محبوب می دارند" "لیکن ایشل گشت اندر بود ملور تن حالت کہ بودند خاستن یعنی مسک و مسخر" بسبب شکن ظلم اکل در آئنا و بر آئین بونے بد از آید ان آئنا" و ہر کہ از دور برائے حیرت چشمئے ایشل می آید من و وطن و تو بخ و طردی کود و میسج کمل حسرت سری جہتید ندای دیدند"۔

(غیر مریدی غازی 'سورہ نقو' ص ۲۴۵)

ترجمہ "اے کاش کہ وہ خوش شکل بندری بن گئے ہوتے کہ لوگ من کی مرغوب حرکت کی بنا پر من کی پرورش کرتے ہیں۔ ان کو دریں قلابے نور ریشمی لباس پہنتے ہیں 'انہیں اپنے ساتھ ساتھ

گویا ”ہاگ وائرس“ کا یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ایک نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس قسم کے واقعات اور کتنے رونمائیوں کے؟ اور اس ”ہاگ وائرس“ کا دائرہ کب تک وسیع ہو گا؟ اور ابھی کون کون سے ”وائرس“ پردہ غیب سے ظہور پدیر رہے ہوں گے؟ حق تعالیٰ شانہ ایسے ہندوں کی پردہ پوشی فرمائیں، اور حضرت رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فقیل امت کو اس غیر ناک خدایوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

۴۔ مسیح کا یہ عذاب جس جرم کی وجہ سے اپنی قوموں پر نازل ہوا قرآن کریم نے اس کی عتاب بھی اشارہ فرمایا ہے، مثلاً وہ ہستی جو دین کے کنارے آجوتھی، جن کی شریعت میں ”بہتے گایوں“ کا دھار و رکب معاش کے لئے ممنوع تھا، لیکن ان لوگوں نے ایک حید کے ذریعہ عت کے دس مچھلی کے شکار کو حلال کر لیا، اور جب نصیحت کرنے والوں نے اس کو سمجھایا کہ تمہارا یہ حید غلط ہے اور تم ممنوع شری کے مرتکب ہو رہے ہو تو اسوں نے ان کی نصیحت کو، نفی توجہ نہیں سمجھا، یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو نمائش کی تو اسوں سے وقت کے پیغمبر علیہ السلام کی فمائش پر بھی کس سیں دھرا، بلکہ یہ کہنہ جنتی کی کہ ہم سالہ سال سے اسی طریقہ سے شکار کرتے چلے آ رہے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی، اور وہ بندہ دونوں شکل میں مسیح کر دیئے گئے، گویا ان لوگوں کا جرم چند جرائم کا مجموعہ تھا

○ محرمات شرعیہ کا مرتکب کرنا۔

○ حید جوئی کے ذریعے محرمات کو حلال کرنا۔

○ نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر کلن نہ دھرنا۔

○ حتیٰ کہ ایسے پیغمبر علیہ السلام کی فمائش کو بھی نفی توجہ نہ سمجھنا۔

○ بد اخلاقی کا مست خداوندی کا مورد بن جانا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اتنا رات عذاب نہیں کر دے گا، اور پہاڑ کو
 اس پہ کر دیا جائے گا۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو قیامت تک کے
 لئے بھڑک اور خنزیر بنادے گا۔

(صحیح بخاری ص ۷۸۳، ج ۱)

بخاری شریف کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں "مسخ" کے
 مطلب "کی دستگیری فرمائی گئی ہے۔" اس میں سے چند احادیث اس ناکارہ کے ساتھ
 "عصر حاضر حدیث ہوئی" کے آئینہ میں "جھکی ہیں۔"

اس احادیث میں بھی جس "مسخ" کا ذکر ہے اس سے صرف مسخ معنوی مراد
 نہیں، بلکہ صورتوں کا مسخ مراد ہے، یعنی واقعات اس لوگوں کی شکلیں بندوں اور
 خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دی جائیں گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حافظ ابن حجر صحیح بخاری شریف کی مندرجہ بالا حدیث کے دلیل میں لکھتے ہیں:

"قلت من عرسي ابحنم لحققة كما وقع في
 الامم السابقة ويحتمل ان يكون كتابه غير
 بيد حلافهم قلت لا اول سبق له سابق"

(فتح الباری ص ۵۰، ج ۲)

ترجمہ "ابن العریبی کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث میں
 مسخ سے حقیقی مسخ مراد ہو، جیسا کہ گزشتہ امتوں پر ہوا تھا، اور نہ
 بھی احتمال ہے کہ ان کے احوال کے تبدیل ہو جسنے سے کہتے ہو۔
 میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ یہ احتمال ہی سابق حدیث کے زیادہ مطلق
 ہے۔"

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمسود مسح کے جس واقعات کی پیش گوئی فرمائی ہے اس میں بھی ان جرائم کی طرف اشارہ فرما دیا ہے جس کی وجہ سے یہ دُک مسخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، مثلاً ربا کو، زینہ کو، شرب کو اور عہازب (آلات موسیقی) کو یہ دُک حلال کر میں گئے۔ ظاہر ہے کہ "حلال" کر کے لئے ہی۔ کسی تبدیل اور حیثیت کا سارا میں گئے، چنانچہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ یہ دُک شراب کو حلال کر میں گئے تو صحتہ زام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دُک شراب کیسے حلال کر میں گئے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت و صاف صاف بیان فرمایا ہے؟ فرمایا: بسموہ، بمعبر سمہہ فیستحلونہا۔

ترجمہ: (مس ۳۰)

ترجمہ: "اس دُک کو اور ہم رکھ گئے اس کو حلال کر میں گئے۔"

گویا حرام چیز کو حلال کرنے کا ایک حیلہ یہ بھی ہے کہ اس کا ہم رکھ دیا۔ مثلاً

(۱) کما گیا کہ سو حرام ہے اگرچہ یک کامنافع ہو، میں یہ کہ "پ" الف ہے۔

(۲) کما گیا کہ شراب حرام ہے مگر یہ تو شراب نہیں اس کا نام تو یہ ہے۔

(۳) کما گیا کہ جو احرام ہے مگر یہ تو جو اس میں شورس ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کلمہ کا ارتکاب بھی ممکن جرم ہے مگر اس

سے بڑھ کر ممکن جرم یہ ہے کہ حلال و حرام کا تصور ہی مٹ جائے اور حرمت

شرعیہ کو خالق جیوں بہانوں سے حلال کر یا جائے، انہوں نے کہ بہت سے دُک

اس جرم عظیم کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں، وہ گنہ کو گنہ سمجھ کر اپنے آپ کو لائق

حکومت نہیں سمجھتے بلکہ اسے قتل فخریہ سمجھتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ اس امت کی حفاظت فرمائیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے میں کہہ چکا تھا۔ سو وہ کہہ
 ۔۔۔ سو وہ دھک دھک کہہ "ہیکہ"۔۔۔ (میں نے)
 ترس "میں نے دیکھا کہ تم نے ہمارے حق میں نفرت کا بیج
 نہیں رکھا" بلکہ میں تمہارے حق میں یہ "بیج" بکھیر رہا ہوں کہ
 دنیا تم پر پھیلے گی چاہے "یہاں نہ تو تیرے پتے ہوں پر
 چھائی کی "ہاں" نہ بھی اس "محتاج" میں محمد مراد میں
 رحمت سے کہہ "پتے" ہوں۔ اس میں رحمت کی
 اور یہ "نہ" بھی جانتا ہے "میرا"۔۔۔ یہ پتے تو گناہ
 ہلاک کر دیا۔"

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی تنگی اور عسرت میں خرچ
 ہوئی" ایسا نمک کہ سہ ماہ میں غزوہ موتہ ہوا "تو اس کا نام "جیش عسرة"
 رکھا گیا۔" حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوا اللہ عنہم
 ہمیں پر مال و محتاج کی اتنی تنگی تھی کہ فکر کا ساماں بھی مہیا نہیں ہو پاتا تھا
 جیسا کہ قوت کریم میں ذکر کیا گیا ہے "اور" حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
 دھماکا اس حالت میں ہوا کہ "آپ کی زرہ چند صاع حے ملے میں گر دی
 رہی ہوئی تھی۔ فتح حیر کے بعد کچھ کشائش ہوئی تھی "لیکن جو کچھ "آدھ ہاتھ
 کے ہاتھ خرچ ہو جاتا" اور ایک اس بھی اس کو رکھا گو رو نہ فرماتے۔
 حادثہ میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تنگی معیشت" اور دنیا سے بے رغبتی کے سوجھ بوجھ ہیں۔ ایک موقع پر
 "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اعلیٰ پر چھوڑی چٹائی کے شانبات تھے
 عہد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "اے رسول اللہ" آپ کی یہ
 حالت ہے "آپ اجارت میں کہ ہم دیکھ لیا" آپ کے لئے اچھا بڑا عہدہ

یام سے ہی ہوتا ہے۔ ہر خوشحالی کا دو دم پر شروع ہو گیا، جب کہ شے پنے
 قاتلوں سے "سنے" کے باغوں کو طویل عرصہ تک لندس و عہدت کا سامنا کرنا
 "دوست کی ریشا پٹن کی بنا" میرے مدد و "بچ بھائیوں کی یاد کی عظیم
 و تربیت بہت بڑے اعلیٰ طور پر مشرقی اسکولوں میں ہوئی، چنانچہ مجھے فراغت
 مقام کے بعد فوری طور پر پاپیس "میسرے" طور پر ملازمت مل گئی، چھوٹے بھائی
 کو ملک "میسرے" ملازمت ملی اور "میسرے" مدت میں سے ایک کو انکم ٹیکس میں
 ایک کو کسٹم میں جب کہ ایک بھائی کو کے "ی" سے میں اور سب سے چھوٹے
 کو کے "ای" میں ملازمت مل جانے پر "تختہ" کے علاوہ اس دہائی دور
 رشتہ پائی سے مصدق خوب حرم کی ملازمت و رشتہ "تانا شروع ہو گئی
 "دوست" کے طریقہ دوست سے "میسرے" شروع ہو گئے چونکہ ہم سب بھائیوں میں
 یکساں کاشت تانے۔ "میسرے" سے ہی سہا "بچ چنانچہ ہم نے "میسرے" طور پر "میسرے"
 "میسرے" وسیع و عریض "میسرے" میں رہا "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"
 میں اسے میں "میسرے" ہو "تھا" خوب رشتہ کا "پا" "میسرے" رکھا اور "میسرے"
 "میسرے" روں سے "میسرے" حاصل "میسرے" جب کہ "میسرے" میں سے ملک "میسرے"
 سے "میسرے" سے بڑے فائدے حاصل "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" اور
 "میسرے" کے "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"
 پیدا "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"
 میں ملازم میرے "میسرے" "میسرے" کے "میسرے" سے وہ کچھ فوائد حاصل کئے کہ
 "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"
 سے "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"
 احوال بنا رہا ہے "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"
 "میسرے" سے "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"
 میں "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے" "میسرے"

اسمعتی نعت منجہ فیہ راجح و سرکھا۔ (مسکوٰۃ ص ۲۲۲)
ترجمہ ”مجھے اپنے سے یاد خط میری مثال تھیں سے کہ
ایک مسافر تھوڑے رشتے سے پیچھے رہ گیا تھا پھر اس
کو چھوڑ کر چلا گیا۔

انٹرنل سوس کی سب سے بڑی خدمت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت
کی رغبت ہے اس لئے ارشاد فرمایا کہ

”نعت سبحی سمود و حہ لکافر۔“

(ترمذی ص ۵۶ ح ۲)

ترجمہ ”یہ سوس کے لئے نیک حالت ہے و کافر کے
بست ہے۔“

جوں جوں قیمت کا ذرا قرب آ رہا ہے اسی نعت سے دنیا سے بے
رغبتی مٹ رہی ہے اور دنیا کی رغبت بڑھ رہی ہے۔ یہ حروف تمہید ہیں
اس خط کی جو دلیل میں نقل کی جا رہی ہے اس سے اندازہ ہو گا کہ ہم دنیا میں
کس قدر مصمم ہیں اور آخرت سے کس قدر غافل ہیں یہ محسوس ہوتا
ہے گویا دنیا کو ہمیشہ رہنے کی جگہ سمجھ لیا گیا ہے اور ایمان و آخرت کا تصور
بست کمزور ہو گیا ہے۔ اب مدد بہ ذیل خط ملاحظہ فرمائیے

محترم جناب مولانا محمد مسعود صاحب دایم قیام

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

”اپنی خدمت میں درج ذیل سوس پیش ہے، اگر کم شرعی طور پر
جواب دیں یہ کاغذیں کرم ہوگا۔“

سوس میرے والدہ کی پائنتان پر بھروسہ کر کے مستقل طور پر کر چکی ہیں
بن مقیم ہو گئے تھے، میری پیدائش کی بہت پاکستان سے وابستہ ہے، انڈیا سے
ہجرت پر واپس آئے اپنی تیز فہم طبیعت اور فعال میدان و عیاری و نگارنی سے
جھوٹے سچ ہم کراے اچھی خاصیت ہے اس کا بلا کیوں اس طرح ابدالی

اس جلسے میں میری دشواری یہ ہے کہ درست کے دور میں میرا تقرر نئی
 قانونوں میں ہو جن جن لوگوں سے کاروبار کا کاموں پر میں نے خوب
 رشوتوں وہ سب کے سب نہ تو میرے وقت کار تھے اور تہی کوئی معروف
 شخصیت تھے کہ ان کی تلاش ساقی سے کی جائے اکثر وفات پا گئے ہوں گے
 اکثر بیشتر نکل مکان کر کے شہر میں کسی دوسری جگہ یا شہر آجی سے مددوں
 ملک چلے گئے ہوں گے اب میں ان کو کیسے تلاش کروں؟ اور ان کی رقم
 کو سے واپس کران؟ یوم جولی میں تو خوب رشوت کا ہمارا رگڑ رہا تھا اب
 بوجھاپے کی سناڑیں سر پر ہیں 'بے حد اہمیت محسوس کرتا ہوں جب کہ میرے
 تمام بھائی، وجود میری مخالفت کے رشوت بل خوف و خطر جیتے ہیں 'میں خود کسی
 سے رقم طلب نہیں کرتا 'اگر کوئی خود دے جائے تو وانا بھی نہیں الہت
 ، تحت عہد 'کف مکا' کر کے ر خود ہی میرا جھٹھے خاموشی سے لٹانے میں
 سرسہ کر کے پیش پچا ہے قے میں رہتی ہیں کرتا میرے بھائی میں میرے
 بھائی پنے پنے پر وہ قلموں میں نہ پا قاعدہ رشوت مانگ کر طلب کرتے ہیں
 ملک میں مارا م بھائی کے نام پر اب پیش مقرر کیا ہو 'کے شرعی طور
 پر میرے متعلق کیا حکم ہے 'خوب دینا کہ اہمیت سے چھٹکارہ پاسکوں۔
 جواب : عزم و محترم سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کا کہ لاھ شکر ہے کہ مرنے سے پہلے آپ کو گناہ کا احساس
 ہو گیا 'وہ ساتھ کے ساتھ سرگناہ کی تلافی کا بھی احساس ہو گیا 'اگر
 خدا خواست آدمی گناہ کی حالت میں مر جائے 'وہ گناہ سے توبہ بھی نہ کرے 'تو
 اس کا جہنم ہو گا 'اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ آپ کا معاملہ بہت
 پیچیدہ و نارنگ ہے 'اس جلسے میں چند باتیں گوش گزار کرتا ہوں۔

- آج تک جتنی رشوتوں ہے 'خواہ' انسان کی مقدار کتنی بھی ہے 'اس پانچ
 برس سے تو۔ 'ریں' اور گھر میں بھوکے پیاسے مرنا سزا ہے۔ 'بہت اس کے

ہے قدری کا حال ہے تھا کہ بچاں روپے کا پان اور مرغ مسٹر کی دعوت کرتا
 اس کا عام شیوا تھا اپٹ کے ای ایس سی ور کے ڈی سے میں مارم میرے
 دونوں سسین بھائی رشوت خور رہتے تھیں ان کی آمدنی کا تھابل میرے ور
 دیگر چار بھائیوں کی آمدنی رشوت کے مقابلے میں کم تھا۔ بہرحال روئے وہ
 تین ہر رات پیدا وہ بھی کر رہی تھیں اس طرح رشوت کی آمدنی کا ۱۰۰ روئے ۱۰۰
 ہر روز کی رقم رشوت رات کو بچوں کی موجودگی میں جمع کر کے پر فرما کٹی سٹ
 کے مطابق تقسیم کی جاتی اور باقی رقم کو بچ کے طور پر محفوظ کر دیا جاتا نظر
 دے محفوظ رہنے کے لئے اکثر و مشر لکڑ کا ہتھا۔ کیا جاتا جس میں عرب
 فقیروں کی شرکت کا بندوبست کیا جاتا ہر سب اپنی کاسوں کی میں تصور
 کرتے تھے ہوش اس وقت جب پانی سر سے اچھا ہو گیا تھیں جب میرے
 تین بچے محدود رات ترتیب پیدا ہوئے۔ ڈاکٹروں کا مانتا تھا کہ یہ علاج ہیں۔
 میں سے اپنی دوست اور اثر رسوخ کے علاج کے سے وقفہ نہ لے سکتے
 ہاں خرا یک میڈیکل کانفرنس میں پیش لے گئے موضوع کے ساتھ نے مجھے
 ناامید کر دیا کہ حسب سے زیادہ علاج دو بھی آتے ہماراں پوئیس و جس
 دوسرے اولاد کو حق ہوتی ہیں " چنانچہ تحقیق سے پہلے مجھے حساس ہو گیا کہ
 رشوت خوروں کے گھر کی ریت چونکہ حرام مال (رشوت سے ہوتی ہے
 چنانچہ علاج ہماراں بھی مفت میں راشی گھر لوں میں جہاں رشوت سے پر
 معصوم دوسرے بچوں کو پیدا ہونے سے ہی حسب ہو جاتی ہیں ان معصوموں کا
 کوئی قصور نہیں ہوتا اصل ذمہ دار تو ان کے والدین راشی دہوں کو ہر اعلیٰ
 چاہئے لیکن قدرت کا انتقام بھی بڑا بھرا کہ ہے "ظلم چونکہ حرام سے قائم
 ہوتا ہے اس لئے راشی والدین کو بھی ہر مٹا شروع ہو جاتی ہے۔ ان تمام
 عبرت انگیز نکتوں کو یاد لینے پر میں سے رشوت مینا پھوڑ دی یکس جو رشوت کی
 جگہ اس کے لئے آپ کا جواب ہے کہ اصل رقم حقد روں کو ملنی چاہئے۔

کہ رشوت کا ایک پیسہ گھر میں آئے ہیں۔ آپ کے جو اہلکار آپ کہہ لگائے
میں رقم پہنچا دیتے ہیں۔ اس کو صاف بتا دیں کہ میں اس کو دہر کھتا ہوں اور
کسی قیمت پر بھی رشوت کا پیسہ کھانے کا روادار نہیں ہوں۔ اس لئے یہ سہلہ
بند کر دیں۔ اور اس سلسلے میں آپ کو عزیز واقارب کی جانب سے دوست
احباب کی جانب سے بیوی بچوں کی جانب سے خواہ کتنی ہی مراحت کا سامنا
کرنا پڑے مگر آپ یہ تصور کریں کہ میرا آخری نام ہے اور اس لوگوں کا
راضی ہونا یا ناراض ہونا میرے لئے یکساں ہے۔

۲۔ اول سے لے کر آخر تک جتنا روپیہ آپ نے رشوت کا یا ہے اندامت
کے ساتھ اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کریں کہ
یا اللہ! جو رہبر میں سے کھایا ہے، قہر اور حشر میں اس پر سواغندہ فرمائیے
خوب یاد رکھو کہ اللہ سے معافی مانگیں۔

۳۔ پوری رقم میں جتنا روپیہ رشوت کا آپ نے یا ہے اس کا اندازہ
کریں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کریں کہ میں اس روپیہ کو واپس کروں گا۔

۴۔ جس لوگوں کا نام درپت آپ کو معلوم ہے اس میں سے ہر ایک کے پاس
جانیں اور ہر ایک سے یہ بتائیں کہ میں نے تم لوگوں سے جو رشوت کا
روپیہ پیسہ یا ہے، راہ اللہ مجھے معاف کر دو اور اگر معاف نہیں کر سکتے تو
انشاء اللہ میں وحش کروں گا کہ بہت بہت قسم کی رقم واپس لوٹاؤں۔

۵۔ اور جن لوگوں کا آپ کو علم نہیں یا آپ کے دہن میں نہیں، امداد
کریں کہ آپ سے ان سے کتنا روپیہ یا ہو گا اور آپ اللہ تعالیٰ سے وعدہ
کریں کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، تاکہ روپیہ اس لوگوں کی طرف سے غریب
اور مسکین کو دیں اور اگر اس کے لئے آپ کو اپنا مکان فروخت کرنا
پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کریں۔

یہ چند چیزیں میں نے مختصر ذکر کی ہیں، اگر مزید کسی چیز کی وضاحت
مطلوب ہو تو آپ میرے پاس تشریف لائیں۔ والسلام

[illegible]

دو مجھ سے ہنسی سخت حاجت و غیوں کا رونا مارنے لگا، اس
 سے مجھے اس پر غصہ ہوا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے
 فرمایا: "خیر، رونا سہا سہا ہے (اچھے حالت سے اظہار میں) تم
 سے چھوٹا بڑا ہے دو چہرے کے لگا (اس نے آشد و اضمیاد
 رضا) میں کچھ نہیں۔ یہ وہ ہے گا یہ بندہ کھستہ ہو گیا ہے
 فرمایا: "اوچھے آئے گا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا، وہ دوبارہ
 آیا اور آپ نے اسے باغوں سے اس کے مدد جرنال شروع کر دیا
 میں نے اسے پتہ کیا، اس نے اس میں آگے بڑھ کر اسے
 لپکتے ہوئے پا کر سب سے اس کا اس کے کیا کرتے ہوئے دیکھے،
 میں نے اسے دیکھا، وہ اس کے اوپر میرے ساتھ سے بہت مدد
 میں نہیں آئے گا۔ مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے پھر سے چھوڑ
 دیا (اس کی مرتبہ میں نے اسے سوچا کہ اس کے پاس اس سے
 آشد و اضمیاد کا مدد یا تھا، اور اسے اپنی حاجت و ضرورت کے
 بارے میں اس کا کھسک کھسک محض اس کی شخصیت کے لئے اس کی مدد
 معلوم ہوئی پھر تو اس نے اسے اس کے لئے اس کے لئے
 سے فرمایا کہ اسے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 حاجت و غیوں اور اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 رحم و رحمت اور میں نے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 آؤں گا اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 سے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 کا) وہ پھر آئے گا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا، وہ دوبارہ پھر آیا

شخص تعصب و عنف اتنا کر نیں مار مار سے اس کا مطالعہ کرے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
اس کا اسیر اور گنہگار بن جاتا ہے

میں امریکہ پر پورے سمیٹ پوری دنیا کے کفرائے سے اس نے خوف
کے سے خطرہ سے، اگر شعلت، مدم کی موجودہ رفتار کو روکا گیا تو یہ تیر تاپاں
پوری دنیا کو مورد کر دے گا۔

ی نے مدام کو مدنام کر کے سے سے پروپیگنڈہ پیا جاتا ہے کہ مدام قتل و
حادثہ کا مذہب ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مدام میں انسان حقوق کی پاسداری نہیں
کرتی، کبھی یہ باور نہ پایا جاتا ہے کہ مدام میں عورتوں کے حقوق پر نہ کہ لادھاتا ہے، کبھی
یہ انداز ہوتا ہے کہ مدام دنیا پر کسی کا مذہب ہے

جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ختمیت و وحدانیت، اعتدال و میانیت
پر کبر، صوب و صوبہ، طرز و حیات، مذہب کے سے پہنچنے سے وہ اس سوچ
سے پریشان ہے کہ تو مدام کے اسلام و قرب کے سے لکھ یا تو کار سر ٹوٹ
جاتے گا۔ اس سے کبھی اس پر دس حد تو رہتا ہے تو کبھی امریکہ بہادر اس کو توت و
نہایت کے خواب دیکھتا ہے۔

فغانستان میں ہیں لاکھ لڑکے اس کو حید و محض اس وجہ سے موت کے گھاٹ
اتار رہے ہیں کہ وہ اسلام کا نام بیٹے ہیں جو مسلمانوں پر صرف اس لئے
مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں کہ وہ مدام سے ونگل کا اظہار کرتے ہیں، میں
سارے جنگ سے تباہ حال فغانستان کی آنکھ میں اس سے ملتا ہے کہ وہاں قرآن و
سنت کا تالوہ کچھ ہے سارے سن، دس ال کا دشمن اس سے ہے کہ وہ مدام کی بات
رہتا ہے، پوری دنیا کے سلامی ممالک اس لئے ن کے عیند و غضب کا نشانہ ہیں کہ وہ
اپنی مرضی سے سلامی قدار کو عیند سے کیوں لگاتے ہیں؟ ملت کفر کہ یہ براشت نہیں
کہ مسلمان سر نہا کر کیوں چلتے ہیں؟ در مدام میں کھل پھول رہا ہے؟

حس طرح آنحضرت ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان سے متعلق فرمایا تھا کہ ”وہ تم کو محبوب، نگرہیں گے آپہ انکری کی فضیلت کے بارے میں جو بھوکے کی کہ“۔ حدیثی طرح یہ دشمنوں (صلوات اللہ علیہ) پوپ چاہا دم کے جتنے خاص حساب کار میں پر صادق آتا ہے کہ موصول، خود نیسانی تعصب، گنہ گری کے سرور میں حقانیت، صداقت، پندہ گیری و خاموشیت اور غمناک و مینا، رون کا اعتقاد کے بغیر کسی، اسکے مہوں سے سلام کے، رے میں جو ہاتھ کھینچ کر کے چنانچہ وہ اپنے ایک بیٹوں میں کہتے ہیں

سلام کا انتہا پسندی کے، ان تعلق نہیں

مگر یہ معربانے لئے چیتا ہے، تاہم پاپ پوپا۔“

”روہ (رنگ بوز) پوپا دس پاپ دوم کے فنی

خاص کار، فنی پاپ پوپا ڈے کہا ہے۔ سلام کا انتہا پسندی،

شہداء سے کون تعلق نہیں مگر یہ تیری سے پہلے کے باعث

معربانے کے پیش، یہ ہے۔ ہوں سے کہا کہ سلام یک

دیں، ثقافت اور سلامتی ہے۔ عیسائیوں کی توسل کے بیہرین

سے کہ۔ صدیوں سے سلام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی جینہ

یورپ کے بہت سے مسیحی مدنی کی سروریات سے تحت پرچ

سے رعایتیں حاصل کرتے رہے ہیں، یہاں سے کہا کہ یورپ

میں سلامتی موجودگی محسوس نہ جاتی ہے۔“

(رازنامہ جنگ گریچی ۱۵ نومبر ۱۹۹۸ء ص ۱۰۰)

یلاشیر اسلام وپیں امدت اور سلامتی سے پاپا سے، انتہا پسندی و ظلم

تعدی سے اس کا کوئی، سہ نہیں، اسلام ایک بہترین معاشرت اور معاشرہ تہذیب

و ثقافت کا نام ہے، وہ ہر اعتبار سے کامل و مکمل اور عدل و حساب کا نام ہے جو

معاہدات پر اکتفا دینی پابندیوں کا نام اور زیادہ حال انھیں خود کو معاف
 دینے کے دو چار کر کے مانتے ہیں۔ "اس کے علاوہ عراق کی مسجد کی ترقی سے
 عراق کیسے اور معاہدات کے علاوہ چوں کہ یہ میں کی دوسرے سے غیر مسلم ملک کی بھی
 شہرہ کی بنی جاسکتی ہے، جس پر مزید عرب کے نواریں سے بھی قصبہ کی پابندی
 کافی ہے۔ یہ امریکہ کی ناجائز و غیر منسلک مسلمانوں پر مظالم کے جوہر سے اس
 قصبہ میں کہ اس پر اکتفا کی پابندی کے تحت سے عکس نکلتی ہے۔ یہ سرکاری سہا
 اور شیعہ میں مسلمانوں کی اندیشہ کی ہے۔ یہ وہاں اور ملک پر مزید ناظر ہیں
 آتے۔ یہ پیشانی میں مشرقی تیورہ میں یہاں رہتے تو انہوں نے قائم ہو سکتی ہے۔
 مگر شیعہ کی مسجدوں کو دھرم یا جہ و جہد۔ باوجود انہوں نے حق سے محروم رہ
 جاتے۔ یہ سرکاری اور ملک کی طرف سے لاسطیں جو اس قصبہ کے قتل عام سے عکس
 قصبہ اور اس کی کوئی مزید اس کے نواریں کی جھوٹ سے انھیں یہاں "مسلمہ
 متعصب ملک نکلے اور تشدد کا سدھار ہے۔ یہاں پہلے یہاں رہتے ہی تعصب
 ایک طریق اور حکمت پر چسپاں ہو چکے ہیں۔"

دانش پوش پاپ ہوں اور کے رہتی حالتیں جب کہ انھیں ۵۰ یہ تجربہ
 پھیلنے سے یہ سلام کا تھا پسوں یا تشدد سے وہی نکلتی ہیں کہ یہ تیار ہے پہلے
 کے واقعہ مغربہ کے سے چلتے ہیں وہاں اور چوہ میں انہوں کی موجودگی محسوس
 جارہی ہے۔ جو چوں کہ انہوں نے اس کے قاتلین کو شہر سے مت مستمسک کو چاہتے
 کہ وہ اپنے مشیت۔ شہر کو پہنچیں اور اس کے خلاف متحد ہو جائیں جو معاشی کا مقاصد
 نہیں اور ان کے خلاف میں جنگ نہیں اور اس کو مؤثر سکتی سے ملایا جائے گا۔

اس کے بعد گارسے سے پہلو اٹھاتے یہ ہے کہ ان ایسے معاذ و کسی حد
 متاثر نہ ہو۔ اسے بغیر حد کے، ان کی دعوت اور حقوق نہ متاثر نہ کریم +
 + صیغہ مذکورہ پیش پاں کا نظر رکھنا کہ حق میں اس قاتل سے حد حرمت
 جس کی یہ دوسرے کے حدود میں نہ رہے۔ اگرچہ ایسی نہیں حد چاہے کہ وہ اس
 "ان کے علم نہ موت کاں ہوگا۔"

ان کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہ حقوق کے سے سرپا شفقت ہوں "اس سے
 جسے میں حد تھاں نہ حقوق کے کے راستہ، شفقت + وہ کوٹ بھری ہو، دوتا
 چاہے وہ ہمیشہ میں تب + اس میں رہتا کہ حدائی ہوں ہوں حقوق جو یا نہ مشور
 طریقوں پر فرمایت ہو۔ حد تھاں کے حکام سے رہنمائی دہائی سے اسے اس طرح حد
 تھاں کی طرف + بارہ جانا چاہے؟ نہیں" مختصر ^{مختصر} کا ارشاد یہ ہے

عن سهل بن سعد لسعدی قال قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم للمومن ملفة ولا
 خير فيمن لا يالف ولا يوف *

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۵)

"مے میں سرپا الفت ہوتا ہے، اور اس شخص میں
 کوئی خیر نہیں جو نہ حد کسی سے الفت کرے، نہ اس سے کوئی
 الفت کرے۔"

معاشرے کے کسی طبقے کا کسی کوئی گہ کار سے گہ کار آدمی بھی نہ ہم اس
 کو بھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ اس کی اصلاح کی

حالات چھ ایسے پیدا کئے کہ دوسرے میں کہ خلافت کی عزت موت پر مثال اور مشرق وسطیٰ کو میدان جنگ کا میدان بنا دئے، اب پر آشوب حالات میں ملائشی عمودوں غفلت، کوتاہی یا جلد فکرن و غلط حقیقہ صواب ان کے لئے جگہ میں چوری قوم کے لئے جس کے وقت گذر ہیں تباہی و فسادات ہو سکتی ہے۔

۱۔ سے زیادہ میں جانتا ہے کہ اس کا اصل سر یہ توکل ہے، اس کا اصل پیشہ پکار، قناعت ہے، اس کا اصل غور و تقویٰ ہے، انہیں مختصرت علیہ السلام کی یہ دعائیہ

ہے

اَللّٰهُمَّ عَسَىٰ بِالْعِلْمِ وَرَبِّنِيْ بِالسَّجْدَةِ وَكَرَمِيْ

بِالتَّوْبَةِ وَحَمَلِيْ بِالْعَاقِبَةِ

ترجمہ: اے اللہ! میری تعلیم دے اور مجھے سجدہ و کرم میں

میں سے بہتر کر دے اور میری اولاد کو میری تعلیم سے بہتر کر دے

ترجمہ: اے اللہ! تقویٰ سے ساتھ مجھے عزت و کرامت عطا فرما اور

عاقبت سے ساتھ مجھے جواب عطا کر۔

اسی مختصرت علیہ السلام کا یہ ارشاد اُردی بھی پائے

سب سے بہتر خیراتی چیز تمہارے حق میں اور سب سے

بہتر برائی برے ملا ہیں۔

وہ اس ارشاد نبوی سے بھی واقف ہیں

’سماؤیں کے میں میں جب تک وہ حطام (ن)

خوشبودی کے لئے (اں) سے ریل نہ رہیں۔ اور جب وہ حطام

سے ٹکڑے مل جائیں، تو اس سے پر حذر رہو کیونکہ وہ اُن کے چور

ہیں۔“

کے قاضی عروج، رقی کی حوالہ دہنی کی ملائیں ملے بریں محمد و سرور سے ہے اور
 مسس جو سنتے جب تک مسلمانوں کے ہاں میں ہیں۔ اور شام اوجیت میں کوئی
 چہشتہ کی پس نہ سنتے اور وہ یا کی سہائی کے ہاں دہنتے ہیں۔ ماضی قریب میں
 مسلمانوں پر ہر قسم کے سائے بھجھ گئے اور انکی یادداشت کا منصب چھوڑ کر
 ماضی قریب میں ان کا بڑا سہارا ہی ہوں ماضی قریب میں ان کا چھوٹا بڑا
 ہامت کا ماضی میں یہ ہے کہ انکی یہ منزلت ان کی اہمیت کا پیرا ہے۔

ماضی قریب میں ان کی غیر معمولی قوت ہے آپ کے پاس ہر چھٹی کی موجود
 ہو، جس تک آپ سے استفادہ نہیں کرتے اس سے صحت و شفا بخشی کی توقع نہیں
 آتی۔ ان کی صرف ماضی نہیں، بلکہ پوری ماضیت کی تمام مشکلات اور
 یہ وہی ماضی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہم سے انکی بھی یہ ہے کہ وہ
 میں ترقی نہ ہو سکی جائے کہ اس کے بھلے نہیں کیا اور جس کے بھلے یا بھلے
 حق تعالیٰ شہ ہے کہ ان کی ماضیت جو حاتم سے ہیں انکی ماضی ماضی پر پورا
 ماضی اور ماضی یہ ماضی معاشرہ، معاملات، تقریرات اور سیاست کے ماضی
 شعبوں میں ترقی کی جائے۔

اور چھٹی کی ماضی چیز یہ کہ صرف اس ماضی کو دیکھ کر اس سے خوش
 مستفید ہو کر نہ کیا جائے بلکہ تمام حکام پر انکی ماضی و ماضی سے اس کی
 دعوت دی جائے۔

ماضی میں اور ماضیت یہ چیزیں ماضی ہیں۔ ان کی ماضی ماضی کو
 سے بھی پتا چلتا ہے اور چراما شہر ماضی کی سے ماضی ماضی سے اور اترتے ہیں
 کوئی محرم سوچنے کا اس کی دایت مشکوک ماضی ماضی سے اس کے ساتھ ساتھ

کے سب کو اپنی طرف سے جھوٹا کر بیٹھنے سے روک کر پیدل اس سے کہ
 مانتی تھرت کے نسائی حضرت سید نے حکم فرمایا تھا، اس بات کے ساتھ ان کے
 رٹھ کی لکھ، دیکھ پشت میں رہے۔ غیبت کے بعد سب سامنے آجی میں نے رٹھ
 میں اس کا قافلے کے سے جو شہر کو متعلق کی تھی، وہ حدید کا سب اس شہر سے
 بھرت یہ اس سب تھی نے اس کے بلا کر سے جس شہر کو اس حدید کی بندوبست کی
 حدید میں بلکہ قابل و دستہ کے گزرتے کی جانب۔ اس بات کی سب سے جن
 حیرت انگیز تھی ہے کہ اس بات کے بھگت ہوئے قافلے، کتاب میں دیا جائے سبکی میں
 چار سب اس بات کا دیکھ، آجی میں نے تعلیمات اسلام سے کیا جائے۔ اس بات کی
 خدمت کا یہ فریضہ سام سام کے قافلے کا دیکھتا ہے اور اسلام کا کھل بلور پر عملی
 تادین تہذیب سے علماء میں بھٹی ہوئی نہایت اہمیت و مسرت کا پیغام ہے
 دے سکتے۔

اس فریضہ سے عہدہ کرتے ہوئے کے لئے مسلمانوں و چار چھوٹوں کی خدمت
 سے اور وہ یہ کہ اس کے سامنے ان مفادات پر غیر متزلزل ایمان، عینیں بوجھ سے جس
 میں سب سے بڑا اس میں سے جرات بھلائے، وہ شہر کا عہدہ ہوتا ہے اور اس
 بلکہ اس کی ہوشیاری میں کی روشنی کی لادیت میں شہر میں ہو اور کوئی شخص اس
 میں کی جدت کا حوصلہ ہے اور اس کی کٹھنی سے کوئی کتابت محسوس ہوتی ہے، بلکہ
 اس طرح مسلمان کا قلوب حدید سے چودہ ماہ میں پہنے چکا تھا، آج بھی تادین و
 احسان ہے اور اس کی بھٹی جس طرح اس وقت حیات بھٹی تھی آج بھی روتہ
 سے وہ جس طرح کل کاں بھٹی تھی آج بھی اس کا وہ ایک علم کامل، مکمل ہے اور
 کھدے گراہ ساری کی بھٹی سے یہ یاد نہیں ہو سکتا اس طرح تہذیب و تمدن

علماء اور خطباء کے لئے چند تجاویز

حضرات علماء کرام اپنے اپنے حلقے میں دین کے پیشو اور قوم کے مقتدا ہیں۔ ان کے اس رفیع منصب کے لحاظ سے ان پر بڑی گرانقدر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ اس عظیم الشان ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کریں اور ان سے عہدہ بردہ ہونے کی تدبیر کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بات ہمارے سپرد کی گئی ہے اس کے لئے ہم فکر مند ہوں اور امت کو ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر جانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔“

۱۔۔۔ حضرت اہمیت و عظمت کے فرض انبیاء دے رہے ہیں، انہیں اس بات کی حرص ہونی چاہئے کہ ان کے وجود سے ملتے کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچے اور لوگوں کا تعلق مسجد کے ساتھ قائم ہو۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں۔

الف قرآن کریم، حدیث نبوی اور مسائل فقہیہ کا درس باقاعدگی اور فطریہ سے دیا جائے اور ان کے لئے مناسب وقت تجویز کیا جائے۔

ب۔ جن مساجد میں قرآن کریم کے مکتب نہیں وہیں قائم کئے جائیں اور جملہ مکتب قائم ہیں اس کی نگرانی کی جائے، ان کو فعال بنایا جائے اور ترمیم دے کر

’پیش از ہم‘ کیونرم اور ملوثیت وغیرہ) پر گہری نظر رکھی جائے، اس پر بھی کافی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور مثبت انداز میں قوم کے ذہن کی تعمیر لی جائے۔ تقریر میں کسی خاص فرسے یا نظریے کا نام سے بغیر وقتاً فوقتاً باطل نظریات کی اصلاح کی جاتی رہے، مثلاً، انکارِ حدیث کے غلط فہمی اصلاح مقصود ہو تو ’مختصر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیب کی عظمت اس طرح دکھائی جائے کہ منکرینِ حدیث کا اثر ٹوٹ جائے، رخصت و تشیع کی تردید منظور ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قصائل و مناقب والہندہ انداز میں بیان کئے جائیں۔ قادیانیت کی تردید مقصود ہو تو ’مختصر صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے حقائق‘ من لفظین کر لئے جائیں۔ اور امتیازِ مذہب و دین کی اصلاح مقصود ہو تو حضراتِ ائمہ ہدیہ کی ہستیوں اور ان کے احسانات کا موثر انداز میں تذکرہ کیا جائے۔ — — — — — اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انفرادی و جمعی مخلوق میں بھی فرق باطلہ کا رویہ نہ جاتا رہے۔ خصوصاً اگر کوئی شخص کسی غلط نظریے سے متاثر ہو، نظر آئے تو بہت حکمت و دانائی اور رنج و شفقت سے اس کو صحیح بات کی تلقین کی جائے اور اس کی غلط فہمی کی اصلاح کی جائے۔

ج خطبہ کے دوران غیر فنی محفلوں میں صحابہ کرامؓ اور برگزین دیں خصوصاً بچے اکابر دیوبند کے حالات و واقعات اور ملحوظات و ارشادات بیان کرے گا اہتمام کیا جائے حکایت و واقعات سے انکار سے عقوبت پیدا ہو گی اور یہی تمام مطالبہ رسالہ فتنوں کا ترقی ہے۔

۲ جو حضرات تجارت یا کاروبار کی لاپ سے وابستہ ہیں وہ اس کو صرف پندرہ معاش نہ سمجھیں۔ بلکہ سے ذریعہ تبلیغ اور مرکز دعوت تصور کریں اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر ہو سکتی ہیں۔

الف بیع و شر اور کاروبار سے متعلقہ حکام شرعیہ کو حویہ محفوظ کیا جائے

بچوں کو وہاں لایا جائے تاکہ محلے کا ایک بچہ ایسا نہ رہے جو کم از کم ناگہرہ قرآن کریم پڑھنے سے محروم ہو۔ اسی طرح لوگوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی ترغیب دلائی جائے۔

ج : تعلیم بالفلں کا بھی اہتمام کیا جائے اور لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کا شوق دلایا جائے، نیز اس مقدس کلام کے لئے خود وقت دیا جائے۔

د : نوجوان طبقہ کو دین سے مانوس کرنے کی سعی کی جائے اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے بھی وقت دیا جائے۔

ہ : جو کہ خطبات کبھی مااتفق نہ ہوں بلکہ ان کے لئے اہم دینی موضوعات کو ایک خاص ترتیب سے منتخب کیا جائے اور جس موضوع پر خطاب کرنا ہو اس کے لئے پوری تیاری کی جائے، نیز موثر انداز میں موضوع کا حق ادا کیا جائے۔ خطبات میں ترغیبی پہلو کو غالب رکھا جائے اور بات ایسے سچے سچے انداز میں کی جائے جس سے نہ صرف بات ذابن نشین ہو جائے بلکہ سامعین کی فکری و عملی اصلاح بھی ہو۔

—

و : جن مساجد میں تبلیغ جماعت کے حلقے قائم ہیں ان سے ربط و تعلق رکھا جائے، ان کی بھرپور اعانت و سرپرستی کی جائے اور نوجوانوں کو ترغیب دے کر تبلیغ جماعت سے وابستہ کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے۔

ز : جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ فرق باطلہ اور قسم و جدید طہر نہ نظریات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ہم اس کو شدت کے ساتھ محسوس بھی کرتے ہیں لیکن یا تو اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں کرتے یا ان کا رد ایسے انداز میں کرتے ہیں کہ بچائے لوگوں کے ذہن کو صاف کرنے کے اہمیت متفقہ کر دیتے ہیں، اس لئے بڑی ضرورت ہے کہ تمام فرق باطلہ (مثلاً قادیانیت، رافضی، انکار حدیث، انکار عظمت صحابہ

نبویؐ کی عظیم الشان نصرت سے فواہ کر اس بگڑے ہوئے ماحول کے لئے مسجایا کر رہیں
 بھیجا ہے اور جو دولتِ حق کے سینے میں حق تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہے وہی اس ماحول
 کے لئے تریاق ہے اس لئے انہیں خود اس ماحول کے مطابق نہیں ڈھلانا ہے بلکہ اس
 ماحول کو سنت نبویؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ڈھلانا ہے۔

ب : وہ اپنے رفقاء کار (ساتھ) کو دین کی ترغیب دیں۔ اپنی تعلیم بھگ میں
 دینی شعائر کی سرپرستی کے لئے تدابیر سوچیں اور اس کے لئے مناسب انداز میں
 مشورے دیں۔

ج : جو طلبہ حق کے ہیں زیر تعلیم ہوں حق میں دینی رنگ پیدا کرنے کی
 کوشش کریں، انہیں قرآن و حدیث کی ہدایات سے آگاہ کریں۔ بزرگانِ دین کے
 واقعات سنائیں، انہیں نیکی کی ترغیب دلائیں۔ اخلاقِ حسنہ کی تلقین کریں اور دینی
 فرائض کی پابندی کا شوق دلائیں۔

د : نوجوان طلبہ کو ”جلیفی جماعت“ میں وقت دینے کی ترغیب دیں اور
 انہیں جماعت سے وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔

انفرض حضرات علیہم کرام جس شعبہ میں بھی کلام کر رہے ہوں، اپنے آپ کو
 دین کا مبلغ تصور کریں اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچانے کا فکر و اہتمام
 کریں۔

۳۔ دوسروں کی فکر کے ساتھ ساتھ خود اپنی تکمیل کی فکر اور اپنے علم اور جذبہ
 عمل کو تازہ رکھنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر کی جائیں
 الف : علمی ترقی کے لئے قرآن کریم، حدیث نبویؐ اور فقہ و فتویٰ کا مطالعہ
 جاری رہنا چاہئے۔

اور ان پر عمل کیا جائے۔

ب : جو گاہک دکان پر آئے یا جس شخص سے معاملہ کرنا پڑے۔ باتوں باتوں میں اس کو احکام شریعت کی یاد دہانی کی جاتی رہے۔

ج : اس امر کی کوشش کی جائے کہ اس پڑوس کے دکانداروں کے ساتھ کچھ دینی باتیں ہو چلا کریں اور اس کے لئے کچھ محنت تجویز کر لئے جائیں۔

د : بازار میں حق تعالیٰ سے غفلت چونکہ عام ہوتی ہے اس لئے وہاں ذکر اللہ کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ لہذا کوشش ہونی چاہئے کہ کوئی ہلکا پھلکا ذکر ہر صبح اور در شریف وغیرہ زبان پر جاری رہے اور اس کی عادت بنائی جائے۔

ہ : کاروبار میں عام طور پر نمازوں سے غفلت ہو جاتی ہے اس لئے اس کا ضروری اہتمام کیا جائے کہ اذان ہوتے ہی قریب کی مسجد میں نماز پڑھات اور ہو۔

و : حضرات صحابہ کرامؓ بزرگن دینؓ اور اپنے اکابر کے واقعات و حالات کا مطالعہ اور مذاکرہ رکھا جائے۔

۳۔ جو حضرات جدید تعلیم گاہوں میں تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں ان کو حق تعالیٰ نے دینی دعوت کا ایک اہم اور وسیع میدان عطا فرمایا ہے وہ اپنے عالمانہ وقار اور مومنانہ کردار کے ذریعے دین کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

الف : آج کل تعلیمی اداروں کا ماحول غیر دینی ہے۔ ہمارے علمائے کرام جب اس غیر دینی ماحول میں قدم رکھتے ہیں تو ماحول کو متاثر کرنے کے بجائے بے لافقت خود ماحول سے متاثر ہو کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ ماحول ان کے علمی و دینی افول سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان حضرات کو ماحول سے مرعوب نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ یہ تصور کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں دین کی دولت اور سنت

۱۔ تفسیر میں بیان القرآن عنوائد عثمانی اور معارف القرآن۔

۲۔ حدیث میں حکوۃ شریف ریاض الصالحین "مجمع القوائد" ترجمان السنہ
معارف الحدیث اور حیات الصحابہ۔

۳۔ نقد میں بہشتی زیور عمدة النقد کدو القلوبی اور قلوبی دارالعلوم دیوبند۔

۴۔ بزرگوں کے حالات و سوانح میں "نقش حیات" "اشرف السوانح" "علماء
ہند کا شاندار ماضی" "امدادِ خلافت" "سکرة الرشید" "تاریخ دعوت و عزیمت" اور
اس نوعیت کی دیگر کتابیں۔

ب : ملی ترقی کے لئے حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات کا
مطالعہ کیا جائے۔

ج : حضرات علماء کرام کا شمار چونکہ خواص امت میں ہوتا ہے اور ان کی ترقی
و تنزل سے پوری امت متاثر ہوتی ہے اس لئے اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ہر عالم کا
کسی قبیح سنت شیخ کمال سے وابستہ ہونا ناگزیر ہے اور حضرات علماء کرام کو اس کا ضرور
اہتمام کرنا چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ

محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

(رجح الثانی ۱۳۰۰ھ)